عمران سیریز
زہریلا حصار
ایم اے راحت

عمران سیریز

# زہریلا حصار

مکمل ناول

ایم۔ اے راحت

اشرف بک ڈپو
پاک گیٹ
ملتان

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئیشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ------ محمد ارسلان قریشی
---------- محمد بلال قریشی
پرنٹر ------- محمد یونس
طابع -------- ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ------- -/45 روپے

3

پاکیشیا، آئرون اور ایروکی کے وزرائے خارجہ کانفرنس ہال میں داخل ہوگئے اور مخصوص جگہوں پر بیٹھ گئے تو کانفرنس کا آغاز ہو گیا۔ پاکیشیا کے وزیر داخلہ، وزیر دفاع پہلے سے کانفرنس ہال میں موجود تھے۔ آئرون اور ایروکی کے وزرائے خارجہ کے چہروں پر کشیدگی پائی جاتی تھی۔ پاکیشیا کے وزیر داخلہ نے کہا۔

" یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ زمین کے سینے کا ناسور، اسرائیل مسلسل مسلم دنیا کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ نہ صرف وہ بلکہ دوسری کئی قومیں تو یہ بات جانتی ہیں کہ مسلم دنیا آپس میں متحد ہو گئی تو بہت سے اقتدار خطرے میں پڑ جائیں گے۔ اس لئے وہ لوگ ہمارے درمیان کشیدگی کے لئے کوشاں رہتے ہیں"۔

" لیکن جس میزائل نے آئرون کی گھنی آبادی پر گر کر سینتالیس انسانی زندگیوں کو ختم کیا ہے اس کے بارے میں ہم وثوق سے کہتے

ہیں کہ وہ ایروک ساختہ ہے "۔ آئرون کے وزیر خارجہ نے کہا۔
ایروک کے وزیر خارجہ نے فوراً ہی کچھ بولنا چاہا لیکن پاکیشیائی وزیر داخلہ نے اسے روکتے ہوئے کہا۔
" نہیں جناب۔ یہ دور بہت ایڈوانس ہے۔ لیکن میرے خیال میں دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی پیدا کرنے والوں نے زبردست حماقت کا ثبوت دیا ہے "۔
" وہ کیسے "...... آئرونی وزیر خارجہ نے کہا۔
" اس میزائل پر کچھ نشانات تھے "۔ پاکیشیا کے وزیر داخلہ نے پوچھا۔
" ہاں تھے "۔
" کیسے نشانات "۔
" اس پر ایروک کے نشانات تھے جنہیں کھرچ کر مٹا دیا گیا تھا "۔ آئرون کے وزیر خارجہ نے کہا۔
" پھر آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ وہ میزائل ایروک ساختہ تھا "۔ پاکیشیا کے وزیر داخلہ نے پوچھا۔
" وہ نشانات پھر بھی محسوس کئے جا سکتے تھے "۔ آئرون کے وزیر خارجہ نے کہا۔
" اس کے باوجود آپ اسے ایک گھناؤنی سازش نہیں کہتے۔ مجھے تعجب ہے کیا اتنے بڑے پیمانے پر کوئی سازش کرتے ہوئے اتنی سی بات کا خیال نہیں رکھا جا سکتا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اسکول کے

بچوں جیسی بات ہے۔ صرف یہ باور کرایا گیا ہے کہ یہ سازش ایروک نے کی ہے "۔

آئرون کا وزیرخارجہ سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے بعد دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پاکیشیا کے وزیرداخلہ نے کہا۔

" میری درخواست ہے کہ اس نکتے پر غور کیا جائے۔ ہمیں دشمن کی سازش سے باخبر رہنا پڑے گا "۔

" میرے ملک نے برادرانہ طور پر درخواست کی ہے کہ حکومت پاکیشیا اپنے بہترین دماغ اس سازش کا پتہ لگانے کے لئے بھیجے۔ ہم اس سے مکمل تعاون کریں گے۔ حکومت پاکیشیا پہلے بھی مسلم برادر ملکوں کو آپس میں لڑنے جھگڑنے سے روک چکی ہے اور تمام ہی مسلم ممالک نے حکومت پاکیشیا سے مکمل تعاون کیا ہے۔ اس وقت اس بگڑی ہوئی صورتحال کو سنبھالنے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت پاکیشیا ہم سے تعاون کرے "۔ ایروکی کے وزیرداخلہ نے کہا۔

" میں نے صدر مملکت اور وزیراعظم پاکیشیا سے مکمل طور پر اجازت اور اختیارات حاصل کر لئے ہیں۔ ہم اس سلسلے میں نہ صرف زبانی طور پر بلکہ عملی طور پر بھی کام کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ مسلم برادر ممالک آپس میں غلط فہمیوں کا شکار ہو کر کوئی ایسا قدم اٹھا بیٹھیں کہ دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع ملے۔ ہمیں سوچ سمجھ کر یہ تمام کام سرانجام دینے چاہئیں "۔

" تو کیا آپ اس بات کے لئے تیار ہیں کہ حکومت پاکیشیا کے

نمائندے اس سلسلے میں تحقیقات کر کے رپورٹ پیش کریں گے تاکہ ہمارے دلوں سے غلط فہمی نکل سکے "۔آئرون کے وزیر خارجہ نے کہا۔

" بے شک، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔لیکن اس کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ اس دوران کسی جانب سے کوئی ایسی کارروائی نہ کی جائے جو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہو "۔

" ہم یہ تمام تفصیلی رپورٹ اپنے ممالک کو پہنچا دیں گے اس سلسلے میں جو کارروائی ہو اسے تحریری طور پر درج کر لیا جائے "۔

چنانچہ اس معاملے میں سمجھوتہ ہو گیا اور اس کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔لیکن پھر پاکیشیا کے وزیر داخلہ اور دوسرے بڑوں نے غیر ملکی وزرائے خارجہ کے جانے کے بعد آپس میں صلاح و مشورے کئے اور اس کے بعد اپنی مکمل رپورٹ صدر مملکت کو پیش کر دی۔

اس کے بعد تھوڑی دیر تک اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہی ۔یہاں تک کہ وزیر داخلہ کو ہدایت ملی کہ ایکسٹو کو اس کام کے لئے مختص کیا جائے، وزیر داخلہ نے کہا۔

" اور جب کوئی ذمے داری ایکسٹو کو سونپی جاتی ہے جناب تو پھر اسے مکمل اختیارات بھی دینے پڑتے ہیں "۔

" اپنے طور پر ہم ہر طرح سے ایکسٹو کو مکمل اختیارات دے دیا کرتے ہیں، لیکن یہ ایک غیر ممالک کا معاملہ ہے "۔

"آپ کا مطلب کیا ہے"۔ وزیر داخلہ نے باادب لہجے میں پوچھا۔
" ایکسٹو کو وہ تمام ضروریات پوری کرنا ہوں گی جو کسی ملک کی طلب پر ہوتی ہیں"۔
" یعنی آپ کا مطلب یہ ہے کہ ایکسٹو آئرون یا ایروک جا کر وہاں کی سیکرٹ سروس کے ساتھ مل کر کام کرے"۔
"آپ سمجھتے کیوں نہیں یہ ضروری ہے......"
" سمجھ میں نہیں رہا بلکہ آپ نہیں سمجھ رہے ہیں جناب۔ کیا اس سے پہلے کبھی ایکسٹو کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور کیا گیا ہے"۔
" دیکھئے، یہ بہت اہم معاملات ہیں۔ ایکسٹو کے اپنے اصول اپنی جگہ لیکن......"
" میں سمجھتا ہوں میری یہ کوشش کارگر نہیں ہوگی"۔
"آخر یہ ایکسٹو اس قدر مغرور کیوں ہے"۔
" اس لئے جناب کہ اس نے لاتعداد بار اپنی حکمت عملی سے پاکیشیا کا وقار بلند کیا ہے"۔
" میں مانتا ہوں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔ لیکن آپ اس سے گفتگو کر کے تو دیکھیں"۔
"بہت بہتر ہے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کئے لیتا ہوں۔ لیکن میری طرف سے آپ یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ ایکسٹو جو کچھ بھی کرے گا اپنی مرضی سے ہی کرے گا"۔
"تو ٹھیک ہے آپ بات کیجئے اس سے......"

اور یہ بات بھلا وزیر داخلہ کیا کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ صرف ہوم سیکرٹری ہی اس سلسلے میں کارروائی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بات ہوم سیکرٹری تک پہنچی اور اس کے بعد بھلا اس بات کی کیا گنجائش تھی کہ سر سلطان عمران کو نہ طلب کر لیتے۔ البتہ انہوں نے یہ کیس بڑے مختلف انداز میں عمران کے سامنے پیش کیا تھا۔

" میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہوں جناب، اس کے علاوہ حکومت پاکیشیا کے شانوں پر جو ذمے داری آپڑی ہے وہ میرے شانوں پر ہے۔ لیکن بس ایک ذرا سی وہی بات، ظاہر ہے اگر میں دنیا میں کسی ایک ملک کے سامنے آجاؤں گا تو پھر میری اپنی شخصیت برقرار نہیں رہ سکے گی"۔

"لیکن عمران، کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے اس سلسلے میں"۔

"تو پھر آپ عمران کو بھیج دیجئے ایکسٹو کے نمائندے کی حیثیت سے وہاں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر سلطان چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا تم سیکرٹ سروس کے نمائندے کی حیثیت سے آئرون جانا پسند کرو گے"۔

"کوئی حرج بھی نہیں ہے"۔

"اوہ لیکن......"

"جی لیکن کیا"۔

"میرا مطلب ہے کہ تم تم......"

"میں میں"...... عمران نے انہی کے انداز میں کہا۔
"دیکھو بھئی مجھ سے مذاق نہ کیا کرو"۔
"بہتر ہے"۔ عمران نے گردن جھکا دی۔
"کیا تم واقعی......"
"اب یہ آپ بار بار مجھے مجبور کر رہے ہیں"۔
"نہیں عمران اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ طریقہ کار ٹھیک رہے گا تو میں یہ بات جانتا ہوں کہ یہ بھی ایکسٹو ہی کی تجویز ہے"۔
"بس تو پھر اس معاملے میں خاموشی اختیار کر لیجئے"۔
"اختیار کر لی"۔ سر سلطان مسکرا کر بولے۔
"تو کیا میں تیاریاں کروں"۔
"نہایت مناسب۔ ویسے تنہا ہی جاؤ گے"۔
"تنہا ہی آیا تھا، تنہا ہی جانا بھی پڑے گا"۔ عمران نے جواب دیا اور سر سلطان ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئے۔

برف کے ننھے ننھے ذرات گاڑی کے سامنے والے شیشے پر دھند کی دبیز تہہ چڑھا دیتے تھے، لیکن وائپر ضروری حصہ فوراً صاف کر دیتے اور برف سے ڈھکی ہوئی سڑک صاف نظر آنے لگتی، تارکول کی شفاف سڑک پر برف کی سڑک بن گئی تھی۔ کئی کئی انچ موٹی تہہ میں کار کے ٹائر لمبی لکیریں بناتے چلے جارہے تھے۔اس برف پر رفتار تیز نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ لیکن جمشید صمدانی کو اب فاصلے کی فکر نہیں تھی، سامنے ہی وہ علاقہ نظر آرہا تھا جہاں تک کا اسے سفر کرنا تھا۔ اونچے اونچے میناروں والے مکانوں والی خوبصورت بستی جو فوجی چھاؤنی تھی۔ برف سے دھندلائی چاندنی میں میناروں کی بستی بے حد حسین نظر آرہی تھی۔ لمبے لمبے برف مینار ذرات سے بنے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ جمشید اس بستی کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا۔ عام لوگوں کو اس کے حسن سے قربت نہیں حاصل ہوتی تھی لیکن انتہائی خفیہ سرکاری آباری میں

یہ بستی فوجی رازوں کی بستی درج کی جاتی تھی۔ ملکی دفاع کی تمام اسکیمیں یہیں تیار ہوتی تھی اور ملک کی بقاء و سلامتی کے لئے اہم فیصلے یہیں ہوا کرتے تھے اس لئے نہ صرف عام آدمی بلکہ پرندوں کو بھی یہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک مخصوص عمارت کی جانب اس گاڑی کا سفر جاری رہا اور وہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور آبادی نظر آرہی تھی۔ جس کے کنارے سمندر آباد تھا۔ وہاں کے سمندری علاقے میں صاحب حیثیت لوگ سیر وتفریح کرنے آجاتے تھے۔ لیکن ان کے لئے بھی حد بندی کر دی گئی تھی اور ایک وسیع و عریض علاقہ ممنوعہ علاقہ کہلاتا تھا۔ وہاں کے بارے میں عام لوگوں کے لئے نوٹس بورڈ لگے ہوئے تھے کہ اس علاقے سے گزرنا خطرناک ہے، کیونکہ وہاں فوجی مشقیں بھی ہوتی رہتی ہیں اور کسی وقت بھی کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے اس لئے عام لوگ ادھر کا رخ کرنے سے بھی گھبراتے تھے۔ طویل و عریض خطرناک ویرانے کے بعد بستی کی چڑھائی شروع ہو جاتی تھی اور بستی کو جانے والی پکی سڑک یہیں سے شروع ہوتی تھی۔ اس سڑک کے شروع میں ایک زبردست فوجی چوکی تھی اور اس کے بعد یہ سڑک بلندی کی جانب چڑھتی چلی جاتی تھی۔ سڑک کے دونوں طرف گہرائیاں تھیں جو سڑک کی بلندی کے ساتھ اور گہری ہوتی جاتی تھیں۔ اس طرح یہ گہرائیاں ایک ایسا انداز اختیار کر لیتیں کہ اگر کوئی قسمت کا مارا چھپ کر اس بستی کی طرف رخ کرے تو اسے مرنے کے بعد بھی اپنی حماقت کا افسوس ہوتا رہے۔ ان تمام انتظامات

کے باوجود اس بستی کو جانے والی سڑک پر ہر تین میل کے فاصلے پر ایک چیک پوسٹ بنائی گئی تھی جہاں فوجی ہر وقت مستعد رہتے تھے۔ آج تو موسم صبح ہی سے برف آلود تھا اور جمشید صمدانی وقت پر چل پڑا تھا لیکن برف کے ذرات شاید اس کے گھر سے نکلنے کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ کیونکہ جونہی اس کی خوبصورت کار کوٹھی سے نکلی فضا نے برف اگلنا شروع کر دی۔ لیکن یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی برفباری اس شہر کے لئے کوئی نئی چیز نہیں تھی اور یہاں کے رہنے والے اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اس مخصوص عمارت کی جانب سفر کرتے ہوئے آگے کا ویران ٹکڑا طے کر کے جمشید صمدانی پہلی چوکی پر پہنچا۔ کاغذات چیک کرانے میں صرف چند منٹ صرف ہوئے۔ اس کے بعد بستی میں آمد کے سلسلے میں دوسری چوکیوں کو ہدایت کر دی گئی تھی۔ چنانچہ وہ سکون سے سفر کرتا رہا۔ اس کی کار کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے مقررہ وقت پر ہی بستی پہنچ رہا تھا۔ یہاں تک کہ بستی کی آخری چڑھائی بھی طے ہو گئی اور اب سامنے ہی ایک چوڑی دیوار نظر آ رہی تھی جو اس بستی کو چاروں طرف سے محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ برف کی مانند سفید دیوار میں سامنے کی طرف تیز روشنیاں نصب تھیں۔ چاروں طرف سرچ ٹاور لگے ہوئے تھے جن پر لگی ہوئی سرچ لائٹیں برف کے ذرات کو چاندی کی طرح روشن کرتی ہوئی گھوم رہی تھیں۔

جمشید صمدانی کی کار بستی کے سامنے والے دروازے پر پہنچ گئی

جہاں اعلیٰ تراش کے سوٹ میں ملبوس دو نوجوان اور اسمارٹ آدمی اس کے منتظر تھے۔ دونوں نے آگے بڑھ کر جمشید صمدانی کا پرتپاک استقبال کیا اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے ان میں سے ایک نے کہا۔

"میرا نام میجر حمد راضی ہے"۔

"اور مجھے میجر فیضان کہتے ہیں"۔ دوسرے نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ جمشید صمدانی نے اپنا بھاری ہاتھ باری باری دونوں سے ملایا اور دونوں بے تکلفی سے کار کا عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے۔ کار ایک بار پھر آگے بڑھ گئی تھی۔ چاروں طرف میناروں والی عمارتیں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ مینار آتش دانوں کی چمنیوں کے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن بستی کو دوسری بستیوں سے منفرد کرنے کے لئے انہیں ایک خصوصی شکل دے دی گئی تھی۔ جو بلاشبہ آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی۔ حالانکہ خود جمشید صمدانی ایک انتہائی اہم سرکاری آفیسر تھا۔ اسے ملک کے بے شمار راز معلوم تھے جو اس کے چوڑے سینے میں پوشیدہ تھے اور انہیں صمدانی کے منہ سے سننے والے شاید ہمیشہ اپنی کوششوں میں ناکام رہے تھے۔ صمدانی ایسی ہی قوت ارادی کا مالک تھا اور اس کا محکمہ اس پر مکمل اعتماد کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کا کبھی اس بستی میں آنا نہیں ہوا تھا۔ کسی بھی سرکاری افسر کو کبھی غیر ضروری طور پر یہاں مدعو نہیں کیا جاتا تھا، چنانچہ اس طرح جمشید صمدانی بھی یہاں پہلی ہی بار آیا تھا۔

" بائیں سمت جناب "۔ میجر فیضان نے کہا اور صمدانی نے اطمینان سے کار بائیں سمت موڑ دی۔ شیشے کی طرح چمکنے والی سڑکیں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ پوری بستی میں خاموشی اور سناٹا طاری تھی۔ میجر کے اشارے پر ایک خوبصورت اور عریض عمارت کے گیٹ کی طرف کار موڑ دی گئی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے چوکیدار نے کار کا رخ اس طرف ہوتے ہی گیٹ کھول دیا تھا۔ کار برف سے محفوظ پورٹیکو میں جا کھڑی ہوئی۔ پورٹیکو کے برابر ہی صدر گیٹ تھا۔ صدر گیٹ پر کچھ اور لوگ بھی کھڑے ہوئے تھے۔ یہ بھی سادہ لباس میں تھے۔ بھاری جسامت اور پر رعب چہرے والے، کار سے اترنے والے دونوں میجر، جمشید صمدانی کے ساتھ چلتے ہوئے ان تک پہنچے اور پھر انہوں نے غیر فوجی انداز میں گردن خم کی۔ پھر میجر راضی نے جمشید صمدانی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

" مسٹر صمدانی "۔

" ہیلو مسٹر صمدانی۔ جنرل سیمابی آپ کو اس بستی میں خوش آمدید کہتا ہے "۔

" میں یہاں آکر خوش ہوں "۔ صمدانی نے گردن جھکا کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

" میرے ساتھی ہیں بریگیڈیئر ہشام، کرنل سہیل، کرنل برق اور کیپٹن طاہری اور "۔ اس نے وہاں موجود تمام افراد کا تعارف کرایا اور صمدانی نے ان سب سے بھی مصافحہ کیا پھر دونوں میجر باہر ہی رہ گئے

کیونکہ ان سے اعلیٰ رینک کے لوگ صمدانی کو لے کر اندر داخل ہو گئے تھے۔ ایک شفاف راہداری سے گزر کر وہ ایک بڑے گول ہال کمرے کے دروازے پر جا کر رکے اور پھر طاہری نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ پہلے جنرل سیمابی اندر داخل ہوئے پھر جمشید اور اس کے بعد دوسرے لوگ۔ کیپٹن طاہری نے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ پورے ہال میں صرف ایک گول میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد پانچ کرسیاں تھیں۔ ہال ساؤنڈ پروف تھا۔ بریگیڈیئر ہشام نے میز کی طرف صمدانی کی رہنمائی کی اور تمام لوگ ایک ایک کر کے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جنرل سیمابی نے میز پر رکھے سگار بکس سے ایک سگار نکالا اور پھر سگار کیس صمدانی کی جانب بڑھا دیا۔

"شکریہ! میں اس نعمت سے محروم ہوں"۔ صمدانی نے کہا ایک کرنل نے جنرل سیمابی کا سگار سلگا دیا تھا۔ جنرل گہرے گہرے کش لیتے ہوئے بولا۔

"ہم فوجی لوگ دروں، پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے مہذب دنیا کے آداب و اخلاق تقریباً بھول جاتے ہیں اس لئے مسٹر صمدانی میں کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر گفتگو شروع کر دینا چاہتا ہوں"۔

"یقیناً جناب۔ یہ نہایت بہتر ہوگا"۔

"آپ ایک معزز اور اہم سرکاری افسر ہیں۔ سیکرٹ سروس کے ایک اعلیٰ رکن، ملک کے تحفظ کے لئے آپ کا کردار کسی بھی طرح

فوج سے کم نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ ہمیں اس قدر گفتگو کرنی چاہیئے جتنی ضرورت ہو"۔

"میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں"۔

"چنانچہ میں پہلے آپ کو اس تکلیف دہی کی وجہ مختصر الفاظ میں بتا دوں۔ ملک کو درپیش مسائل کا مکمل علم آپ کو ہو گا۔ ہمارے دشمن ہمیشہ ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے ہیں اور ہمیں ان کی حرکتوں سے باخبر رہنے کے لئے ہزار آنکھوں سے جاگنا ہوتا ہے۔ ہمارے بہترین دماغ ہمیشہ دشمن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملانے اور اس کی حرکتوں سے باخبر رہنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں ایروک کی طرف سے آئرون کے خلاف جو حرکت کی گئی ہے اس کے نتیجے میں حالات ایکدم خراب ہونے لگے تھے"۔

"جی مجھے معلوم ہے"۔ صمدانی نے کہا۔

"اور یہ بھی آپ کو ضرور معلوم ہو گا کہ ایک برادر اسلامی ملک نے اس سلسلے میں بھرپور مداخلت کر کے ہمارے درمیان حالات خراب ہونے سے روکے ہیں"۔

"جی"۔ جمشید صمدانی نے جواب دیا۔

"پاکیشیا نے اس سلسلے کی تحقیق کے لئے اپنی خدمات بھی پیش کی ہیں"۔

"جی بالکل"۔

"ہمیں اسی موضوع پر بات کرنی ہے"۔

"مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں اس سلسلے میں آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں"۔ صمدانی نے پرادب لہجے میں کہا۔

"تو پھر براہ کرم آپ مجھے بتایئے مسٹر جمشید صمدانی کہ پاکیشیا کی جانب سے جو پیشکش ہمیں کی گئی تھی اس کا کیا نتیجہ نکلا"۔

"حکومت پاکیشیا نے اپنے ایک نمائندے کو تحقیق کے لئے بھیجا ہے"۔

"صرف ایک نمائندے کو"...... بریگیڈیئر ہشام نے سوال کیا۔

"جی سر، صرف ایک نمائندے کو"۔ جمشید صمدانی نے جواب دیا اور بریگیڈیئر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے بے چین لہجے میں کہا۔

"آپ خود سوچیئے مسٹر جمشید صمدانی۔ ہم پر راکٹ سے حملہ کیا گیا، میزائل نے ہماری بے گناہ عوام کو موت سے ہمکنار کر دیا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ میزائل ایروک کی طرف سے فائر کیا گیا ہے۔ ہم اس کے بارے میں محدود تفصیلات بھی جانتے تھے۔ مسٹر صمدانی بات اتنی معمولی نہیں ہے۔ اگر وقت ضائع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو آپ خود سوچیئے کیا ہم وقت ضائع کر سکتے ہیں۔ اگر کسی ایک نمائندے کو اس تحقیق کے لئے بھیج دیا گیا ہے تو کیا وہ نمائندہ تمام حقیقتوں کو ہمارے سامنے پیش کر دے گا"۔

"حکومت پاکیشیا کی جانب سے اسی بات کا دعویٰ کیا گیا ہے"۔

"میں سمجھتا ہوں ہمیں لالی پاپ دے دیا گیا ہے۔ ہم پورے

اعتماد سے یہ بات نہیں کہہ سکتے، میں جانتا ہوں حکومت پاکیشیا ہم سے مخلص ہے۔ ہم بھی جانتے ہیں کہ برادر اسلامی ملکوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہیں الجھنا چاہئے۔ لیکن اگر ہمارے ساتھ جارجیت کی جائے تو ہم کس طرح خاموش رہیں۔ وہ لوگ ہمیں کمزور سمجھ لیں گے اس کے بعد ہمارے ساتھ اور سختی کی جائے گی۔ تو کیا ہم اپنے ہاتھ کمر پر باندھ کر بیٹھ جائیں"۔

" وزرائے خارجہ کی میٹنگ میں یہ بات طے پا گئی ہے جناب کہ پاکیشیا کی طرف سے تحقیق اور صلح کی پیشکش قبول کر لی جائے اور متفقہ طور پر اس قرارداد پر دستخط کر دیئے گئے ہیں۔ ہمیں لازمی طور پر دیئے گئے وقت کا پاس تو کرنا ہو گا"۔

"ہاں میں یہی جاننا چاہتا ہوں اور مجھے ہائی کمان سے ہدایت ملی ہے کہ میں یہ سب جاننے کے لئے آپ سے رجوع کروں"۔

"میری خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں"۔

" میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جناب"۔ کرنل برق نے کہا اور سب کی گردنیں اس کی جانب گھوم گئیں۔

"فرمایئے کرنل"۔ اس بار جنرل سیمابی نے کہا۔

" جناب عالیٰ! پاکیشیا میں ایک ایسی شخصیت موجود ہے جو بین الاقوامی حیثیت کی حامل ہے اور اس کے بارے میں جو رپورٹیں ہیں وہ یہی ہیں کہ اس نے دنیا کے بیشتر ممالک میں بڑے بڑے مسئلے چٹکی بجاتے ہوئے حل کر دیئے ہیں"۔

" آپ کی مراد ایکسٹو سے ہے "۔ بریگیڈیئر ہشام نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"جی جناب "۔

" ٹھیک ہے، بھلا اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ پاکیشیا کے پاس ایکسٹو کی شکل میں ایک بہت بڑی قوت موجود ہے، لیکن یہ بات تو مسٹر جمشید صمدانی بتا سکتے ہیں کہ کیا پاکیشیا کی طرف سے ایکسٹو کو بھیجا گیا ہے "۔

" جناب عالیٰ! ایکسٹو تو وہ شخصیت ہے جو کبھی منظر عام پر نہیں آتی ۔اس کے بارے میں تو بڑی عجیب و غریب روایات مشہور ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ پاکیشیا کے اعلیٰ ترین حکام بلکہ صدر مملکت اور وزیر اعظم بھی ایکسٹو کو نہیں پہچان سکتے، وہ ان سب کے سامنے بھی روپوش رہتا ہے "۔

" تو کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں مسٹر جمشید صمدانی کہ آنے والی شخصیت ایکسٹو کی ہے "۔

" ان رپورٹوں کی موجودگی میں نہیں جناب "۔ جمشید صمدانی نے کہا اور بے اختیار مسکرا دیا۔ اس وقت بریگیڈیئر، جنرل اور دوسرے تمام لوگوں کے چہرے جمشید صمدانی کی طرف ہی تھے۔ بریگیڈیئر نے خاص طور سے صمدانی کی مسکراہٹ کو محسوس کیا اور بولا۔

" معاف کیجئے ذرا ذاتی سوال ہے اس سنجیدہ گفتگو میں آپ کی مسکراہٹ میری سمجھ میں نہیں آئی "۔

"یہ ذاتی سوال ہے جناب"..... جمشید صمدانی نے پوچھا۔

"سو فیصدی"۔

"تو پھر ذاتی طور پر ہی میں جواب دے رہا ہوں۔ پاکیشیا سے جو شخصیت یہاں آئی ہے میں نے اس کا استقبال کیا ہے۔ وہ یہاں کے فائیو اسٹار ہوٹل میں ایک عام شخص کی حیثیت سے قیام پذیر ہے اور اس کا نام علی عمران ہے۔ اس کے بارے میں جو تفصیلی رپورٹ ہے وہ یہ ہے کہ پاکیشیا کی ایک عظیم شخصیت کا بیٹا ہے، یعنی وہاں کے محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمان صاحب کا بیٹا۔ وہ کون ہے، کیا ہے، یہ ہم نہیں جانتے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس سے اس کا کوئی تعلق ہے یا نہیں یہ بھی نہیں معلوم۔ لیکن پاکیشیا کی جانب سے اسے ہی روانہ کیا گیا ہے اور میری مسکراہٹ کی بنیاد یہ ہے کہ وہ تو ایک نہایت سیدھا سادہ اور معصوم سا آدمی ہے ایک بالکل ہی شو بوائے جو عمدہ سوٹ پہنتا ہے اور معصوم حرکتیں کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا"۔

"اور اس کے بعد آپ یہ کہتے ہیں کہ پاکیشیا نے ہمارے مسئلے پر توجہ دی ہے"۔

"جنابِ عالیٰ! میں اپنی رپورٹ آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ وزرائے خارجہ کی میٹنگ میں پاکیشیا کی پالیسی کو قبول کر لیا گیا ہے اور اس شخص کو اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے۔ اب یہ کون ہے کیا کرتا ہے یہ میں نہیں جانتا"۔

"معاملے کو غیر سنجیدہ شکل دے دی گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اعلیٰ حکام نے اسے نظر انداز کیوں کیا ہے"۔

"غالباً اس کی بنیاد یہ ہے کہ پاکیشیا اس سلسلے میں بالکل غیر جانبدار ہے اس کی طرف سے تمام تفصیلی رپورٹ مہیا کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ شاید ایک اچھے تعاون کے لئے دونوں حکومتیں اس پر تیار ہو گئی ہوں"۔

"اور اس کے لئے پاکیشیا نے اپنی ون مین آرمی بھیجی ہے"۔ بریگیڈیئر ہشام نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ جمشید صمدانی اس بار ہنس پڑا تھا لیکن باقی لوگ سنجیدہ ہی رہے تھے۔ البتہ ان کی نگاہوں میں تیکھا پن پیدا ہو گیا تھا۔

"ون مین آرمی پر میں ہنس رہا ہوں، آنے والا، اب میں آپ سے کیا عرض کروں....."

"آپ اس سے تعاون کر رہے ہیں"۔

"ابھی تو میں نے اسے مہمان بنایا ہے۔ ایئرپورٹ پر میں نے سادہ لباس میں اسے خوش آمدید کہا اور پروٹوکول کے مطابق اسے گلے لگایا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آپ یقین کیجئے میں تو ششدر رہ گیا تھا۔ میں نے حیرت سے اسے دیکھا اس کی آنکھوں سے باقاعدہ آنسو بہہ رہے تھے اور رخسار تر ہو رہے تھے۔ بہر حال اس وقت تو میں کچھ نہیں سمجھ سکا، کار میں بٹھا کر ایئرپورٹ سے لاتے ہوئے میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا آپ میرے ماموں جان کے ہمشکل ہیں۔

میں نے پوچھا کہ آپ کے ماموں کا ہمشکل اگر ہوں بھی تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ ماموں جان ایک ہوائی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔ بہر حال میں نے افسوس کا اظہار کیا اور اس سے پوچھا کہ اس ہوائی حادثے کو کتنا عرصہ ہوا ہے تو کہنے لگا کہ ابھی ہوا نہیں ہے۔ ظاہر ہے مجھے حیرت ہونی چاہیئے تھی جناب، میں نے کہا اگر ہوائی حادثہ ہوا نہیں ہے تو کیا ماموں جان زندہ ہیں۔ اس نے کہا کہ ہاں وہ زندہ ہیں تو پھر میں نے پوچھا کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے اور ہوائی حادثہ اگر ہوا ہی نہیں ہے تو پھر وہ کیسے شکار ہو گئے ہیں تو جواب میں اس نے کہا کہ اس نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ماموں جان اس سے بچھڑ گئے ہیں اور وہ اپنے ماموں جان سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر سسکیاں لینے لگا تھا۔ کسی طرف سے ہنسی کی آواز ابھری تو بریگیڈیئر ہشام نے گھور کر ادھر دیکھا اور بولا۔

"بہر حال میں اس بارے میں اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہتا یہ بڑے لوگوں کے معاملات ہیں البتہ کیونکہ اس معاملے کو میں خود بھی ہینڈل کر رہا ہوں۔ اس لئے مسٹر جمشید صمدانی کم از کم اتنا ضرور کرنا ہے مجھے کہ میں اس شخص کا ٹیسٹ لوں گا۔ یہ اندازہ لگاؤں گا کہ وہ ہمارا کام کرنے کے قابل ہے بھی یا نہیں، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ یہ وقت ضائع کرنے کی کوشش ہے اگر صرف ایک آدمی کو ایک اتنے اہم مسئلے کے سلسلے میں بھیجا گیا ہے تو اندازہ تو ہمیں فوراً ہی لگا

لینا چاہئے"۔

"میرے لئے کیا حکم ہے بریگیڈیئر ہشام"۔

"آپ براہ کرم میرے ساتھ تعاون کیجئے گا کیونکہ اس شخص کا تعلق آپ سے ہی ہے۔اسے کونسے ہوٹل میں ٹھہرایا گیا ہے"۔اور جمشید صمدانی نے ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر وغیرہ بڑی تفصیل سے بریگیڈیئر ہشام کو بتایا تھا۔اس کے بعد کافی دیر تک اس کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی تھی۔

لیڈی غزالہ فرزندہ، فیرون کے دولت مند حلقوں میں بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ اس کا ماضی کیا تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا لیکن اس کا حال بے حد شاندار تھا۔ ایک عالی شان محل نما کوٹھی میں رہتی تھی۔ درجنوں خادمائیں اس کے اردگرد رہا کرتی تھیں۔ اس شان و شوکت سے زندگی بسر کرتی تھیں، کہ دیکھنے والے رشک کریں۔ شوہر کے انتقال کے بعد اسے ایک بیوہ کی حیثیت حاصل ہوئی تھی اور حکومت آئرون نے اسے بڑی مراعات دی تھیں اس کی کوٹھی پر باقاعدہ سیکورٹی گارڈ ہوتے تھے اور اس کی دولت کے ذرائع نامعلوم تھے۔ لیکن یہ بات بہت کم حلقوں میں جانی جاتی تھی بلکہ شاید ہی چند افراد کو اس کا علم ہو گا کہ غزالہ درحقیقت ایک سرکاری اہمیت کی حامل ہے اور کچھ پراسرار معاملات اس کے سپرد کئے گئے ہیں جنہیں وہ سرانجام دیتی ہے۔ بہرحال اس وقت بھی وہ اپنی ایک خاص ملازمہ کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوئی تھی۔ ویسے تو شکل و صورت میں بھی بے مثال تھی،

لیکن اس نے اپنی کوٹھی میں جو میک اپ آرٹسٹ رکھی ہوئی تھی وہ اس پر شدید محنت کرتی تھی اور اس کی شخصیت کو اس نے ایک ایسا روپ دے دیا تھا جو لاجواب تھا۔ ہوٹل کے ہال میں داخل ہوئی تو بہت سی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔ ان نگاہوں میں محبت اور حسن کی قبولیت کے آثار تھے۔

عزالہ نخوت سے آگے بڑھتی رہی اور اپنی میز پر پہنچ گئی، اس نے خاص طور سے اس میز کو مخصوص کرایا تھا اور بات سمجھ میں آ رہی تھی دوسری میز پر بیٹھا ہوا نوجوان بلاشبہ دلکش شخصیت کا مالک تھا، وہ تنہا بیٹھا ہوا تھا اور اس کے انداز میں شہزادوں کی سی شان تھی۔ اس کے سامنے مشروب کے برتن رکھے ہوئے تھے اور وہ لاابالی انداز میں کبھی کبھی گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیتا تھا۔ لیڈی عزالہ نے اپنی کرسی اس کے عین سامنے رکھی تھی اور وہ اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ نوجوان بے خیالی کے انداز میں بیٹھا ہوا تھا، یوں لگتا تھا کہ جیسے خلا میں گھور رہا ہو یا اس کی حسین آنکھیں بے نور ہوں۔ اچانک اس نے گلاس اٹھایا اور کان سے لگا لیا، وہ گلاس کو جھکاتا رہا اور اس کے ہونٹ اس انداز میں ہلتے رہے جیسے وہ مشروب کو اپنے ہونٹوں میں سمیٹ لینا چاہتا ہو۔ گلاس جھکانے سے مشروب اس کے کان کے پاس گر کر بہنے لگا، تو وہ جلدی سے سیدھا ہو گیا اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گلاس کو دیکھا اور پھر ہاتھ سے اپنی گردن کو ٹٹولا۔ پھر برا سا منہ بنا کر گلاس میز پر رکھا اور جیب سے رومال نکال کر گردن صاف کرنے لگا۔ لیڈی

عزالہ بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عزالہ نے کہا

"یہ کیا ہوا......"

"کیا ہوا مادام......"

"اس نے مشروب کو اٹھا کر کان سے لگا لیا"۔

"کان سے......"

"ہاں"۔

"مگر کیوں"۔

"غالباً وہ اسے کان سے پینا چاہتا ہو گا"۔

"ارے توبہ توبہ، کیا واقعی"۔

"نہیں گھومنے کی کوشش مت کرو، اس انداز میں اسے نہیں دیکھنا چاہیئے"۔ لیڈی عزالہ نے ہنسی کو منتشر نہ ہونے کے لئے اپنا رومال ہونٹوں سے لگا لیا۔ نوجوان نے کان وغیرہ صاف کیا اور پھر پریشان نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا، پھر اس نے پھرتی سے گلاس خالی کر ڈالا تھا، اسے خالی دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے گلاس کو آنکھ مار کر کچھ کہا۔

"یہ کیا چیز ہے آخر"۔

"دیکھوں تو پتہ چلے میڈم"۔

"تم اپنی کرسی کی ڈائریکشن تھوڑی سی بدل لو، وہ واقعی ایک انوکھی شخصیت ہے، ایسا لگتا ہے کہ جیسے..... جیسے"۔ لیڈی عزالہ ایک

ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔اس کی ساتھی لڑکی نے کرسی کو تھوڑا سا گھمالیا تھااوراس کے بعد ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔

"کیوں، کیا بات ہے تمہاری سانس بڑی معانی خیز ہے، حمیرا"۔

"واقعی بے حد دلکش ہے مادام"۔

"تو پھر اسے حاصل کر لو"۔

"نہیں مادام ایسا تو ممکن نہیں ہے"۔

"ویسے وہ کچھ بدحواس سا نوجوان ہے، کیا خیال ہے۔کیا تم اسے ہماری میز پر لا سکتی ہو"۔

"آپ حکم دیجئے"۔

"حکم دیا"۔لیڈی عزالہ نے اپنی خادمہ سے کہااور وہ فوراً ہی کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔چند لمحوں کے بعد وہ نوجوان کے سامنے تھی۔

"ہیلو"۔

"نہیں ہلا جاتا"۔نوجوان نے جواب دیا۔

"نہیں، میرا مطلب ہے میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں"۔

"کہتی رہیئے اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔نوجوان لاپرواہی سے بولا۔

"جی"۔ملازمہ نے حیرانی سے کہا۔

"آپ کون ہیں اور کیا چاہتی ہیں"۔

"ادھر دیکھئے"۔

"کدھر"۔

"سامنے"۔
"تو تمہارا کیا خیال ہے میری آنکھیں کیا سر کے پچھلے حصے میں لگی ہوئی ہیں"۔
"کیا آپ نے خانم غزالہ فرزندہ کو دیکھا"۔
"میرا کوئی فرزند نہیں ہے"۔ نوجوان نے کہا۔
"نہیں وہ جو سامنے بیٹھی ہیں"۔
"انہیں تو میں بہت دیر سے دیکھ رہا ہوں"۔
"کیا آپ ان کی شخصیت سے متاثر نہیں ہوئے"۔
"میں عورتوں کو تل کر نہیں کھاتا"۔
"جی"۔
"میرا مطلب ہے کہ میں صرف بھینس کا گوشت کھاتا ہوں"۔
"آپ نا جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں جناب"۔
"لڑو گی مجھ سے"۔
"ارے نہیں نہیں، خانم غزالہ نے آپ کو طلب کیا ہے"۔
"کیا وہ میری مالکہ ہیں"۔
"نہیں، آپ سے متاثر ہیں وہ"۔
"تو آپ کا کیا خیال ہے ان کے بارے میں"۔
"وہ بہت بڑی شخصیت کی مالک ہیں"۔
"اور اگر میں آپ سے کہوں کہ ان سے بڑی شخصیت آپ کی ہے تو"۔
نوجوان نے کہا اور ملازمہ ایک لمحے کے لئے دھڑک اٹھی۔ نوجوان

واقعی بہت خوبصورت تھا اور وہ اسے جو جملے کہہ رہا تھا وہ بھی عجیب سے تھے، وہ بولی۔

"میں تو ان کی ملازمہ ہوں"۔

" چھوڑ دیجئے ان کی ملازمت، ان سے دس گنا معاوضہ میں آپ کو دوں گا۔ آیئے بیٹھئے، آپ ان سے کہیں زیادہ حسین ہیں"۔

' پلیز آپ ان کی میز پر چلیئے"۔

" نہیں، میں نہیں جا سکتا۔ آپ اگر بیٹھنا چاہیں تو یہاں بیٹھیں۔ پیشکش میں نے آپ کو کر دی ہے"۔ ملازمہ نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد واپس مڑ گئی۔ لیڈی غزالہ ملازمہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ملازمہ ایک گہری سانس لے کر بیٹھ گئی۔

" وہ تو بہت عجیب ہے مادام"۔

" کیا گفتگو ہوئی اس سے"۔

" اس نے آپ کی پیشکش ٹھکرا دی"۔

" اچھا، کیا کہا اس نے"۔ اور جواب میں ملازمہ نے وہ تمام گفتگو دوہرا دی۔ لیکن غزالہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے اپنے پرس سے چھوٹی سی چٹ نکالی، پھر اس پر کچھ لکھا اور ویٹر کو قریب آنے کا اشارہ کر دیا، ویٹر قریب آیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

" یہ چٹ اپنے مینجر کو دے دو"۔

" یس میڈم"۔ ویٹر نے ادب سے گردن خم کی اور چٹ لے کر چلا

گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی ویٹر واپس پلٹا اور نوجوان کی میز کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا آپ کے یہ برتن ہٹا دوں جناب"۔ اس نے سوال کیا۔

"یار، کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے"۔

"کیا"۔

"تمہارا یہ مشروب بہت تھوڑا سا تھا، ختم ہو گیا"۔

"تو میں اور پیش کئے دیتا ہوں جناب"۔

"پیش کر دو"۔ نوجوان نے کہا اور ویٹر معانی خیز انداز میں مسکراتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے وہ جگ دوبارہ بھر کر نوجوان کے سامنے گلاس کے ساتھ رکھ دیا اور خود ہی بڑے اہتمام سے مشروب کا گلاس بھر دیا۔ پھر وہ گردن جھکا کر چلا گیا تھا۔ نوجوان ماحول پر نظر ڈالتا ہوا مشروب کے گھونٹ لینے لگا۔ پھر اس نے چند ہی گھونٹ لئے تھے کہ اس کے پلک بوجھل ہونے لگے اور وہ آہستہ سے بولا۔

"رب کا شکر ادا کر بھائی جس نے ہماری بھینس...... بھینس"۔ اس کی آنکھیں جھکتی چلی گئیں اور پھر اس نے اپنی پیشانی میز سے ٹکا دی۔ ویٹر جلدی سے اس کی میز کے پاس آیا تھا۔

"جناب عالیٰ...... جناب عالیٰ"۔ لیکن جناب عالیٰ تو انتا غفیل ہو گئے تھے۔ ویٹر نے ادب سے برتن اٹھائے اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو نوجوان آئے انہوں نے ہوٹل کے عملے کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ہوٹل

کے عملے کے لباس میں ملبوس ان دونوں افراد نے نوجوان کو بغلوں میں ہاتھ ڈال کر سہارا دیا اور اسے لئے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ نوجوان اب واقعی بالکل ہی بے سود ہو گیا تھا۔ عملے کے لباس میں ملبوس افراد نے نوجوان کو باہر لے جا کر ایک انتہائی خوبصورت کار میں بٹھایا اور فوراً ہی چند افراد کار کے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے اسٹیرنگ سنبھالا، باقی نوجوان کو سنبھال کر بیٹھ گئے اور کار اسٹارٹ ہو کر ہوٹل کے پارکنگ لاٹ سے باہر نکل آئی۔ جبکہ اندر موجود لیڈی عزالہ کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور ملازمہ حیران نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ تعجب سے کہنے لگی۔

"یہ کیا ہوا"۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے ہماری مرضی سے ہوا ہے اور ہماری دعوت نہ قبول کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے"۔ ملازمہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ نجانے کیوں اسے ایک دکھ کا سا احساس ہوا تھا، نوجوان واقعی بہت معصوم شخصیت کا مالک تھا لیکن وہ اپنی مالکہ کے بارے میں بھی جانتی تھی۔ بہت بڑی شخصیت کی مالک تھی اور کوئی اس کی دعوت ٹھکرا دے۔ اب نجانے بے چارے کے ساتھ کیا سلوک ہو گا، ایک لمحے کے لئے وہ غمزدہ سی ہو گئی، لیکن پھر دوسرے لمحے اس نے اپنا ذہن جھٹک دیا۔ بہرحال اسے بھی اپنی زندگی عزیز تھی۔

عمران کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس وقت کس موڈ میں ہے۔ منصوبے کے مطابق وہ آئرون پہنچ گیا تھا۔یہاں ایک آئرونی آفیسر نے اس کا استقبال کیا تھا۔ یہ منصوبہ عمران نے سر سلطان سے مل کر بنایا تھا۔ سر سلطان نے اس سے اس موضوع پر تفصیلی بات چیت کی تھی اور اس تمام بات چیت کے نتیجے میں یہ طے پایا تھا کہ عمران تنہا ہی وہاں جائے اور جا کر صورتحال کا جائزہ لے۔ بہر حال اب اہم مسئلہ تھا لیکن عمران اپنی شخصیت سے نہیں ہٹ سکتا تھا۔یہاں کے ایک افسر اعلیٰ نے اس کا استقبال کیا۔ جس کا نام جمشید صمدانی تھا۔ جمشید صمدانی سے مکمل تعارف ہونے کے بعد عمران کو اندازہ ہو گیا کہ جمشید صمدانی ایک شاندار شخصیت کا آفیسر ہے۔ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں عمران کے قیام کا بندوبست کیا گیا۔ جمشید صمدانی نے اس سے سوال بھی کئے تھے اور عمران نے کہا تھا کہ

وہ اپنے طور پر کسی ایسی جگہ قیام کرنا چاہتا ہے۔ جہاں وہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے رہ سکے۔ ضرورت پڑنے پر وہ ان لوگوں سے رابطہ قائم کرے گا۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں اس نے اپنی شخصیت کے اہم مظاہرے تو نہیں کئے تھے۔ لیکن جو کچھ اس کی شخصیت میں تھا اسے تو وہ ختم نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ بہت سے ایسے واقعات اس مختصر قیام کے دوران ہو چکے تھے۔ جو لوگوں کے لئے باعث دلچسپی ہوں۔ لیکن بہر حال اس کے باوجود عمران اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ اس وقت بھی وہ ڈائننگ ہال میں موجود تھا اور ان خوبصورت لڑکیوں نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ عمران نے تو صحیح معنوں میں غور بھی نہیں کیا تھا کہ خانم غزالہ فرزندہ کس عمر کی خاتون ہیں یا انہوں نے اسے اپنی میز پر کیوں طلب کیا ہے۔ بہر حال کوئی اہمیت کی حامل بات نہیں تھی۔ لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا وہ بیشک اہمیت رکھتا تھا۔ وہ نجانے کتنی دیر تک غیر شعوری طور پر سفر کرتا رہا۔ لیکن جب آنکھ کھلی تو ایک عجیب قسم کا شور سنائی دیا۔ شور کے ساتھ ہی اس کا جسم بھی ہل رہا تھا۔ کچھ لمحات تو ذہن سائیں سائیں کرتا رہا حواس واپس آنے لگے۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے ہلتے ہوئے جسم اور شور پر غور کیا اور اسے چند ہی لمحوں کے بعد اندازہ ہو گیا کہ یہ آواز اسٹیمر کے انجن کے علاوہ اور کسی چیز کی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح ہلتے ہوئے جسم کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اسٹیمر اور اس کی یہاں موجودگی، پھر قریب ہی کسی کے گفتگو کرنے کی

آواز سنائی دی تھی تو وہ چونک پڑا۔ گفتگو کرنے والے زیادہ دور نہیں تھے اس لیئے اس نے آنکھیں بند اور جسم ساکت رکھا۔ جب تک حالات کا اندازہ نہ ہو جائے آنکھیں کھول کر ہوش میں آنے کا اظہار نہ کیا جائے۔ پھر ہوش میں آنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ وہ فوراً ہی سمجھ گیا کہ وہ کن لوگوں کے درمیان میں ہے۔ واقعات چند لمحوں میں اسے یاد آگیئے تھے۔ بہرحال وہ خوش تھا کہ کم از کم کسی چیز کا آغاز تو ہوا۔ کسی نے یہ تو سوچا کہ وہ کون ہے۔ یہ تمام باتیں سامنے آجائیں گی پھر اس نے اپنے منصوبے کے تحت ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ آنکھیں کھول دیں اور اس کے قریب بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ تعداد میں تین تھے۔ تینوں کے چہرے اجنبی تھے اور ان کے جسموں پر لباس بھی اچھے ہی تھے۔

"ہوش میں آگیا"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں۔ اب سفر بھی ختم ہونے والا ہے"۔

"میرے خیال میں ہاتھ پاؤں باندھ دو۔ کوئی حرکت نہ کرے"۔ تیسرے نے کہا اور باقی اٹھ گیئے۔ پھر اسے اٹھایا گیا اور اس کے ہاتھ پشت پر کس دیئے گیئے۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ جب ہاتھ باندھے جا رہے ہوں تو انہیں کون سے زاویے سے رکھا جائے کہ رسی کے بل نکالنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ چنانچہ اس نے سکون سے ہاتھ بندھوا لیئے اور خاموشی سے ان لوگوں کی صورتیں دیکھنے لگا۔ چند لمحات خاموش رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔

" بھائی جان۔ پیارے بھائی جان "۔ اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

" کیا خالہ جان انگلینڈ سے واپس آگئیں "۔ اس نے پوچھا۔

اور جس شخص کو مخاطب کرکے اس نے یہ سوال کیا تھا اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوگئے اور وہ بے اختیار بولا۔

" کون خالہ جان......"

" ممانی جان کی نند کی پھوپھی کی منجھلی بیٹی "۔ عمران نے جواب دیا۔

" کیا بکواس کر رہے ہو "۔

" خیر اب اتنی بری بھی نہیں ہیں جتنی تم سمجھ رہے ہو "۔ عمران منہ بنا کر بولا۔

" کون......"

"خالہ جان کی بات کر رہا ہوں "۔

" ہونہہ۔ گڈ، اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے آپ کو بیوقوف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو "۔

"خالہ جان کا بیوقوفی سے کیا تعلق ہے "۔ عمران نے تعجب بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جو کچھ بھی تعلق ہے تمہیں اس کا پتا چل جائے گا "۔

" پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ ماموں عبدالقدوس۔ کیا تم خالہ جان سے کسی بات پر ناراض ہو گئے ہو "۔

"یہ کیا بکواس کر رہا ہے"۔اس شخص نے دوسرے آدمی سے کہا جو دلچسپی سے عمران کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا خاموش رہنا ہی مناسب ہے۔ تمہیں معلوم ہے ہمیں اس سے گفتگو کرنے کی اجازت نہیں ہے"۔دوسرے آدمی نے کہا اور پہلے شخص نے جیسے خود کو ایک دم سنبھال لیا۔ وہ خاموش ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد عمران نے محسوس کیا کہ اسٹیمر کی رفتار سست ہونے لگی ہے۔ پھر وہ رک گیا۔ ان تینوں میں سے ایک شخص باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر اس نے کہا۔

"سب ٹھیک ہے"۔

"اٹھو"۔دونوں آدمیوں نے عمران کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ عمران نے کوئی مدافعت نہیں کی تھی۔ پھر وہ اسے اسٹیمر کے کیبن سے باہر لائے۔ تھوڑے فاصلے پر ساحل نظر آرہا تھا۔ یہ ایک سنسان ساحل تھا جس کے قریب ایک بڑی وین کھڑی ہوئی تھی۔ اسے گھٹنوں گھٹنوں پانی سے گزار کر اوپر تک لایا گیا اور پھر اس کے بعد وین میں بیٹھنے کی ہدایت کی گئی۔ لیکن عمران کی عقابی نگاہوں نے وین کی نمبر پلیٹ پر نظر ڈالی تھی اور نمبروں کو ذہن نشین کر لیا تھا۔ بہر حال وین کا سفر بھی شروع ہو گیا۔ راستوں کو ذہن میں رکھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تھی۔ اس لئے اس نے آنکھیں بند کر لیں اور خاموشی سے یہ سفر کرتا رہا۔ پھر وین شاید کسی عمارت کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔ چوڑی سیڑھیوں کے نزدیک اسے اتارا گیا اور وہ ان لوگوں کی ہدایت

پر سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ اس نے گردن گھما کر عمارت کی صورت دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ پھر ایک بڑے سے ہال میں کچھ اور لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور عمران نے ایک گہری سانس لی۔ غالباً کوئی اہم صورتحال شروع ہونے والی تھی۔ پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مسٹر علی عمران"۔

"مم۔ معافی چاہتا ہوں بھائی جان کیا آپ چھوٹی پھوپھی کے سسرال والے ہیں"۔ عمران نے سوال کیا۔

"کیا مطلب......"

"چھوٹی پھوپھی کا سسرال والوں سے جھگڑا چل رہا ہے۔ لیکن آپ لوگ یقین کر لیجئے کہ میں نے کبھی آپ لوگوں کے معاملات میں دخل نہیں دیا۔ آخر آپ مجھے اس طرح کیوں یہاں لے آئے ہیں"۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ جو کوئی بھی ہیں مسٹر علی عمران۔ آپ کے بارے میں تفصیلات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔ ویسے ہمیں یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔ آپ نوجوان ہیں اور دنیا بہت خوبصورت۔ اس دنیا میں زندگی گزارنے کی خواہش کس دل میں نہیں ہوگی"۔

"میرے دل میں تو بہت زیادہ ہے۔ ابا جان سے کہہ دیا تھا میں

نے کہ میری شادی کر دیں۔ بس چھوٹے چھوٹے بچے، چھوٹے چھوٹے بہت پیارے لگتے ہیں مجھے"۔

"میرا یہی مطلب ہے کہ آپ کو ایک بہتر زندگی گزارنے کے لئے ہم سے تعاون کرنا ضروری ہے۔ اب آپ ایسا کریں کہ آرام کریں۔ اس کے بعد آپ کی پیشی ہوگی اور آپ سے سوالات کئے جائیں گے"۔

"بہت بہتر۔ بہت بہت شکریہ۔ آپ میرا انٹرویو لینے والے ہیں لیکن اباجان نے تو مجھے بتایا تھا کہ وہ کہیں میرا رشتہ چلا رہے ہیں۔ لیکن ارے باپ رے ......" عمران کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے۔

"کیوں کیا ہوا"۔ ان میں سے ایک نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یعنی۔ یعنی یہ سسرال اگر مم میری ہے تو آگے چل کر کیا ہوگا۔ آپ تو ابھی سے مجھے ہاتھ باندھ کر لائے ہیں"۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ آپ کو تھوڑی دیر کے لئے موقع دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ذرا آپ کے ساتھ دلچسپ نشست رہے گی۔ چلو انہیں اوپر لے جاؤ"۔ پھر وہ لوگ عمران کو لے کر ایک اوپری کمرے میں آ گئے۔ عمارت بہت شاندار تھی اور وہ کمرے بے حد خوبصورت۔ جہاں اسے بند کر دیا گیا تھا۔ ضرورت کی تمام چیزیں یہاں موجود تھیں۔ اندر لا کر اس کے ہاتھ بھی کھول دیئے گئے تھے۔ وہ لوگ دروازہ باہر سے بند کر گئے۔ لیکن عمران نے آگے بڑھ کر اسے اندر سے بھی بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ خوبصورت کمرے

میں فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ چاروں طرف سے بند تھا صرف چھت کے قریب روشندان تھے۔ جو اتنے بڑے نہیں تھے کہ ان میں سے انسانی جسم باہر نکل سکے۔ بہرحال ابھی فرار کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس نے چند لمحات انتظار کیا اور اس کے بعد کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ خوبصورت مسہری کے ساتھ اس پر بچھے ہوئے گدے پر سے اسے بنانے والی کمپنی کا نام معلوم ہوا۔ دروازے پر لگے ہوئے لاک پر بھی اس نے کمپنی کا نام تلاش کیا۔ ایک طرف رکھی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے کاغذات، قلم، دوات کے ساتھ نجانے وہ ان چیزوں سے کیسا نتیجہ اخذ کرنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور آرام سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اب اس کے ذہن میں یہ تصور آرہا تھا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے اسے اس طرح وہاں سے اغوا کیا ہے۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ لاپرواہی سے دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔ لیکن اچانک ہی اسے دروازے کے بند ہونے کا خیال آیا اور برق رفتاری سے اس نے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے کھول دیا اور پھر اتنی ہی تیزی سے واپس اپنی جگہ جا بیٹھا۔ دروازہ کھولنے والے اندر آگئے۔ ان میں ایک جانا پہچانا چہرہ تھا اور دوسرا اجنبی، ایک آدمی کو وہ ابھی کچھ دیر قبل دیکھ چکا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ آنے والا آدمی انتہائی لمبی چوڑی جسامت کا مالک تھا اور چہرے سے ہی بے حد خطرناک لگتا تھا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں عمران کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہونہہ"۔اس نے غراہٹ کے ساتھ کہا "اب کیا فیصلہ کیا ہے تم نے......"

"یہی کہ اگر بالکل ہی مجبوری ہو گئی تو شادی کر لوں گا"۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔

"سنا ہے کہ تم بہت زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو"۔ دیو قامت آدمی نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تو نہیں کر رہا کوشش۔ لیکن تم لوگوں نے جس طرح میری شادی کا فیصلہ کیا ہے یہ بات بے حد خطرناک ہے۔آخر ہمیں، میرا مطلب ہے مجھے اور میری بیوی کو محبت سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ گزارا کرنا ہوگا"۔

"تم اس مسخرے پن سے اب اپنی جان نہیں بچا سکتے مسٹر علی عمران"۔

"اماں کمال کرتے ہو۔جان بچا کون رہا ہے۔میں شادی کے لئے تیار ہوں"۔

"ٹھیک ہے میں اس کی شادی اچھی طرح کرا دوں گا"۔دیو قامت نے اپنے ساتھیوں کی جانب رخ کر کے کہا۔

"اس سے تمام تر معلومات حاصل کرنا ضروری ہیں یہ ہدایت ہیڈ کوارٹر سے دی گئی ہے"۔

"میں اسے یہاں سے اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں"۔

"جو کچھ بھی ہو لیکن ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے جو

اطلاعات ہمیں موصول ہوئی ہیں ان کے تحت یہی واحد شخص ہے جو یہاں پہنچا ہے"۔

" ٹھیک ہے، ٹھیک ہے "۔ دیو قامت آدمی نے کہا اور پھر اپنی جیب سے اس نے ایک ریشمی ڈوری نکالی۔ دوسرے آدمی نے پسٹول نکال کر اس کا رخ عمران کی جانب کر دیا تھا۔ لیکن عمران نے خاموشی سے ہاتھ بندھوا لیئے۔ البتہ ان بندشوں کو اس نے اپنی ٹیکنیک کے مطابق رکھا تھا۔ یعنی جب بھی ضرورت پیش آئے یہ ہاتھ آزاد ہو جائیں۔ وہ لوگ اسے باہر لائے اور ایک بار پھر اسی بند گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ اس بار وہ دیو ہیکل شخص عمران کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وین کی اگلی سیٹ پر صرف ڈرائیور تھا۔ یہ دیو ہیکل آدمی چہرے سے بے حد خطرناک نظر آتا تھا۔ اس وقت وہ وین میں تنہا بھی تھا لیکن عمران اس وقت تک کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک کہ اسے صحیح صورتحال کا علم نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھی اور یہ سفر صبر و سکون سے طے کیا۔ وہ لوگ مسلسل اسے نچائے نچائے پھر رہے تھے۔ اس بار اسے بلندی پر بنی ہوئی ایک عمارت میں لے جایا گیا۔ وین کی چڑھائی سے اس نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ یہ ایک ویران عمارت تھی اور شاید اس کی دیکھ بھال بھی نہیں ہوتی تھی کیونکہ عمارت کے صحن میں لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی۔ دروازہ بھی بوسیدہ تھا۔ دیو ہیکل آدمی نے اسے نیچے اتارا۔ پھر وین کی فرنٹ سیٹ سے ایک آدمی نیچے اترا۔ اس نے پسٹول نکال کر عمران کو کور کیا اور

پھر وہ آگے بڑھنے لگے ۔ بوسیدہ دروازے سے اندر داخل ہو کر وہ ایک پرانے طرز کے ہال میں پہنچ گئے ۔ جہاں معمولی سا فرنیچر پڑا ہوا تھا ۔ لیکن اس کے علاوہ وہاں اور بھی بہت کچھ تھا ۔ اذیت دینے کا سامان، ہال کی زینت بڑھا رہا تھا ۔ دیو ہیکل آدمی نے دروازہ بند کر دیا اور پھر بڑے خوفناک انداز میں اس نے کوٹ اتار کر ایک طرف اچھال دیا ۔ آستینوں کے بٹن کھولے ۔ آستینیں اوپر چڑھائیں اور اس کے انتہائی مضبوط بازو نمایاں ہو گئے وہ غالباً عمران پر اثر ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا ۔ پھر اس نے خوفناک نگاہوں سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا ۔

" کیا خیال ہے دوست ۔ تم فیصلہ کر چکے ہو گے " ۔ اس نے طنزیہ لہجے کہا ۔

" ہاں " ۔ عمران ایک گہری سانس لے کر بولا ۔

" کیا فیصلہ کیا ہے تم نے " ۔

" یہی کہ تمہارے کہنے سے شادی کر لوں " ۔

" دیکھو ۔ اگر اس کے بعد بھی تم نے فضول باتوں میں وقت ضائع کیا تو اپنی ان فضول باتوں پر زندگی بھر پچھتاؤ گے " ۔

" شادی، ایک پچھتاوے کا نام ہوتا ہے ۔ مفکروں نے تو یہی کہا ہے " ۔

" شادی ۔ شادی ۔ شادی ۔ میں کہتا ہوں، تم اپنی حقیقت بتاؤ " ۔

" بس یوں سمجھ لو ابھی تو باپ کا دیا کھاتا ہوں ۔ خود کسی کام کا آغاز نہیں کیا لیکن تمہاری لڑکی کو خوش رکھنے کی ذمہ داری قبول کرتا

ہوں"۔

"اس کا مطلب ہے تم اس طرح نہیں مانو گے"۔

"تو اور کیا کروں۔ایک تو ہاتھ پیچھے باندھ رکھے ہیں اوپر سے پتا نہیں کیا رٹ لگائے ہوئے ہو سسر صاحب"۔

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے"۔

"جانکی بائی آگرے والی سے۔ویسے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اسے آنٹی کہتا تھا اور میرا اس سے بس اتنا ہی تعلق تھا۔یعنی آنٹی اور بھتیجے کا"۔عمران نے جواب دیا اور طاقتور آدمی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔لیکن اب عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی کھیل شروع ہونے والا ہے۔چنانچہ ہاتھوں کی رسیاں ڈھیلی ہوئیں اور اس کے بعد پیروں کے قریب گر پڑیں پھر پستول سے اسے کور کرنے والے نے ان رسیوں کو دیکھ لیا اور ایک لمحے کے لئے اس کے منہ سے ایک حیرانی کی سی آواز نکلی لیکن عمران نے اسی پر بس نہیں کیا تھا۔بلکہ تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی ایک تپائی پر اس نے ٹھوکر ماری اور اس طرح نپی تلی ٹھوکر ماری کہ تپائی اچھل کر پوری قوت سے پستول پر پڑی اور پستول والے کے منہ سے چیخ نکل گئی۔پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا۔اس نے حیران نگاہوں سے عمران کو دیکھا۔تو عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اگر تم نے دوبارہ پستول اٹھانے کی کوشش کی تو میں تمہارے دونوں ہاتھ ناکارہ کر دوں گا"۔عمران کی آواز میں بے پناہ غراہٹ

تھی۔ ادھر وہ دیو ہیکل آدمی جس کی آنکھیں غصے سے خون اگل رہی تھیں اسے اپنی توہین سمجھ کر عمران کی جانب بڑھنے لگا۔

" دیکھو۔ آخری وارننگ دے رہا ہوں۔ اب میں نہیں تم بولو گے۔ تم مجھے بتاؤ مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کر کے کیوں لایا گیا ہے۔ لیکن اگر تم نے اس کے علاوہ کوئی اور حرکت کی تو پھر جو کچھ ہوگا میں کہہ چکا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر ہی ہوگی "۔ لیکن موٹے آدمی کو اپنی طاقت پر ناز تھا وہ بری طرح جھلا رہا تھا اور اسی جھلاہٹ میں وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر عمران کی جانب بڑھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اگر کوئی سمجھدار لڑاکا ہوتا تو اس وقت اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کرتا لیکن عمران سمجھدار آدمی تھا ہی کہاں۔ موٹا آدمی جیسے ہی اس کے قریب آیا عمران نے اس کی گردن گرفت میں لی اور ایک دم نیچے گر پڑا۔ دوسرے لمحے عمران نے اسے جوتے کی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ لیکن موٹے آدمی نے اپنے طاقتور بازوؤں سے عمران کی کمر پکڑ لی۔ البتہ عمران نے جو کچھ کیا تھا، اس نے اس کا سر جکڑا کر رکھ دیا تھا۔ عمران کا دوسرا ہاتھ آزاد تھا۔ جس سے اس نے موٹے کی پشت پر ریڑھ کی ہڈی کے قریب ایک مخصوص ضرب لگائی اور موٹے آدمی کی چنگھاڑ سے پورا کمرہ گونج اٹھا۔ اس نے جلدی سے عمران کی کمر چھوڑی اور اپنی گردن اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ اس میں ناکام رہا تھا۔ پھر شاید وہ اپنی تکلیف بھول کر متحیرانہ انداز میں اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنے لگا۔

اسے یقین نہیں تھا کہ یہ سامنے موجود آدمی جس کی جسامت بس درمیانہ قسم کی ہے اس قدر طاقتور ہو سکتا ہے۔ دوسرے وہ آدمی جو اس کے ساتھ موجود تھے وہ بھی حیران نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہے تھے۔ پھر چند لمحوں کے بعد موٹے آدمی کی گردن اس طرح مڑی کہ وہ چت گر پڑا۔ عمران نے پھر اس کے دو تین ٹھوکریں رسید کر دی تھیں اور اس کے بعد شاید وہ بے ہوش ہی ہو گیا۔ لیکن اس دوران بقیہ افراد سنبھل گئے تھے۔ وہ شخص جس کے ہاتھ سے پستول گرائی تھی پستول کی جانب جھپٹا۔ لیکن صورتحال وہی ہوئی۔ عمران نے اچھل کر اس کی کلائی پر ٹھوکر ماری اور وہ اپنی بے اختیار چیخ کو نہ روک سکا۔

" میں نے تم سے کہا تھا کہ پستول اٹھانے کی کوشش کس قدر نقصان دہ ہو گی "۔ عمران نے اس کی گردن پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جھک کر اس آدمی کے دونوں ہاتھ پشت سے پکڑ لیئے پھر اس نے ان دونوں ہاتھوں کو ایک جھٹکا دیا اور نیچے پڑے ہوئے آدمی کے حلق سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے اسے ذبح کر دیا گیا ہو۔ وہ کرب سے مسلسل چیخ رہا تھا۔ اس کے دونوں بازو کندھوں کے پاس سے اکھڑ گئے تھے۔

" اور اب اگر تم نے آواز بند نہ کی تو میں تمہاری گردن دبا دوں گا سمجھے "۔ عمران نے اس کے شانے پر گھٹنا رکھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" نہیں۔ نہیں۔ خدا کے لیئے ایسا مت کرو "۔ وہ خوف سے چیخا۔

" تب مجھے بتاؤ کہ یہ کیا کھیل ہے "۔

" مم۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ یقین کرو میں کچھ نہیں جانتا۔ میں تو ایک معمولی سا آدمی ہوں "۔

" ان لوگوں کے بارے میں ضرور جانتے ہو گے "۔ عمران نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

" مم۔ میں۔ دیکھو۔ دیکھو "۔ کرب میں مبتلا آدمی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" دروازہ بند ہے اور تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا اور جب تک کوئی آیا تم موت کی نیند سو چکے ہو گے "۔ عمران نے اس کے ٹوٹے ہوئے بازوؤں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ بلبلا اٹھا۔ لیکن اسی وقت روشندان سے کوئی چیز نیچے پھینکی گئی جسے عمران نہیں دیکھ سکا تھا۔ یہ شیشے کا ایک سفید گولہ تھا جو نیچے گرتے ہی پھٹ گیا اور اس میں سے سفید دھوئیں کا ایک مرغولہ اٹھا۔ عمران کو اپنی سانس پر زبردست دباؤ کا احساس ہوا تھا۔ وہ سانپ کی طرح پلٹا لیکن دھواں انتہائی سریع الاثر تھا۔ اس کا دماغ چکرا گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑی اور پھر آہستہ آہستہ اس کے حواس پر دھند چھا گئی۔

ہوش میں تو آنا ہی تھا اور ہوش آنے کے بعد اگر ماحول بدلا ہوا نہ ہوتا تو حیرت کی بات ہوتی۔ یہ بھی ایک کمرہ تھا لیکن وہ نہیں۔ جس میں عمران بے ہوش ہوا تھا۔ اس کے برعکس یہ کمرہ خاصا گندا اور متعفن تھا۔ اس کی ایک سمت موٹے سوراخوں والا کٹہرا لگا ہوا تھا۔ جس کی باہری سمت میں تالا لٹکا ہوا تھا۔ خود عمران کے بدن کے نیچے ایک بدبو دار کمبل بچھا ہوا تھا۔ جس کی بدبو محسوس کر کے وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنا لباس دیکھا۔ لباس وہی تھا جو اس نے اپنے جسم پر پہنا ہوا تھا۔ لیکن یہ جگہ کون سی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی۔ حالات واقعی بڑے عجیب تھے۔ ایک انوکھی پراسراریت، ایک عجیب سا ماحول۔ وہ آہستہ آہستہ سلاخوں کے نزدیک آگیا۔ باہر اسے کچھ لوگ نظر آئے۔ جو ایک مخصوص قسم کی وردی میں تھے۔ یہ نجانے کون سے ملک کے باشندے تھے۔ بہرحال

عمران نے تعجب سے پلکیں جھپکائیں۔ پھر اس نے زور زور سے کٹہرا بجایا اور مسلح وردی پوش اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ پانچ آدمی اس کے سامنے آ گئے تھے لیکن ان سب کے چہروں پر شدید نفرت کے آثار تھے۔ عمران انہیں گھورتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کون سی جگہ ہے"۔ لیکن ان لوگوں میں سے کسی نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ نفرت بھری نگاہوں سے اسے گھورتے رہے تھے۔ تب اس نے پھر ان سے یہی سوال دوہرایا۔ لیکن وہ لوگ صرف اسے گھورتے رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے سے کچھ کہا۔ الفاظ عمران کی سمجھ میں نہیں آسکے تھے۔ لیکن وہ آدمی جس سے کچھ کہا گیا تھا تیزی سے ایک جانب چل پڑا۔ باقی چار اسے کڑی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص اس آدمی کے ساتھ واپس آیا۔ اس کے بدن پر بھی وردی تھی اور کچھ پھول لگے ہوئے تھے۔ تب چاروں آدمیوں نے اسے جگہ دے دی اور اس کے قریب پہنچنے پر اٹینشن ہو گئے۔ نئے آنے والا عمران کے سامنے آ کھڑا ہوا اور عمران نے کٹہروں کی سلاخیں پکڑ لیں وہ مضحکہ خیز نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا۔

"تم کیا کہانی سناؤ گے"۔ عمران نے کہا

"میں تمہیں تمہاری موت کی کہانی سناؤں گا۔ ذلیل کتے۔ تو نے ایک انتہائی نیک انسان کو قتل کیا ہے۔ ایک ایسے انسان کو جس سے میری پوری قوم محبت کرتی تھی۔ میری قوم کا مطالبہ یہ ہے کہ تجھے

اس کے حوالے کر دیا جائے۔ کاش اعلیٰ حکام قوم کی بات مان لیں"۔

"میں نے ہلاک کر دیا ہے"۔ عمران نے حیران لہجے میں پوچھا۔

اس شخص نے دانت پیستے ہوئے پسٹول نکال لیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ نفرت تھی۔ اسی وقت عقب سے بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے ایڑیاں بجائیں۔ پسٹول نکالنے والے نے پلٹ کر دیکھا۔ کئی آدمی چلے آ رہے تھے۔ اس نے دانت پیستے ہوئے عمران کو دیکھا اور پھر خود بھی پسٹول ہولسٹر میں لگا کر اٹینشن ہو گیا۔ سب سے آگے آنے والے دراز قد آدمی نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر چابی سے تالا کھول دیا۔ پیچھے آنے والوں نے اسٹین گنیں تان لی تھیں۔

"باہر آؤ"۔ نئے آنے والے نے بگڑی ہوئی آواز میں کہا اور عمران ایک گہری سانس لے کر باہر نکل آیا۔ پھر وہ اسٹین گنوں کی زد میں ایک طرف بڑھنے لگا۔ لمبا آدمی اس کے ساتھ تھا۔ وہ سب خاموشی سے ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ ہال کشادہ تھا۔ بائیں سمت بغیر سلاخوں کے ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ عمران نے گہری نگاہوں سے اس کھڑکی کو دیکھا اور پھر ہال میں دوسری سمت نگاہیں دوڑانے لگا۔ پورے ہال میں صرف ایک میز اور چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ لمبا آدمی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسٹین گن والے مستعدی سے آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ تب لمبے آدمی نے عمران کی طرف دیکھا اور بولا۔

"تمہارا نام کیا ہے"۔

"علی عمران"۔ عمران نے جواب دیا۔

"کہاں کے باشندے ہو"۔

"زمین اور آسمان کے درمیان ایک پراسرار جزیرہ ہے جو رات کو ساڑھے بارہ بجے نظر آتا ہے اور صبح ساڑھے چار بجے چھپ جاتا ہے۔ میں وہیں کا رہنے والا ہوں"۔ لمبے آدمی نے عمران کی اس بات پر کوئی تاثر نہیں دیا پھر آہستہ سے بولا۔

"کس کے لئے کام کر رہے ہو"۔

"پہلے کام کی نوعیت بتادو۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کیا کام کیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"سبحان صادق سے تمہاری ذاتی دشمنی تھی"۔ لمبے آدمی نے پوچھا۔

"یہ سبحان صادق دو آدمی ہیں یا ایک ہے"۔ عمران نے کہا اور ہال میں کھڑے ہوئے لوگوں کے منہ سے غصیلی آوازیں نکل گئیں۔ ان کے چہرے پر بھیانک ہو گئے تھے۔

"اگر تم پاگل پن کا ڈھونگ رچاؤ گے تب بھی اپنی زندگی کی توقع مت رکھو"۔ لمبے آدمی نے سرد لہجے میں کہا۔ بہتر یہی ہے کہ ان لوگوں کے نام بتادو جن کے اشارے پر تم نے سبحان صادق کو قتل کیا ہے۔ اس طرح عوام میں نفرت کا جوش ذرا کم ہو جائے گا اور مجرم صرف تم نہیں رہو گے۔ اس طرح ممکن ہے ہم تمہیں عوام کی نفرت سے بچا سکیں"۔

"اب تم جو بکواس کرو گے اس کے نتیجے کے ذمہ دار خود ہو گے۔ یہ

فضول بکواس میری سمجھ میں نہیں آرہی "۔ عمران نے کہا۔

" گویا تم انکار کرتے ہو"۔

" نہیں میں صرف یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی غلط فہمی پر غور کرو"۔

" بکواس مت کرو۔ کیا تم اس سے بھی انکار کرو گے "۔ لمبے آدمی نے جیب سے ایک تصویر نکال کر عمران کے سامنے پھینک دی اور عمران نے آگے بڑھ کر تصویر اٹھالی۔ لیکن تصویر دیکھ کر وہ خود حیران رہ گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں کسی طور پر نہیں آیا تھا کہ یہ کون ہے۔ جس پر عمران پستول تانے کھڑا ہوا ہے۔ تصویر میں ایک دراز قد آدمی ایک خوبصورت کار کے نزدیک موجود تھا۔ اس سے چند ہی قدم پر عمران اس پر پستول تانے نظر آرہا تھا۔ عمران نے غور سے تصویر دیکھی اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

" اس کے بعد کیا ہوا"۔

" اس کے بعد تم نے اس عظیم رہنما کر گولی ماردی"۔

" یہ تصویر تمہارے پاس کہاں سے آئی"۔

" ایک پریس فوٹو گرافر نے ہمارے حوالے کی ہے"۔

" کیا فوٹو گرافر بھی مقامی باشندہ ہے"۔

" ہاں ۔وہ سبحان صادق کی نسل سے تعلق رکھتا ہے"۔

" اس کی عمر کیا ہے"۔

" کیا مطلب " ۔لمبے آدمی نے چونک کر پوچھا۔

" براہ کرم دوستانہ انداز میں جواب دو"۔

" تقریباً تیس سال " ۔لمبے آدمی نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

" کیا وہ مضبوط ہاتھ پاؤں کا مالک ہے "۔

" ہاں وہ ایک تندرست انسان ہے "۔

" وہ اس وقت کیا کر رہا تھا جب میں نے مسٹر سبحان صادق کو کور کر رکھا تھا "۔

" وہ ادھر سے گزر رہا تھا "۔

" تب میری رائے ہے آفیسر کہ فوری طور پر اس فوٹو گرافر کو اپنے لیڈر کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لو۔ سنو اگر وہ سبحان صادق کا اس حد تک پرستار تھا جتنا تم بتاتے ہو تو ایسے خطرناک وقت میں اس نے صرف یہ تصویر بنانے پر کیوں اکتفا کیا۔ وہ چاہتا تو زندگی کی بازی لگا کر اپنے لیڈر کی جان بچا سکتا تھا۔ یقیناً وہ ایسی پوزیشن میں تھا کہ میں اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ اگر دیکھ لیتا تو سبحان صادق کے ساتھ اس کی لاش بھی پڑی ہوتی۔ نہ کہ میں نے اس سے اپنی تصویر کھنچوانی تھی۔ یہ تصویر اس وقت کی بھی نہیں ہے جب مسٹر سبحان صادق قتل ہوئے تھے۔ وہ چاہتا تو پیچھے سے حملہ کر کے مجھے زخمی کر سکتا تھا۔ لیکن یہ تو بتاؤ تم نے مجھے گرفتار کہاں سے کیا "۔

" اسی فوٹو گرافر کی اطلاع پر۔ اس نے قتل کے بعد کی تصاویر بھی بنائی ہیں " ۔لمبے آدمی نے کسی قدر غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" براہ کرم مجھے مقتول کی ایک تصویر بھی دکھا دو "۔ عمران نے کہا

اور لمبے آدمی نے جلدی سے ایک اور تصویر اس کی طرف بڑھا دی۔ اس میں سبحان صادق زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی پیشانی کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اور خون چاروں طرف بکھرا پڑا تھا۔ اس کے قریب ہی عمران بھی پستول ہاتھ میں لئے بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"خوب ......" عمران ہنس پڑا۔ شریف انسانو! کیا میرے پورے جسم پر کوئی زخم نظر آرہا ہے تمہیں"۔

"کیا مطلب......"

"تم تلاش سکتے ہو۔ میرے جسم پر ایک بھی زخم کا نشان نہیں ہے۔ کیا مسٹر سبحان صادق کو قتل کرنے کے بعد میں بے ہوش ہو کر خود ان کے قریب لیٹ گیا تھا کہ مجھے ان کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا جائے۔ سنو اگر یہ حادثہ واقعی ہو چکا ہے اور یہ میرے خلاف تمہاری کوئی سازش نہیں ہے تو فوری طور پر اس فوٹو گرافر کو گرفتار کر لو۔ اگر وہ قاتل نہیں ہے تو قاتلوں سے واقف ضرور ہے۔ مجھے تو صرف اس کے قتل میں ملوث کرنے کی کوشش کی گئی ہے"۔

لمبے آدمی کے چہرے پر اضطراب نظر آنے لگا۔ بات شاید اس کی سمجھ میں آرہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"تم اسے دیکھو میں ابھی واپس آتا ہوں"۔ وہ برق رفتاری سے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

اس کے نکل جانے کے بعد عمران نے ان دونوں کی طرف دیکھا جو خاموش کھڑے تھے اور پھر کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"کیا میں بیٹھ سکتا ہوں"۔ لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو عمران نے پھر کہا۔

"شریف لوگو! میں اب خود کو دیکھنا چاہتا ہوں"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے کرسی ان پر اچھال دی۔

وہ چونک کر کرسی کی طرف متوجہ ہوئے اور دوسرے لمحے عمران نے کھلی کھڑکی کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اسے علم نہیں تھا کہ دوسری طرف گہرائی کتنی ہے۔ لیکن عمران بڑی مہارت سے نیچے آگیا۔ اس کے پیروں نے زمین چھولی جو بارہ فٹ سے زیادہ گہرائی میں نہیں تھی۔

نیچے دوڑ لگاتے ہی معاً پھر اچھلا۔ اس کا اندازہ درست نکلا۔ اندر والوں کو ہوش آگیا تھا اور عمران جانتا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ اچانک عقب سے گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی اور گولیاں عین اسی جگہ پڑیں جہاں عمران گرا تھا۔ پھر وہ کسی چھلاوے کی طرح دوڑتا ہوا عمارت کے احاطے کی طرف چل پڑا۔ گولیاں مسلسل تعاقب کر رہی تھیں۔

لیکن اب عمران کو پانا مشکل تھا۔ اونچی دیوار کود کر وہ پھر دوڑ پڑا۔ باہر آکر اس نے حالات کا جائزہ لیا۔ کوئی پہاڑی مقام تھا۔ تاحد نظر چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ ان کے گرد کہیں کہیں بھدی طرز کی عمارتیں نظر آجاتی تھیں۔ ویسے ان عجیب عمارتوں کی یہاں موجودگی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ لیکن اتنا اندازہ ضرور کیا جا سکتا تھا کہ یہ عمارتیں خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں۔ بہرحال وہ چٹانوں کی آڑ

لے کر دوڑتا رہا اور اس عمارت سے بہت دور نکل آیا لیکن یہاں بھی اس نے رکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اب اسے کسی سڑک کی تلاش تھی لیکن اسے اس بات کی حیرت بھی تھی کہ اس عمارت میں سے گاڑیاں اسے تلاش کرنے کے لئے نہیں نکلی تھیں۔ کافی دور جا کر اسے ایک سڑک نظر آ گئی اور وہ سڑک کے نشیب میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ اب اسے کسی سواری کی تلاش تھی ساتھ ہی ساتھ وہ دوسری طرف کی نگرانی بھی کر رہا تھا لیکن یہاں پر ہر طرف سخت خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ سڑک کے پاس چھپا رہا پھر اسے کوئی خیال آیا اور وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ قرب وجوار میں بہت سے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے اس نے کئی بڑے بڑے پتھر اٹھائے اور سڑک کے بیچ میں رکھ دیئے۔ سڑک زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ اس کے دونوں سمت نشیب تھے پتھروں کی وجہ سے وہ بند ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ اطمینان سے پھر اپنی جگہ جا چھپا اور تقریباً دس منٹ کے بعد اسے دور سے ایک ٹرک آتا ہوا نظر آیا۔ وہ ہوشیار ہو گیا ٹرک کی رفتار تیز نہیں تھی پتھروں کے نزدیک آتے آتے وہ بالکل سست ہو گئی تھی اور پھر ٹرک رک گیا۔ عمران احتیاط سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ فوجی ٹرک تھا سامنے کے حصے میں صرف دو آدمی نظر آ رہے تھے۔ ایک ڈرائیور اور دوسرا ایک مسلح فوجی۔ دونوں کھڑکی سے گردن نکال کر ادھر ادھر دیکھنے لگے پھر ڈرائیور کے قریب بیٹھا ہوا آدمی نیچے اتر آیا اور اسٹین گن سیدھی کئے ہوئے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ قرب وجوار کا اطمینان کر

لینے کے بعد وہ آگے بڑھا اور وزنی پتھر اٹھانے لگا۔ ڈرائیور بھی اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ عمران کی نگاہیں ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر ان دونوں کو اس طرف متوجہ پا کر وہ چھپکلی کی طرح رینگتا ہوا ابھرنے لگا اور جب اسے اطمینان ہو گیا کہ ٹرک کے عقبی حصے میں کوئی نہیں ہے تو وہ مستعد ہو گیا۔ جونہی وہ فوجی آخری پتھر ہٹا کر پلٹا عمران نے ٹرک کی عقبی سمت چھلانگ لگا دی۔ فوجی اطمینان سے دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ گیا تھا اور عمران بھی اسی اطمینان سے ٹرک کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ ٹرک پھر آگے بڑھ گیا۔ عقبی سمت میں ایک کھڑکی تھی اس لئے عقب نما آئینے میں دیکھ لئے جانے کا خطرہ تھا۔ عمران کھڑکی کے نیچے چپک کر بیٹھ گیا۔ اس طرح اس نے وہ طویل سفر طے کیا۔ ٹرک اب شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ عمران نے کچھ نیون سائن روشن دیکھے۔ بہرحال اسے زیادہ فکر اب بھی نہیں تھی لیکن صورت حال ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس نے ان حالات کے بارے میں سوچا۔ حالات کا کچھ بے تکا پن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بہرحال اب اسے ٹرک سے اترنے کی فکر تھی۔ نجانے یہ ٹرک کہاں تک جائے گا لیکن شہر میں اتنی رونق تھی کہ اسے موقع نہیں مل سکا۔ ٹرک کی رفتار بھی کہیں سست نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ ایک پرانی سی عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت کے دروازے پر فوجی پہرہ تھا۔ گویا یہ کوئی فوجی عمارت ہی تھی۔ پھر وہ ٹرک رک گیا۔ اس کے نزدیک دوسرے ٹرک بھی

کھڑے ہوئے تھے عمران تیار ہو گیا پھر یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ نیچے اترنے والے ٹرک کے عقبی حصے میں نہیں آئے اور اتر کر کسی طرف چلے گئے۔ عمران نے میدان صاف دیکھا تو نیچے اتر آیا۔ نزدیک ہی ذیلی دروازہ نظر آ رہا تھا جس پر سرخ نشان بنا ہوا تھا لیکن اسے تو اس عمارت سے نکلنا تھا۔ ذیلی دروازے میں داخل ہو کر وہ کیا کرتا۔ ابھی وہ کسی طرف بڑھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور مجبوراً اسے اسی دروازے کا رخ کرنا پڑا۔ فوجی اسی طرف آ رہے تھے وہ پھرتی سے دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ اب وہ ایک شفاف راہداری میں تھا۔ راہداری کی دوسری سمت لوہے کے مضبوط دروازے نظر آ رہے تھے۔ ممکن ہے یہ فوجی بھی اسی طرف آ رہے ہوں چنانچہ چھپنے کے لئے اسے کوئی جگہ چاہئے تھی وہ پھرتی سے راہداری کے کونے کی طرف چل پڑا جہاں سے وہ دوسری طرف گھوم جاتی تھی لیکن ابھی وہ کونے پر پہنچا ہی تھا کہ دوسری طرف سے بھی بھاری جوتوں کی آواز سنائی دی۔ آواز شاید ایک ہی آدمی کی تھی۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے پلٹا۔ اس نے دوڑتے ہوئے یہ فاصلہ طے کیا اور راہداری کی دوسری طرف پہنچ گیا۔ بھاری جوتوں کی آواز ایک گارڈ کی تھی جو شاید راہداری میں پہرہ دے رہا تھا۔ بہرحال عمران کی برق رفتاری کی وجہ سے گارڈ اسے نہیں دیکھ سکا تھا لیکن وہ اسی طرف آ رہا تھا اور یقیناً اب وہ اس سمت کا رخ بھی کرے گا۔ عمران نے پلٹ کر دیکھا، راہداری کچھ آگے جا کر ایک اور سمت گھوم گئی تھی چنانچہ وہ

تیزی سے اس طرف چل پڑا۔ لیکن راہداری کے دوسرے سرے پر پہنچ
کر اس کو ایک بار پھر رکنا پڑا۔ ادھر بھی کچھ لوگ موجود تھے جو ایک
کمرے سے بڑی بڑی پیٹیاں نکال کر باہر رکھ رہے تھے۔ عمران کو ایک
لمحے میں فیصلہ کرنا تھا۔ ادھر گارڈ کی نگاہوں سے محفوظ رہنا تھا اور
دوسری طرف دوسرے آدمیوں سے، وہ لپک کر ایک پیٹی کی آڑ میں
چھپ گیا۔ گو یہ آڑ عارضی تھی لیکن کم از کم وہ اس گارڈ کی نگاہوں سے
پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ بڑے سنسنی خیز لمحات تھے پھر اس وقت تو وہ بالکل
ناامید ہو گیا جب چند لوگ اس پیٹی کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ ایک
چھوٹی ٹرالی کرین اس طرف آ رہی تھی۔ پھر وہ پیٹی کے نزدیک رک
گئی۔ پیٹی میں لگے ہوئے ہک اس ٹرالی میں لگے ہوئے ہکوں میں اٹکا
دیئے گئے۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر پیٹی کا ایک ہک پکڑ لیا۔ پھر وہ بھی
اوپر اٹھتا چلا گیا تھا۔ لیکن صورت حال تب بہتر ہوتی کہ کوئی اس
طرف نہ آئے ورنہ اسے آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے سوا چارہ
کار بھی نہیں تھا۔ تن بہ تقدیر وہ اسی طرح لٹکا رہتا۔ ٹرالی کرین اسے
لے کر چل پڑی اور چند لمحات کے بعد ایک بڑے ہال میں داخل ہو
گئی۔ پھر پیٹی کو نیچے اتارا جانے لگا۔ جب وہ زمین پر ٹکی تب عمران نے
سکون کی سانس لی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری پیٹی کی آڑ لے
لی تھی۔ یہ کوئی بہت بڑا اسلحہ خانہ معلوم ہوتا تھا۔ چاروں طرف
ایمونیشن کی پیٹیاں چنی ہوئی تھیں۔ بہرحال اب عمران کو یہاں چھپنے
کا مواقع مل گئے تھے۔ وہ بے پناہ پھرتی سے ان لوگوں کی نگاہوں سے

چھپتا رہا اس دوران اسے کئی بار پوزیشن بدلنی پڑی تھی پھر شاید ان لوگوں کا کام ختم ہو گیا۔ اسلحہ خانے کو مقفل کیا گیا اور وہ چلے گئے اب عمران اس خوفناک اسلحہ خانے میں قید تھا خاموشی پھیل جانے کے بعد اس نے چند گہری گہری سانسیں لیں پھر پیٹی کی آڑ سے باہر نکل آیا۔ اسے وہاں سے نکلنے کے لئے کسی جگہ کی تلاش تھی۔ تب اس کی نگاہ چھت کے قریب بنے ہوئے روشندان پر پڑی۔ روشندان گو بہت بڑا نہیں تھا لیکن اتنا ضرور تھا کہ اس سے باہر نکلا جاسکے وہ بلند بھی تھا لیکن پیٹیوں کی موجودگی میں اس تک پہنچنا اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ عمران نے ان پیٹیوں کا جائزہ لیا اور پھر کئی چھوٹی چھوٹی پیٹیاں منتخب کر کے وہ ان پیٹیوں کو ایک ایک اٹھا کر روشندان کے نیچے رکھنے لگا۔ پیٹیاں اٹھاتے اٹھاتے اس کی نگاہ ایک کھلی ہوئی پیٹی پر پڑی اور وہ ٹھٹھک گیا۔ اس پیٹی میں پتلی اور لمبی نلکیاں رکھی ہوئی تھیں جن کے اوپری حصے میں ڈائل بنے ہوئے تھے نیچے تاروں کا جال بکھرا ہوا تھا۔ عمران ان کے نزدیک بیٹھ گیا اور ان نلکیوں کو اٹھا کر دیکھنے لگا تھا۔ ان کے بارے میں جاننا مشکل کام نہیں تھا۔ یہ ریڈیو کنٹرول ڈائنا مائیٹ تھے۔ انتہائی جدید اور بے حد طاقتور نجانے اس کے ذہن میں کیا خیال آیا اس نے بہت سی نلکیاں اٹھا کر جیبوں میں ٹھونس لیں۔ پھر اس نے انہیں کنٹرول کرنے والا آلہ بھی قبضے میں کر لیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ پیٹیاں کافی بلندی تک پہنچ گئی تھیں اب وہ روشندان تک پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ

وہ احتیاط سے ان پر چڑھنے لگا اور چند لمحوں کے بعد وہ عمارت کی چھت پر تھا۔ چھت پر سے اس نے قرب وجوار کے گھنے درختوں کو دیکھا۔ ایک درخت کی شاخ صرف پانچ، چھ فٹ کے فاصلے پر تھی اس نے اسی درخت کا انتخاب کیا۔ نلکیوں کو سنبھال کر اس نے شاخ پر چھلانگ لگا دی۔ درخت بے حد کارآمد ثابت ہوا تھا۔ وہ پھیلا ہوا تھا اور اس کی شاخیں دور دور تک چلی گئی تھیں۔ چنانچہ درخت کی ایک لمبی شاخ نے اسے چار دیواری تک پہنچا دیا۔ پھر وہ چار دیواری سے نیچے کود گیا۔ تھوڑے فاصلے پر خاردار تاروں کی باڑ تھی۔ یقیناً اس باڑ کی نگرانی کی جاتی ہو گی لیکن اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ انہی سے باہر نکلنے کی کوشش کرے اور بالآخر اس کوشش میں بھی کامیاب ہو گیا۔ تیزی سے دوڑتا ہوا وہ اس عمارت سے باہر نکل آیا اور جب عمارت آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ وہ ابھی تک صورت حال سے ناواقف تھا لیکن بہرحال اتنا ضرور تھا کہ اس کی تلاش کی جا رہی ہو گی اور یقینی طور پر وہ لوگ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہوں گے۔ ڈائنامائیٹ کی نلکیاں اس نے نیچے لباس میں چھپا لیں اور پھر ایک پتلی سی سڑک پر چلنے لگا جس کا اختتام ایک بھرے پرے بازار میں ہوتا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر اسے سکون ہوا کہ بازار میں کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہ ایک اچھی بات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک کسی کو میرے اوپر شبہ نہیں ہو سکا عمران نے سوچا اور ایک فٹ پاتھ پر احتیاط سے چلنے لگا۔

نجانے کتنی دور نکل آنے کے بعد وہ رک گیا۔اب اسے بھوک لگ رہی تھی لیکن اس کی جیب خالی تھی اس نے ادھر ادھر دیکھا اچانک نیلے رنگ کی ایک کاراس سے تھوڑے فاصلے پرآکر رکی۔کار سے کسی نے گردن نکال کر اسے اشارہ کیا۔اخروٹی رنگ کے بال ہوا میں لہرائے اور عمران نے ایک گہری سانس لی۔ایک خوبصورت لڑکی اسے اشارہ کررہی تھی۔اس نے اپنے سینے پرہاتھ رکھ کرپوچھا۔

"کیا تم مجھے آواز دے رہی ہو"۔لڑکی نے گردن ہلادی تب وہ آہستہ قدموں سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ہیلو مائی ڈیئر کیا تم مجھے نہیں پہچانتے"۔لڑکی نے گرمجوشی سے کہا۔

"میرانام مائی ڈیئر نہیں ہے"۔اس نے کہا پھر اچانک ہی اس کے ذہن میں تیزی سے ایک خیال آیا تھا ادھر لڑکی کہنے لگی۔

"اوہ ڈیئر ظاہر ہے تم کیسے کیسے یاد رکھو گے میں شیلی ہوں۔شیلی، ہماری ملاقات کچھ تھوڑے دن پہلے شیران میں ہوئی تھی"۔

"اوہو ہاں شیلی اوہ سوری شیلی"۔عمران قہقہہ لگا کر بولا۔

"آؤ آؤ مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی"۔لڑکی نے کہا اور دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔عمران اطمینان سے اس کے برابر بیٹھ گیا تھا۔لڑکی نے کار آگے بڑھادی پھر بولی۔

"یہاں کب آئے"۔

"زیادہ دن نہیں ہوئے"۔عمران نے مسکرا کر کہا۔

"کیا کر رہے ہو آجکل"۔

"میں جوڈو کراٹے کی مشق کر رہا ہوں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"ارے واہ واقعی تم فنٹاسٹک ہو"۔

"شکریہ۔ شکریہ"۔

"اور سناؤ زندگی کیسی گزر رہی ہے"۔

"لعنت کی ماری"۔

"ارے کیوں"۔

"بس کوئی مزہ ہی نہیں ہے زندگی میں"۔ عمران آہستہ سے بولا۔

کار سفر کرتی رہی اور پھر وہ ایک نواحی علاقے کے خوبصورت مکان میں داخل ہو گئی۔ دروازے پر کھڑے چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا اور کار اندر داخل ہو گئی تھی۔

"یہ میرا غریب خانہ ہے"۔

"اوہو سوری میں غریبوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا"۔ عمران نے جواب دیا اور لڑکی ہنسنے لگی پھر بولی۔

"تم اتنے ہی شاندار ہو"۔

"ہو سکتا ہے"۔

"میرا گھر پسند نہیں آیا"۔

"غریب خانہ کہہ کر تم نے اس کی پوزیشن خراب کر دی ہے"۔

"تمہیں پسند ہے"۔

"بہت عمدہ ہے"۔ عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر وہ

لڑکی کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ اندر اسے دو تین ملازم نظر آئے تھے۔ یہ باادب تھے اور گردنیں جھکائے ہوئے تھے۔ پھر وہ ایک اندرونی کمرے میں داخل ہو گئے۔

"اب جبکہ تم یہاں آئے ہو تو میرے ساتھ کچھ وقت گزارو"۔

"ضرور لیکن تمہیں کوئی مشکل تو نہیں ہو گی"۔

"ارے تمہاری موجودگی میں بھلا کسی کو کیا مشکل ہو سکتی ہے"۔

"تو پھر ٹھیک ہے"۔

"یہاں کہاں قیام ہے"۔

"ابھی تو کہیں بھی نہیں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا اور ہاں میرے لئے کھانے کا بندوبست کرو سخت بھوکا ہوں"۔ عمران نے کہا اور لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر وہ بولی۔

" وہ سامنے باتھ روم ہے"۔ اس نے کہا تو عمران نے گردن ہلا دی۔ لڑکی باہر نکل گئی تھی عمران نے اس طرح باتھ روم کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ جیسے باتھ روم جانا چاہتا ہو۔ لیکن دوسرے لمحے وہ اچھل کر دروازے پر آگیا۔ اس نے کی ہول سے جھانک کر باہر دیکھا تھا۔ لڑکی راہداری میں سیدھی جا رہی تھی۔ عمران نے جلدی سے جوتے اتارے اور پھر دبے قدموں باہر نکل آیا۔ لڑکی ایک کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔ عمران نے چاروں طرف دیکھا اور پھر وہ بھی کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ گیا اس نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ لڑکی الماری کھول رہی تھی۔ اس نے الماری میں سے ایک چوکور ٹرانسمیٹر

نکالا۔ اس کا ڈھکن کھولا اور ایک لمبا ایرئیل باہر نکال لیا۔ عمران کے ہونٹوں پر ایک عجیب سے مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے اب کی ہول سے آنکھ ہٹا کر کان لگا دیا۔ لڑکی کسی کو کال کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

" ہیلو، ہیلو شیلی کالنگ اوور"۔ دوسری طرف کی آواز کو عمران نہیں سن سکتا تھا کیونکہ وہ بہت دھیمی تھی لیکن لڑکی کی آواز پھر ابھری۔

"یس سر میں اسے یہاں لے آئی ہوں۔

"جی ہاں وہ یہاں موجود ہے۔ مجھے بھی تعجب ہے"۔

"جی ہاں مجھے خطرہ ہے"۔

"جی بہتر ہے۔ بہتر ہے بہت بہتر"۔ اس نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ عمران نے پھرتی سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی تھی اور پھر وہ کمرے میں واپس پہنچ گیا تھا اور پھر وہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اس کو یقین تھا کہ لڑکی اب اس کے لئے کھانے کا بندوبست کرے گی۔ لیکن کھانا کیا اس میں خواب آور دوا نہیں ہو گی۔ لڑکی کے بارے میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بھی صاف ستھری طبیعت کی مالک نہیں ہے۔ بہرحال اس نے سب سے پہلے لباس سے ڈائنا مائیٹ کی نلکیاں نکالیں اور انہیں چھپانے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔ باتھ روم میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی اس لئے وہ انہیں لئے ہوئے باہر نکل آیا۔ پھر اسے مناسب گدا ہی معلوم ہوا اس نے نلکیاں پھرتی سے گدے کے

نیچے پچھادیں اور گدا برابر کر کے ایک تولیے سے چہرہ خشک کرنے لگا۔
چند منٹ کے بعد لڑکی واپس آگئی تھی۔

" کھانا آرہا ہے "۔اس نے کہا۔

" شکریہ "۔ عمران نے کہا اور لڑکی اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لے آیا۔ٹرالی پر بھنا ہوا مرغ سلائس اور کچھ دوسری چیزیں تھیں۔ عمران نے ان چیزوں کا انتخاب کر لیا جس میں خواب آور دوائیوں کی آمیزش نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسری چیزوں کو اس نے ہاتھ تک نہیں لگایا یہاں تک کہ پانی بھی نہیں پیا۔

" میں دیر سے پانی پینے کا عادی ہوں "۔ عمران نے لڑکی کو مطمئن کرنے کے لئے کہا۔

"کافی منگواؤں تمہارے لئے "۔لڑکی نے پوچھا۔

" نہیں۔ شکریہ مس شیلی۔ بے حد شکریہ آپ کی اس مہمان نوازی کا "۔

" کوئی بات نہیں ہے ڈارلنگ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں تمہیں کس قدر پسند کرتی ہوں "۔لڑکی نے جواب دیا اور پھر بولی۔

" اچھا اب تم آرام کرو بہت تھکے ہوئے ہو گے، شام کو میں تم سے تفصیلی باتیں کروں گی "۔

" ضرور "۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور شیلی خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔ عمران کی ہول سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا اس کی

پیشانی پر رگیں ابھری ہوئی تھیں پھر اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔یہاں بھی روشندان ہی کارآمد تھا چنانچہ وہ تھوڑی دیر کے بعد ڈائنا مائیٹ کی نلکیوں کے ساتھ روشن دان سے باہر نکل رہا تھا لیکن باہر نکلنے کے بعد اسے ایک اور دلچسپ صورتحال سے دوچار ہونا پڑا۔ایک لینڈ روور آرہی تھی اور حیرت کی بات یہ تھی کہ اس پر کٹہرا بنا ہوا تھا اس کٹہرے پر کچھ سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ روشندان کے عین نیچے سے گزری تو عمران نے اپنے بدن کو تول کر نیچے چھلانگ لگا دی۔اب وہ لینڈ روور کی چھت پر تھا اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ لینڈ روور کون ڈرائیور کر رہا ہے۔ لیکن بہرحال وہ اس طرح لینڈ روور کے درمیان لیٹ گیا کہ اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔لینڈ روور نے ایک طویل سفر طے کیا تھا اور پھر نجانے کتنا لمبا سفر طے کرنے کے بعد وہ ایک بلند چڑھائی جیسی جگہ پر چڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد عمران نے اندازہ لگا لیا کہ یہ ایک زبردست فوجی چھاؤنی ہے یہ صورتحال عمران کے لئے اور زیادہ سنسنی خیز تھی۔لیکن اب اس کا ذہن کچھ نئے فیصلے کر رہا تھا اس ہنگامہ آرائی سے نمٹنے کے لئے اب اسے کوئی اہم کارروائی کرنا ہی ہوگی۔چنانچہ چند لمحات کے بعد ب لینڈ روور مختلف چوکیوں سے گزرتی ہوئی ایک جگہ جا کر رک گئی تو وہ اپنی جگہ سے نیچے اتر آیا۔قرب وجوار میں فوجی نظر آرہے تھے لیکن اس وقت عمران کی پھرتی قابل دید تھی جب وہ ایک عمارت کے مختلف بیرونی حصوں سے گزرتا ہوا اس عمارت کے اندرونی حصے میں

داخل ہو گیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ بھی ہے کم از کم اس بات کے بارے میں آخری فیصلہ تو یہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ حکومت آئرون ہی کے فوجی ہیں وہ جن کے لئے وہ خلوص دل سے کام کرنے کے لئے آیا تھا۔ لیکن انہوں نے نجانے یہ کیا چکر چلا ڈالا تھا اور اب عمران کے لئے ضروری تھا کہ ان لوگوں کو اپنے بارے میں بتائے اور ان پر یہ ثابت کر دے کہ اب تک وہ جو کچھ کرتے رہے ہیں وہ حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

جمشید صمدانی کے چہرے پر ناخوشگواری کے آثار تھے۔ سامنے ہی بریگیڈیئر ہشام، کرنل سلامی اور دوسرے بہت سے فوجی آفیسر بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کے چہروں پر گہری سوچوں کے آثار تھے۔ بریگیڈیئر ہشام نے کہا۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر جمشید صمدانی، جب تک ہمیں اس پر اعتماد نہ ہو جاتا ہم اسے اتنے اہم کام پر کیسے لگا سکتے تھے"۔

"میں آپ کی کسی بات پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں رکھتا جناب، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب تک اس کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے کیا اس کے بعد آپ اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو گا۔ مجھے اگر اس پروگرام سے آگاہ کر دیا جاتا تو یقینی طور پر میں کوئی اور منصوبہ بناتا"۔

"لیکن یہ ضروری تھا مسٹر صمدانی آپ سمجھتے کیوں نہیں"۔

" ٹھیک ہے جناب اگر یہ ضروری تھا تو میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے بعد جب آپ کا یہ تجرباتی دور ختم ہو جائے تو آپ خود ہی اس سے اور حکومت پاکیشیا سے گفتگو کر لیجئے "۔

" آپ میری بات کا غلط مطلب لے رہے ہیں مسٹر صمدانی "۔ بریگیڈیئر ہشام نے کہا۔

" میں آپ کی بے پناہ عزت کرتا ہوں جناب! لیکن آپ خود سوچیئے اس کے خلاف جو حربے استعمال کئے گئے کیا اس کے بعد کسی شخص سے آپ تعاون کی توقع رکھتے ہیں "۔

" میرا خیال ہے کہ اب یہ تجرباتی سلسلہ ختم کر دیا جائے ہم اسے بتا دیں اصل میں ہم بھی ذرا ذہنی طور پر الجھے ہوئے تھے اور یہ اندازہ لگا لینا چاہتے تھے کہ پاکیشیا سے جو شخص بھیجا گیا ہے وہ درحقیقت ہمارے کام کے قابل ہے یا نہیں۔ یہ شک و شبہ تو ہر ایک کو ہونا چاہیئے تھے کہ ایک اتنے بڑے مشن کے لئے صرف ایک آدمی منتخب کر کے بھیج دیا گیا"۔

" اس طرح تو آپ پاکیشیا کے خلوص پر شک کر رہے ہیں۔ اس نے صرف مذہبی جذبوں سے متاثر ہو کر ان دو ملکوں کے درمیان غلط فہمیوں کو روکنے کی پیشکش کی ہے۔ آپ خود سوچیئے اگر پاکیشیا یہ اقدام نہ کرتا تو اس وقت آئرون اور ایروک کے درمیان صرف اور صرف جنگ ہو رہی ہوتی کیا یہ سب مناسب تھا"۔

" میں اس سے کب انکار کر رہا ہوں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے"۔

"سر اس سلسلے میں تو معذوری کا اظہار کرتا ہوں میں"۔ جمشید صمدانی نے کہا۔

"مسٹر جمشید فرض کیجئے مجھ سے اگر کوئی غلطی ہو جائے میں آپ سے درخواست کروں کہ اس غلطی کو سنبھالنے کی کوشش کیجئے تو کیا آپ اس سے انکار کر دیں گے"۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر جناب! آپ یہ فرمایئے کہ میں اس سے کیا کہوں گا"۔

"یہی کہ ہم اس کا امتحان لے رہے تھے"۔

"کیا ہمیں اس کا امتحان لینے کا حق ہے۔ حکومت پاکیشیا نے اسے ہماری مدد کے لئے مخلصانہ طور پر بھیجا تھا۔ اس کا معاوضہ یا صلہ تو طلب نہیں کیا گیا"۔

"افوہ مسٹر جمشید صمدانی، بھئی میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے امتحان لینے کے لئے جو طریقہ کار اختیار کئے وہ غیر مناسب تھے۔ لیکن اب آپ اسے سنبھالئے"۔

"سمجھ میں نہیں آتا جناب کہ میں کیسے اس مسئلے کو سنبھالوں"۔

"یہ بات آپ جانتے ہیں مسٹر جمشید صمدانی کہ میں بھی پاکیشیا سے مخلص ہوں اور اس پر کوئی شک نہیں کرتا"۔

"جی وہ تو میں سمجھ رہا ہوں"۔ جمشید صمدانی نے کہا اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور وہ سب بری طرح اچھل پڑے پھر یکے بعد

دیگرے دھماکے ہونے لگے اور باہر سے شور کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ سب بری طرح دوڑتے ہوئے باہر نکل آئے تھے اور اس کے بعد صورتحال معلوم کرنے لگے تھے۔ پتہ یہ چلا کہ یہ دھماکے ان خالی بیرکوں میں ہوئے ہیں جن میں اس وقت کوئی فوجی موجود نہیں تھا۔ فوجی بیرکوں کو البتہ نقصان پہنچا تھا۔ وہ سب ان دھماکوں کی تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹے تک یہ کارروائی ہوتی رہی لیکن صورتحال کا پتہ نہیں چل سکا تھا کہ ہوا کیا ہے۔ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔ بہت دیر تک تمام چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد باہر کے احاطے میں شدید بھاگ دوڑ ہونے لگی اور جمشید صمدانی بریگیڈیئر ہشام اور کرنل سلامی وغیرہ واپس اسی بڑے کمرے میں آگئے تھے"۔

"یہ کیا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آیا"۔

"کوئی بات ہی معلوم نہیں ہو رہی "۔ لیکن اچانک ہی ان کی نگاہیں ایک گوشے کی طرف اٹھیں جہاں ایک شخص نقاب لگائے کھڑا ہوا تھا وہ سب اسے دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اس وقت وہ اس پوزیشن میں تھا کہ وہ شخص انہیں نقصان پہنچا سکتا تھا۔ وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگے۔ تب وہ چند قدم آگے بڑھا اور اس نے ڈائنا مائیٹ کی بہت سی نلکیاں ان کے سامنے رکھ دیں۔ سب کی آنکھیں ان ڈائنا مائیٹ کو دیکھ کر پھیل گئی تھیں۔ ان کے منہ سے آواز نہیں نکل پا رہی تھی وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ یہ سب کیا چکر ہے۔ لیکن

بہرحال اس سنگین صورتحال کا ان سب کو احساس تھا۔ تب اس نقاب پوش کی آواز ابھری۔

" اور یہ ان کا ریڈیو کنٹرول ہے۔ یہ آپ ہی کے ملک کے ساختہ ہیں اور آپ کو اندازہ ہو گا کہ ان کی تباہ کاری کیا نوعیت رکھتی ہے "۔

" مم۔ مم مگر تم کون ہو "۔ جمشید صمدانی کی آواز ابھری اور نقاب پوش نے اپنے چہرے سے نقاب اتار دیا۔ علی عمران کے علاوہ اور بھلا کون ہو سکتا تھا۔ جمشید صمدانی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بریگیڈیئر ہشام اور کرنل سلامی وغیرہ بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ کرنل سلامی نے سوال کیا۔

" کیا آپ اسے جانتے ہیں مسٹر صمدانی "۔

" مسٹر علی عمران فرام پاکیشیا "۔ جمشید صمدانی نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ یہ الفاظ بھی کسی بم کے دھماکے سے کم نہیں تھے۔ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ خاموش نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہے تھے۔ عمران چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے کنٹرول باکس میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

" آپ کی خدمت میں موجود ہوں بتایئے میرے لئے کیا سزا تجویز کی جا رہی ہے "۔

" مسٹر عمران "۔ جمشید صمدانی نے کہا۔

" مہمان نوازی تو میرا خیال ہے آپ پر ختم ہے آپ نے جس طرح میری یہاں پر مہمان نوازی کی ہے اس کے لئے میں ذاتی طور پر بھی

آپ کا شکر گزار ہوں"۔

"اصل میں مسٹر عمران"۔ بریگیڈیئر ہشام نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے بریگیڈیئر ہشام کہ اس وقت میرے لئے سب کچھ کرنا جائز تھا۔ میں ایک اجنبی ملک میں ہوں اجنبی شہر میں ہوں اور یہاں میرے پیچھے کچھ ایسے دشمن لگ گئے تھے جن کے نظریات مجھے معلوم نہیں تھے کئی بار ایسا موقع آیا جس پر میں نے محسوس کیا کہ اگر میں اپنی بچت کی کوشش نہ کروں تو یقینی طور پر خود ان کا شکار ہو جاؤں گا۔ اتفاق سے میں نے آپ لوگوں کی گفتگو سن لی جو آپ میرے بارے میں کر رہے تھے۔ اس گفتگو کو سننے کے بعد میرا رویہ نرم ہو گیا ورنہ اس وقت آپ کی آرام گاہ کے اردگرد بھی ڈائنامائیٹ لگے ہوئے ہیں اور یہ کنٹرول آلہ جو اس وقت میں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح رکھ دیا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے ایک ہلکا سا بٹن دبانے سے آپ لوگوں کی زندگی ختم ہو سکتی ہے اور یہ اس سلسلے میں میرا آخری قدم تھا اور اس کے بعد میں واپس پاکیشیا روانہ ہونے والا تھا۔ تاکہ وہاں جا کر اپنے حکام کو اطلاع دوں کہ آئرون کے ذہین لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں"۔ ان سب کے چہروں پر سخت ندامت کے آثار نظر آرہے تھے۔ بریگیڈیئر ہشام نے کہا۔

"آپ کا مجرم میں ہوں مسٹر علی عمران"۔

" نہیں جناب صورتحال کچھ بھی ہو جائے پاکیشیا آئرون سے برادرانہ محبت رکھتا ہے۔ برادرانہ جذبات رکھتا ہے پاکیشیا اپنے دل

میں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھ ناچیز کو بڑی ذمہ داریاں دے کر بھیجا گیا تھا۔ بھلا میں یہ ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل کہاں ہوں اور پھر آپ لوگ تو خود بے پناہ ذہین ہیں کسی شخص پر صرف تجربہ کرنے کے لئے آپ اتنی اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ تو بھلا آپ کے لئے کیا مشکل ہے باقی تمام صورتحال کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لیں"۔

"ہمیں اور ذلیل نہ کیجئے مسٹر عمران"۔

"معافی چاہتا ہوں ایسا کوئی تصور میرے دل میں نہیں ہے۔ بھلا میں آپ کو ذلیل کرنے کی کیا بساط رکھتا ہوں آپ بہت بڑے بڑے عہدے دار ہیں میں تو اپنے ڈیپارٹمنٹ کا بڑا معمولی سا آدمی ہوں جسے بلاوجہ اتنی ذمہ داریاں دے کر یہاں بھیج دیا گیا تھا"۔

"کیا ایسی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے مسٹر علی عمران کہ آپ ہمیں معاف کر دیں"۔

"میں نے آپ سے عرض کیا ناں بریگیڈیئر ہشام کہ میں آپ کو معاف کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اور یقیناً آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں اس مہمان نوازی کی تمام تر رپورٹ تیار کر کے اپنے وطن روانہ ہو جاؤں اور پاکیشیا میں جا کر یہ کہوں کہ میرے بجائے کسی اعلیٰ پائے کے انسان کو وہاں بھیجا جائے کیونکہ اسے پہلے سخت امتحان دینا ہو گا"۔

"ٹھیک ہے اگر آپ کسی طور ہمیں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو ہم خود اپنی کارروائی کی تحریری رپورٹ آپ کو دیئے دیتے

ہیں ۔اس کے بعد جیسا بھی ممکن ہو ظاہر ہے ہمارا کورٹ مارشل ہو گا ہم سے جواب طلبی ہو گی اور ہم کوئی مناسب جواب نہیں دے سکیں گے ۔آپ کو جن تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ۔ مسٹر علی عمران ان کا ازالہ کرنے کی اور کوئی صورت میرے سامنے نہیں ہے "۔ عمران چند لمحات اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

" میرا امتحان لینے کا یہ منصوبہ کس نے بنایا تھا "۔

" اس کا مجرم میں ہوں "۔بریگیڈیئر ہشام نے ندامت بھری آواز میں کہا۔

" اس کی ضرورت نہیں تھی بریگیڈیئر اصل میں جتنے روز آپ نے اس سلسلے میں ضائع کئے ہیں اتنے دنوں میں ہم کوئی موثر کام کر سکتے تھے "۔

" بس نجانے کیوں یہ خیال میرے ذہن میں آگیا تھا لیکن اب میں اس پر بے حد شرمندہ ہوں ۔آپ نے ثابت کر دیا ہے مسٹر علی عمران کہ آپ اس سلسلے میں کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور ہم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ پاکیشیا نے ہماری بھرپور مدد کی ہے "۔

" گو بھی کس بھاؤ بک رہی ہے یہاں "۔ عمران نے سوال کیا۔

عمران کا سوال نہیں سمجھ سکے تھے وہ تب میجر سلامی نے آگے بڑھ کر کہا۔

" آپ نے کیا فرمایا "۔

" کدو کی بھجیا پسند ہے آپ لوگوں کو "۔

"جی"۔ سب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

" مجھے بھی پسند نہیں ہے اس لئے ہمارے اور آپ کے درمیان ناپسندیدگی کا رشتہ قائم ہو گیا"۔ عمران آگے بڑھا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ جمشید صمدانی اور ہشام، کرنل سلامی وغیرہ اسے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔

" سمجھنے کی کوشش کیجئے جناب یعنی میرے اور آپ کے درمیان جھگڑا ختم ہو گیا ہے"۔

"اوہ کیا واقعی"۔ جمشید صمدانی کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ بریگیڈیئر اور دوسرے لوگ بھی خوش ہو گئے تھے بریگیڈیئر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر عمران سے ہاتھ ملایا اور بولے۔

"اس تمام کارروائی کو اگر ہو سکے تو اپنے ذہن سے نکال دیجئے"۔

"کون سی کارروائی"۔ عمران نے سوال کیا۔

"وہ جو آپ کے ساتھ کیا گیا ہے"۔

" میرے ساتھ ......" عمران حیرت سے بولا اور جمشید صمدانی کا قہقہہ سن کر ہشام وغیرہ کی سمجھ میں آیا کہ عمران اصل میں کیا کہنا چاہتا ہے۔ وہ سب خوش ہو گئے تھے اس کا مقصد ہے کہ عمران نے تمام باتیں ذہن، سے نکال دی ہیں۔ تب ہشام نے کہا۔

"آپ کے ملک میں آپ کا عہدہ کیا ہے جناب"۔

"خاکروب کے نام سے پکارا جاتا ہوں"۔

"کیا مطلب"۔

"خاکروب یعنی بھنگی"۔ عمران نے جواب دیا۔

" اوہ نہیں اگر پاکیشیا میں ایسے بھنگی ہوتے ہیں تو کاش "۔ بریگیڈیئر ہشام مسکرا کر بولا اور عمران بھی مسکرانے لگا پھر فضا خوشگوار ہو گئی۔ہشام نے کرنل سلامی سے کہا۔

" گو یہ سب کچھ اصولوں کے خلاف ہے لیکن ہم نے بھی بے اصولی کی ہے۔ کرنل سلامی پہلے عمران صاحب کی خاطر مدارت کا انتظام کیجئے۔ ہم ایک ایسے شخص سے ملاقات کر رہے ہیں جو بے مثال شخصیت کا مالک ہے۔ویسے عمران صاحب ایک سوال کیا جا سکتا ہے آپ سے "۔

" کیجئے کیجئے "۔ عمران نے جواب دیا۔

" کیا آپ ایکسٹو ہیں "۔

" نہیں عمران ہوں "۔ عمران نے جواب دیا۔

" میرا مطلب ہے سیکرٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو سے آپ کا کیا تعلق ہے "۔

" بھائی یہ نام ہی میں نے پہلی بار سنا ہے۔میرا تعلق تو این او سے ہے "۔

"این او سے......"

"ہاں "۔

"یہ این او کیا ہے "۔

"این اور او لکھ کر دکھاؤں "۔ عمران نے کہا۔

"نہیں میرا مطلب ہے یہ کون سا محکمہ ہے"۔

"این او ہے صرف این او"۔ عمران نے جواب دیا۔ پھر جمشید صمدانی نے کہا۔

"بریگیڈیئر ہشام آپ پھر ایک غلط سوال کر رہے ہیں بھلا عمران صاحب اپنے محکمے کے بارے میں کیوں بتانے لگے۔ این او بھی کوئی ایسا ہی ڈیپارٹمنٹ ہوگا میرا مطلب ہے کوئی اور سیکرٹ ایجنسی"۔

"اوہ سوری واقعی لیکن میں برادرانہ طور پر یہ سوال کر رہا تھا"۔

"تو برادر کھانے پینے کا انتظام کریں اس کے بعد دوسری باتیں کریں گے"۔ عمران نے جواب دیا اور بریگیڈیئر ہشام قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"ساری باتیں اپنی جگہ لیکن آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں عمران صاحب"۔

"شکریہ شکریہ"۔ عمران نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد کی کارروائیاں رسمی تھیں اور ان لوگوں کے درمیان خاصا خوشگوار ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ بریگیڈیئر ہشام نے سوال کیا۔

"عمران صاحب آپ اپنے طور پر اپنے کام کا آغاز کریں گے۔ ہم خود بھی خلوص دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان غلط فہمیاں دور ہو جائیں اگر کوئی ایسی ٹھوس صورتحال سامنے آجاتی ہے جس سے اس بات کا یقین ہو جائے کہ ایروک نے ہم پر میزائل سے حملہ نہیں کیا تھا تو بات ختم ہو جائے گی۔ ویسے دوسری سطح پر یہ بات سوچی جا

رہی ہے کہ یہ اسرائیل ہی کی کارروائی ہے "۔

"یقیناً"۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔

"آپ لوگ مجھے قرب وجوار کی ایسی تمام جگہیں بتادیں جہاں سے آپ یہ محسوس کر سکیں کہ میزائل کی اس کارروائی کا آغاز ہو سکتا ہے "۔

"ایسی تمام جگہوں کے نقشے آپ کو فراہم کر دیئے جائیں گے "۔

"بس میں یہی چاہتا ہوں "۔

"اور اب جب آپ ہم سے مل لئے ہیں اور یہ صورتحال اس حد تک پہنچ گئی ہے تو پھر میرے خیال میں آپ کا قیام اس ہوٹل میں مناسب نہیں ہوگا کیونکہ آپ نگاہوں میں آجائیں گے "۔

" نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں اپنے طور پر زندگی گزارنے کا عادی ہوں ۔آپ اس جانب سے مطمئن رہیں ۔ بعد میں ان لوگوں نے عمران کی خواہش کے مطابق تمام تفصیلات عمران کو فراہم کر دیں تھیں ۔ پھر جب جمشید صمدانی عمران کو واپس شہر لے کر آرہا تھا۔ تو اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"عمران صاحب ذاتی سی بات ہے یہ این او ڈیپارٹمنٹ سے کیا بنتا ہے "۔

"NOT OUT "۔ عمران نے مسکرا کر جواب دیا۔

پھر شیران کے مختلف علاقوں میں عمران گھومتا پھرتا رہا اس نے اپنے طور پران تمام جگہوں کا جائزہ لیا اس علاقے کا بھی جائزہ لیا جہاں میزائل سے تباہی پھیلی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو نقصانات ہوئے تھے خاص طور سے جانی نقصانات ان پر آئرون کا بھڑک اٹھنا فطری بات تھی۔ادھر آئرون کے اخبارات حکومت پر نقطہ چینی کر رہے تھے اور یہ مطالبے کئے جا رہے تھے کہ جن لوگوں نے یہ کارروائی کی ہے حکومت ان کا پتا چلا کر ان کے خلاف رد عمل کا اظہار کرے۔ بہرحال عمران نے کچھ اندازے قائم کئے تھے اس وقت وہ ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا اور ٹیکسی ایک سنسان علاقے سے گزر رہی تھی کہ اچانک ہی فائر کی آواز سنائی دی اور ٹیکسی لنگڑی ہو گئی۔ عمران فوراً چوکنا ہو گیا تھا اور پھر اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا بھائی"۔

"صاحب سمجھ میں نہیں آتا ٹائر برسٹ ہوا ہے مگر ایسا لگتا ہے جیسے پہلے فائر کیا گیا ہو"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی کو روکتے ہوئے کہا۔ اب وہ خوفزدہ نظر آرہا تھا۔

"تم دیکھو"۔ عمران نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور ڈرتے ڈرتے اپنی سیٹ سے اتر کر پھٹے ہوئے ٹائر کو دیکھنے لگا لیکن عمران نے فوراً ہی رد عمل ظاہر کیا تھا اس نے اپنی سمت کا دروازہ کھولا اور خاموشی سے سڑک کے نشیب میں اتر گیا۔ پھر اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ صورتحال واقعی خراب ہے۔ سڑک کے اوپر سے کچھ آوازیں آ رہی تھیں۔ غالباً کچھ لوگ ٹیکسی ڈرائیور کے پاس پہنچ گئے تھے اور اس سے بازپرس کر رہے تھے۔ پھر وہ دوڑنے لگے۔ عمران یہ تمام آوازیں سن رہا تھا۔ ابھی اس کا ان لوگوں سے الجھنے کا ارادہ نہیں تھا نجانے کون لوگ ہیں لیکن کوئی صحیح صورتحال عمران کے ذہن میں واضح نہیں تھی۔ بہت دیر تک وہ ایسی چٹان کی آڑ میں چھپا رہا جہاں کسی کی نگاہ نہیں پڑ سکتی تھی پھر جب سڑک پر خاموشی چھا گئی تو اس نے سر ابھار کر دیکھا ٹیکسی ڈرائیور دوسرا ٹائر لگا رہا تھا۔ وہ ٹائر لگا کر فارغ ہی ہوا تھا کہ دفعتاً عمران کو اپنے عقب میں آہٹ سی محسوس ہوئی اور اس سے قبل کہ وہ پلٹتا اس نے ایک نوجوان آدمی کو دیکھا جو پستول کا رخ اس کی جانب کئے ہوئے کھڑا تھا۔ نیلی آنکھوں والا یہ خوبصورت سا نوجوان معمولی سے لباس میں ملبوس تھا لیکن اپنے چہرے سے یہ اظہار کرتا تھا

کہ وہ ایک سخت دل اور جانباز آدمی ہے اور اگر عمران نے اس وقت ذراسی جنبش کی تو شاید سنگ آرٹ بھی اس وقت کام نہ آسکے کیونکہ عقب میں چٹان تھی اور چند فٹ کے فاصلے پر وہ آدمی موجود تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"صورتحال مجھے معلوم ہے ان لوگوں نے غلط فہمی میں تمہاری گاڑی کا ٹائر پھاڑ دیا ہے اصل میں وہ میری تلاش میں تھے اور سمجھ رہے تھے کہ میں ٹیکسی میں فرار ہو رہا ہوں تم بلاوجہ ان کا نشانہ بن گئے"۔

"کس کا بھائی صاحب"۔ عمران خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"وہ اب چلے گئے ہیں مجھے اندازہ ہو گیا ہے لیکن سنو تم۔ تم مقامی آدمی تو نہیں معلوم ہوتے"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو میں بے مقام ہوں"۔

"میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں"۔

"پستول کی زبان میں"۔

"نہیں یہ پستول تو میں نے صرف اس لئے تان رکھا ہے کہ کہیں تم مجھے کوئی غلط آدمی سمجھ کر مجھ پر حملہ نہ کر بیٹھو کیونکہ بہرحال تم ٹیکسی سے اتر کر فرار ہوئے ہو"۔

"تو پھر اب میں کیا کروں"۔ عمران نے سوال کیا۔

"اگر مجھ سے تعاون کرو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا"۔

""نہیں کروں"۔ عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"کیا"۔

"تعاون"۔ عمران نے کہا اور وہ شخص ہنس پڑا۔

"بات تو یہیں کی ہو رہی ہے"۔

"مگر تم یہاں کیا کر رہے ہو"۔

"بس کچھ نہ پوچھو دوست ویسے کیا تم سے تعارف مناسب نہیں ہے"۔

"ہے تو سہی لیکن اتنی دیر میں ٹیکسی نکل جائے گی ڈرائیور ٹائر بدل چکا ہے کیا تمہارے پاس اپنی گاڑی موجود ہے"۔

"نہیں"۔

"تو پھر آؤ یہاں سے نکلنے کے بعد ہر طرح کا تعاون بہتر رہے گا"۔ اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر پستول جیب میں رکھ کر بولا۔

"ٹھیک ہے آؤ چلو"۔ اس کے بعد دونوں محتاط انداز میں سڑک پر آئے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور ٹیکسی اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ عمران دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ارے ارے بھائی بھاگے کیوں جا رہے ہو مجھے یہیں چھوڑ جاؤ گے کیا"۔ ٹیکسی ڈرائیور نے حیرانی سے عمران کو اور پھر اس کے ساتھ دوسرے آدمی کو دیکھا اور بولا۔

"صاحب کوئی خطرہ تو نہیں ہے"۔

"کمال کرتے ہو یار خطرہ کیسے ہو سکتا ہے، چلو بیٹھو"۔ عمران نے زبردستی ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ دوسرا آدمی دوسری جانب سے بیٹھ گیا تھا۔ ٹیکسی پھر شہر کی جانب دوڑنے لگی۔ عمران نے ٹیکسی ڈرائیور

سے پوچھا۔

"کون تھے وہ لوگ"۔

"پتہ نہیں صاحب کسی کی تلاش میں تھے"۔

"کیا کہہ رہے تھے تم سے"۔

"سواری کے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ میں کہاں سے یہ سواری لارہا ہوں"۔

"تو پھر"۔

"میں نے بتادیا"۔

"اس کے بعد"۔

"اس کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگے کہ کیا تم ہم سے جھوٹ بول رہے ہو۔ تو میں نے کہا کہ بھائی میں تو ٹیکسی ڈرائیور ہوں لوٹنا چاہتے ہو تو میرے پاس تھوڑے سے پیسے موجود ہیں"۔

"پھر کیا ہوا"۔

"انہوں نے پوچھا کہ ٹیکسی میں جو آدمی تھا وہ کہاں گیا تو میں نے جواب دیا کہ ڈر کر بھاگ گیا ہے"۔

"ہاں یہ کہا تھا تم نے اس سے"۔

"تو اور کیا کہتا مگر یہ دوسرا آدمی کہاں سے پیدا ہو گیا"۔

"ایسی فضول باتیں مردوں سے نہیں پوچھا کرتے"۔ عمران نے شرمائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ٹیکسی ڈرائیور کچھ نہیں سمجھا تھا لیکن برابر بیٹھا ہوا آدمی ہنس پڑا پھر اس نے عمران سے کہا۔

" تم بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو دوست "۔

" یہ اگر کسی لڑکی کی زبان سے سنتا تو زیادہ اچھا لگتا "۔

" لڑکیاں پسند ہیں تمہیں "۔

" کمال کرتے ہو یار ایسا سوال کر رہے ہو جس کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ لڑکیاں کسے پسند نہیں ہوتیں "۔

" اچھا۔ اچھا خیر ہم غلط باتوں کی طرف نکل آئے ہیں "۔

" آغاز تو تم نے کیا تھا "۔

" ہاں مجھے اس کا افسوس ہے ویسے میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں دوست "۔

" پوچھو "۔ عمران نے کہا۔

" تو پھر بتاؤ کہ کیا نام ہے تمہارا "۔

" علی عمران "۔

" ویری گڈ تعلق کہاں سے ہے "۔

" پاکیشیا سے "۔

" اوہ ویری ۔ ویری گڈ "۔

" اس کے بعد کیا کہو گے "۔ عمران نے پوچھا۔

" کیا مطلب "۔

" تین بار تو ویری گڈ ہو چکا ہے اب کیا گنجائش ہے اس کی ویسے تمہارا اپنا نام کیا ہے "۔

" میرا نام سفیان عزیزی ہے "۔

"کیسے کیسے عزیز ہو"۔ عمران نے پوچھا اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"یوں تو بہت سوں کو عزیز ہوں لیکن۔لیکن......"

"لیکن کیا محبوبہ روٹھ گئی ہے"۔

"ہاں ایسا ہی سمجھو۔ محبوبہ وطن روٹھ گئی ہے اور اسے منانے کے لئے سرگرداں ہوں"۔ عمران اس کے الفاظ پر چونک پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

"تعلق کہاں سے ہے"۔

"اس داغدار فلسطین سے جسے دشمنوں نے لہولہان کر رکھا ہے"۔

عمران نے اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کیا ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی میں ایسے سوالات کرنا ذرا غیر مناسب ہی تھا اس دوران ویسے بھی کافی گفتگو ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر اسی طرح گزر گئی اور اس کے بعد عمران اپنے ہوٹل پر پہنچ گیا۔ سفیان عزیزی کو وہ اپنے ساتھ ہی ہوٹل کے کمرے میں لے آیا تھا۔ سفیان عزیزی کئی بار عجیب سی نگاہوں سے عمران کو دیکھ چکا تھا۔ کمرے میں آنے کے بعد عمران نے اس سے کہا۔

"ہاں میرے عزیز اب بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"کبھی کبھی کچھ واقعات پیش آ جاتے ہیں کہ دو اجنبی بھی ایک دوسرے کی قربت سے انکار نہیں کر سکتے"۔

"جیسے ہم اس وقت"۔ عمران نے کہا۔

"یہی مقصد ہے میرا۔ تمہارا تعلق پاکیشیا سے ہے"۔

"ہاں خدا کے فضل سے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"اور پاکیشیا کو ہم ایک مقدس درجہ دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لہولہان فلسطین کے لئے پاکیشیا میں جتنا کام ہوا ہے ہو رہا ہے ہم فلسطینی تہہ دل سے اس کے لئے شکر گزار ہیں۔ محبت اور مذہب کے رشتے سے ہم سب منسلک ہیں۔ لیکن کہیں کہیں انتہا پسندی بھی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہارا تعلق کون سے شعبے سے ہے مسٹر علی عمران لیکن تعلق پاکیشیا سے ہے یہی کافی ہے"۔ عمران خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ سفیان عزیزی نے کہا۔

"شاید تمہیں پچھلے دنوں کے ایک حادثے کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ یہ حادثہ یہاں آئرون میں پیش آیا اور شیران کی ایک شہری آبادی میزائل کا شکار ہو گئی۔ شاید یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ یہ اسرائیلی سازش تھی۔ تصور تو کیا جا سکتا ہے لیکن اسرائیلی منصوبہ ساز اس قدر چالاک ہیں کہ انہوں نے اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی ہو گی اور یہی ہو بھی رہا ہے۔ آئرون کے حکام یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ عمل ایروک کی طرف سے ہوا حالانکہ ایروک اس کی نفی کر چکا ہے۔ لیکن بہرحال شبہات موجود ہیں اور یہ شبہات کسی بھی وقت آتش فشانی کر سکتے ہیں۔ ہم مسلمان یہ نہیں چاہتے کہ ایسا ہو"

"یقیناً"۔

"میرے دوست ظاہر ہے یا تو تم سیاح ہو گے یا بزنس مین ہو گے

یا تمہاری آمد کا مقصد کچھ اور ہوگا لیکن اگر تم مذہب کے نام پر ملت کے نام پر تھوڑا سا میرا ساتھ دے سکو تو میں تمہارا شکر گزار ہوں گا"۔

"کیا کام ہے"۔

" میرے پاس ایک ایسی دستاویز موجود ہے جس کے تحت یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ حملہ ایروک نے آئرون پر نہیں کیا تھا بلکہ اس کا محرک اسرائیل ہے اور اسرائیل نے ایک خفیہ مقام پر یہ چھوٹا سا سب میزائل اسٹیشن قائم کیا ہے اور میں اس خفیہ مقام کے بارے میں جانتا ہوں۔ اس دستاویز کے ذریعے ایروک اور آئرون کی یہ غلط فہمی دور کر سکتا ہوں لیکن یہ دستاویز میرے پاس دشت سنبل میں پوشیدہ ہے میں اسے ساتھ نہیں لا سکا۔ میری آرزو ہے کہ کسی طرح یہ دستاویز حکومت آئرون تک پہنچ جائے تاکہ یہ غلط فہمی ختم ہو جائے۔ اس کے علاوہ میں اس سب میزائل اسٹیشن کی نشاندہی بھی کر سکتا ہوں جہاں اور بھی خفیہ کارروائیاں ہو رہی ہیں"۔ عمران کے چہرے پر خون جمع ہو گیا یہ تو بڑا عجیب اتفاق تھا بہرحال یہ شخص کسی بھی طرح کوئی غلط آدمی نظر نہیں آتا تھا اور پھر اگر یہ کوئی غلط آدمی ہے بھی تو عمران اس سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے سنجیدگی سے کہا۔

" وہ دستاویز تم اپنے ساتھ کیوں نہیں لا سکے"۔

" کیونکہ مجھے شبہ تھا کہ اسرائیلی ایجنٹ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اگر یہ دستاویز میرے پاس موجود ہوئی اور وہ مجھ پر قابو پا گئے تو پھر

کبھی یہ حقیقت منظر عام پر نہیں آسکے گی اور شاید ایروک اور آئرون میں جنگ چھڑ جائے میں یہ دستاویز کسی ایسے شخص کے حوالے کرنا چاہتا ہوں جو بالکل ہی غیر متعلق شخصیت ہو "۔ عمران نے فوراً ہی کہا۔

" کیا میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی خدمت کر سکتا ہوں سفیان عزیزی ...... " سفیان عزیزی نے گہری نگاہوں سے عمران کی صورت دیکھی۔ دیکھتا رہا پھر بولا۔

" کیا تم اپنے قیمتی وقت میں سے ہم بے گھروں کے لئے کچھ وقت نکال سکتے ہو "۔

" میں نے اسی لئے تم سے یہ سوال کیا ہے "۔

" تو پھر تمہیں تھوڑی سی زحمت کرنا ہو گی "۔

" بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے "۔

" دشت سنبل میں میرے پاس پہنچنا ہو گا میں یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔ تم اگر زحمت کر سکو تو دشت سنبل آجاؤ۔ وہاں کے بارے میں تمام تفصیلی رپورٹ تمہیں دیئے دیتا ہوں اس طرح سے تم باآسانی وہاں پہنچ سکو گے "۔

" ٹھیک ہے سفیان عزیزی لیکن یہ دشت سنبل کیا ہے "۔

" میں تمہیں اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتائے دیتا ہوں میرے دوست یوں سمجھ لو میری زندگی کا ایک اہم مقصد حل ہو جائے گا "۔

" ہوں، ٹھیک ہے تم مجھے دشت سنبل کی تفصیل بتاؤ "۔ اور سفیان عزیزی کاغذ پر ایک نقشہ بنا کر عمران کو دشت سنبل کے بارے میں بتانے لگا۔ خاصی دیر تک وہ عمران کے ساتھ رہا پھر بولا۔

" اور اب میں یہاں اپنے کام کرنے کے بعد واپس دشت سنبل جا رہا ہوں میری تمہاری وہیں ملاقات ہو گی "۔ عمران نے اس سے کچھ مزید گفتگو کی اور اس کے بعد وہ عمران کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل آیا۔

سفیان عزیزی کے جانے کے بعد عمران دیر تک سوچتا رہا تھا۔ بات ذرا کچھ سنگین سی تھی اور تھوڑی سی الجھانے والی بھی۔ کیا اتفاقات اس طرح کے ہو سکتے ہیں۔ عمران خود اس سلسلے میں ایک اہم حیثیت کا حامل تھا۔یہاں وہ آئرون کے حکام سے ملا تھا۔ ہر چند کہ یہ ملاقات بے حد خفیہ رکھی گئی تھی اور جمشید صمدانی نے انتہائی احتیاط کے ساتھ تمام عمل کیا تھا۔ لیکن کالی بھیڑیں بھی تو ہوتی ہیں اور یہ کالی بھیڑیں سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے عمران کی نشاندہی کر دی گئی ہو اور اس کے بعد یہ شخص اس کے پاس پہنچا۔ لیکن پھر عمران نے ماضی کے بہت سے واقعات کا تجزیہ کیا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ ایسے واقعات حقیقتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ واقعات ہی اصل راستوں پر لاتے ہیں اور پھر فکر کس بات کی تھی۔ ویسے بھی دشت سنبل اتنا زیادہ فاصلے پر نہیں تھا کہ

وہاں پہنچنا کوئی بہت ہی مشکل کام ہوتا۔ اب اس سلسلے میں کام کر رہا تھا۔ اگر سب میزائل سٹیشن کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں اور ایسی کوئی دستاویز مل جائے جس سے یہ مسئلہ حل ہو جائے تو عمران کا کام اس شکل میں ختم ہو جاتا تھا۔ باقی رہا اسرائیل اور فلسطین کا معاملہ۔ تو بہرحال اس کا حل فلسطینیوں ہی کو تلاش کرنا تھا۔ عمران اپنے طور پر تیار ہو گیا اور پھر اس نے پروگرام کے مطابق چوبیس گھنٹے گزارے۔ چوبیس گھنٹے مکمل کرنے کے بعد وہ دشت سنبل جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ حالانکہ اگر وہ چاہتا تو اس سلسلے میں جمشید صمدانی سے مدد لے سکتا تھا۔ لیکن بات وہی تھی۔ پہلے صورتحال کا اندازہ ہو جائے اس کے بعد ہی دوسروں کو ملوث کرنا مناسب تھا۔ دشت سنبل کے بارے میں اول تو مکمل معلومات خود سفیان عزیزی نے فراہم کر دی تھیں۔ لیکن اس کے بعد عمران نے مزید اپنے طور پر معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد اس نے کرائے کی ایک کار لے کر اس سفر کا آغاز کر دیا۔ اندازے کے مطابق اسے خاصا طویل سفر طے کرنا تھا۔ تقریباً شام تین بجے کے قریب وہ کار میں بیٹھ کر نقشے کے مطابق چل پڑا تھا۔ اس وقت تقریباً ساڑھے چار بجے ہوں گے۔ جب وہ ایک قصبے میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے دشت سنبل کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اسے پتا چلا کہ راستے میں ایک اور چھوٹی سی بستی نظر آئے گی۔ جس کا نام "کامان" ہے۔ چنانچہ وہ کامان کی تلاش میں چل پڑا اور پھر کامان پہنچ

گیا۔ کامان کی آبادی بہت مختصر تھی اس کے باوجود وہ ایک جدید ننھے سے شہر کی حیثیت رکھتی تھی۔ البتہ یہاں آکر پختہ سڑک ختم ہو گئی تھی۔ اس سے آگے کچی سڑک تھی۔ جو ریگستان کے کنارے کنارے ہوتی ہوئی آگے بڑھتی تھی۔ بہرحال عمران نے سفر جاری رکھا اور کچی سڑک پر کار کو دوڑاتا رہا۔ چاروں طرف ویرانہ تھا۔ میلوں دور تک لق ودق صحرا کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کچی سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ بس کبھی کبھار ہی کوئی گاڑی گزر جاتی تھی۔ پھر اس وقت چھ بج رہے تھے۔ جب وہ کافی آگے نکل آیا۔ سورج مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ لیکن صحرا کی ریت ابھی تک تپ رہی تھی۔ یہاں اس نے کار روکی اور کار سے اتر کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دائیں طرف ریت کے تپتے ہوئے ٹیلے تھے اور بائیں طرف کچھ فاصلے پر سرخ چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ تبھی اسے ان چٹانوں کے دوسری طرف ایک گدھ نظر آیا۔ جو فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ چند سیکنڈ کے بعد ایک اور گدھ نظر آیا اور پھر کچھ اور دیر کے بعد جب اس نے دوبارہ سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو گدھوں کی تعداد خاصی ہو چکی تھی۔ جو ایک دائرے کی صورت میں پرواز کر رہے تھے۔ عمران کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ گدھ کسی ایسی ویسی جگہ پر نہیں ہوتے۔ اگر اس کا اندازہ غلط نہیں ہے تو وہ دشت مستقبل کے پاس ہی موجود ہے۔ بہرحال وہ تھوڑا سا اور آگے بڑھا اور اس کے بعد راستے کا اندازہ کر کے اس نے اپنی کار سنبھال لی اور پھر اسے اتنی دور

تک لے گیا جہاں تک جا سکتا تھا۔ دشت سنبل کے آثار مل رہے تھے۔ عمران نے اپنے پستول کا اندازہ لیا اور اس کے بعد اپنی کار ایک ٹیلے کی آڑ میں کھڑی کر دی۔ اب سڑک سے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس کا رخ چٹانوں کی جانب ہی تھا۔ چٹانوں کی دوسری طرف تنگ سا راستہ بتدریج نشیب کی طرف چلا گیا تھا۔ عمران اس راستے پر آگے بڑھنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ جو اس کے پیروں کے نیچے سے پھسل کر نشیب میں لڑھک رہے تھے۔ وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا ہوا میں ایک ناگوار بو کا احساس شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ نجانے یہ کیسی بو تھی اس کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ راستے کے ایک تنگ سے موڑ پر وہ رک گیا۔ نشیب میں کھجوروں کے درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب کچھ کھنڈرات سے نظر آ رہے تھے۔ اس نے غور سے انہیں دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بلند کنواں نظر آیا۔ جو شاید انہی کھنڈرات کا ایک حصہ تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور ان کھنڈرات کا جائزہ لینے لگا۔ لیکن کھنڈرات مختصر نہیں تھے۔ وہ دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ کنواں خشک پڑا ہوا تھا اور اس کی منڈیر ٹوٹی ہوئی تھی۔ شاید یہاں پہلے کبھی کوئی بستی آباد ہو گی جو اب ویران ہو چکی تھی اور وہاں کھنڈرات کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ سفیان عزیزی نے اسی جگہ کا پتا اسے بتایا تھا اور اسے یہیں کہیں ہونا چاہیئے تھا۔ قرب وجوار میں کسی انسان کا وجود نہیں مل رہا تھا۔ عمران کچھ لمحے انتظار کرتا رہا اور یہ

جاننے کے بعد کہ یہاں اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہو سکتا اس نے زور سے سفیان عزیزی کو آواز دی۔ پہلی آواز کا کوئی جواب نہیں ملا۔ تو عمران نے دوبارہ کھنڈرات کی طرف رخ کر کے سفیان کو پکارا لیکن اب بھی کوئی جواب نہیں مل سکا تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس پر سکون ویرانے میں کسی زندہ انسان کا نام و نشان تک نہ ہو۔ سوائے ان گدھوں کے جو آسمان پر اب بھی منڈلا رہے تھے۔ عمران اندازے لگانے لگا۔ کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ سفیان عزیزی وہیں شیران میں کسی مشکل کا شکار ہو گیا ہو اور یہاں تک نہ پہنچ پایا ہو۔ اگر ایسی صورتحال ہے تو پھر تو بڑی بیکار بات رہے گی اور یہاں تک آنا بے مقصد ہی ہو جائے گا لیکن اب جب آ ہی گیا ہے تو تھوڑی سی معلومات ضرور حاصل کر لے۔ چند لمحے وہ وہیں کھڑا کھنڈرات کو گھورتا رہا جن کے سائے اب لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ سورج غروب ہونے میں اب تھوڑی ہی دیر باقی تھی۔ فضا میں ناگوار بو اب بھی موجود تھی اور یہ بو شمال کی طرف سے ہوا کے ساتھ آ رہی تھی۔ کھجور کے سوکھے ہوئے درختوں کے قریب والا ایک چھوٹا سا کھنڈر نما مکان دوسرے مکانوں سے ذرا نسبتاً بڑا تھا۔ اس کی چھت اور شمال کی سمت والی دیوار گر چکی تھی۔ بڑی بڑی کچی اینٹیں آس پاس بکھری ہوئی تھیں ان اینٹوں کو دیکھ کر عمران کو یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ یہ چھوٹی سی بستی غالباً صدیوں پہلے آباد ہوئی تھی۔ پھر کنویں کا پانی خشک ہو جانے کی وجہ سے یہاں کے لوگ

ہجرت کر کے کہیں اور چلے گئے اور یہ بستی ویران ہو گئی ۔ لیکن ان تمام
باتوں کے ساتھ ساتھ عمران کے ذہن میں یہ بھی خیال تھا کہ سفیان
عزیزی اگر یہاں موجود نہ ہوا تو کیا ہو گا۔اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور
احساسات بھی عمران کے ذہن سے ٹکرا رہے تھے ۔غالباً چھٹی حس کوئی
خاص بات کا احساس دلا رہی تھی ۔ ایک بار پھر اس نے تیز آواز میں
سفیان کو پکارا۔ رخ کھنڈرات ہی کی طرف تھا لیکن اس مرتبہ بھی
کوئی جواب نہیں ملا۔ عمران نے پستول نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور
محتاط انداز میں قدم اٹھاتا ہوا نشیب میں دوسرے کھنڈرات کی جانب
بڑھنے لگا۔ اب اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر صورتحال کچھ خراب
ہوئی تو اندازہ لگائے گا کہ واقعہ کیا ہوا ہے ۔ سورج اب بالکل ہی
غروب ہونے کے قریب تھا اور ہوا کے جھونکوں میں خنکی بڑھ گئی
تھی ۔ وہ نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا کھنڈرات میں داخل ہو گیا۔ پہلا گھر
خالی پڑا تھا۔ دوسرے گھر میں کسی جانور کا خستہ حال سا ڈھانچہ پڑا ہوا
تھا، شاید یہ ڈھانچہ کتے کا تھا۔آس پاس مٹی کے چند ٹوٹے ہوئے برتن
بھی نظر آرہے تھے ۔اس مکان کے صحن میں اسی طرح کی چند اور چیزیں
بھی بکھری ہوئی تھیں ۔ جنہیں اب ریت نے چھپا لیا تھا۔ وہ مکان کے
صحن سے نکل کر کھلی جگہ پر آگیا۔ لیکن یہاں ریت پر کسی گاڑی کے
ٹائروں کے نشانات نظر آئے جو درختوں کے جھنڈ کے قریب بڑے
سے کھنڈر کی جانب رہنمائی کر رہے تھے ۔ عمران کو یہ سمجھنے میں دیر
نہیں لگی کہ یقینی طور پر وہ سفیان کی گاڑی کے ٹائروں کے نشانات

ہوں گے۔ نشانات کی تازگی بتاتی تھی کہ سفیان تھوڑی دیر پہلے ہی
کسی گاڑی کے ذریعے یہاں آیا ہے۔ بہرحال وہ یہاں رک گیا اور چند
سیکنڈ تک کسی قسم کی آہٹ محسوس کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر
محتاط قدم اٹھاتا ہوا اس مکان کے اوپر سے گھوم کر دوسری طرف نکل
گیا۔ اس طرف آتے ہی اسے اچانک ہی ایک انسانی جسم نظر آیا جو
کھجور کے گرے ہوئے دو درختوں کے تنوں کے درمیان پڑا ہوا تھا۔
عمران نے برق رفتاری سے دوڑ لگائی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ پھر
اچانک اس کے قدم رک گئے وہ سفیان ہی تھا۔ لیکن بالکل بے
لباس۔ اس کا لباس اس کے آس پاس بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ جس
طرح ساکت پڑا ہوا تھا اسے دیکھ کر عمران کو ایک لمحے میں یہ اندازہ
ہو گیا تھا کہ اب اس میں زندگی موجود نہیں ہے۔ عمران کے دل میں
غم و غصے کا طوفان امڈ آیا۔ آخر کار سفیان کے ساتھ وہ سلوک کر ڈالا گیا
جس کا عمران کو شبہ تھا اور جس کے خوف کا سفیان خود شکار تھا۔
عمران کو دکھ ہونے لگا۔ آہ کاش کچھ وقت پہلے ہی وہ یہاں پہنچ جاتا۔ وہ
سفیان کی لاش سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں
پستول تھا اور اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ پھر اسے
سفیان کی وہ کار بھی نظر آئی جو درختوں کے جھنڈ کے دوسری طرف
کھڑی ہوئی تھی۔ عمران چند لمحے سوچتا رہا اور اس کے بعد کار کے
قریب پہنچ گیا۔ پھر اس نے کھلی کھڑکی سے اندر جھانکا۔ سفیان کا کوٹ
ڈرائیونگ سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ پانی کی بوتل اور ایسی ہی

چند دوسری چیزیں، لیکن اس سے کوئی خاص اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ عمران کو اس وقت مزید افسوس ہو رہا تھا۔ سفیان کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے آرہا تھا۔ ایک بار پھر اس نے گردن گھما کر سفیان کی لاش کی طرف دیکھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اچانک چونک پڑا تھا۔ اسے سفیان کے سینے میں ہلکا سا زیرو بم محسوس ہوا تھا۔ ایک بار پھر وہ مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سفیان کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے سینے کے زیرو بم سے عمران کو یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ اس کی حالت دیکھ کر عمران کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ سفیان کو اس حالت میں پہنچانے والے ایک سے زیادہ افراد تھے اور وہ یقیناً اپنے کام میں ماہر تھے۔ سفیان کو جس طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے عمران جیسا انسان بھی کانپ اٹھا تھا۔ اس کی ناف کے نیچے ایک بہت بڑا زخم تھا۔ جس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے بھی کاٹ دیئے گئے تھے اور اس طرح اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ لیکن آنکھوں کے سکڑے ہوئے ڈھیلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اس کی بینائی ختم ہو چکی ہے۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ عمران گھٹنوں کے بل بیٹھ کر سفیان پر جھک گیا اور اس نے اسے پکارا

"سفیان"...... اس کی پکار کے جواب میں سفیان کے سینے میں پھر زیرو بم پیدا ہوا۔ جس سے عمران کا یہ اندازہ درست ثابت ہو گیا کہ

وہ ابھی زندہ ہے۔

" سفیان "...... اس نے ایک بار پھر اسے پکارا۔ سفیان کے ہونٹوں پر جنبش ہوئی۔ وہ بڑی مشکل سے بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس کی مدھم آواز ابھری۔

"تو۔ تو۔ مو۔ مو...... "

" میں عمران عمران ہوں۔ علی عمران "۔ عمران نے کہا۔

" تت۔ تم نے بب۔ بہت۔ دیر دیر دیر۔ مم مجھے قتل کر دو۔ عم۔ مم "۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور دوسرے لمحے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سفیان کی کار تک پہنچا۔ کار سے اس نے پانی کی بوتل نکالی اور سفیان کے قریب واپس آ گیا۔ پھر بڑی احتیاط سے اس نے پانی کے چند قطرے اس کے زخمی اور خشک ہونٹوں پر ٹپکا دیئے۔ سفیان کی آواز پھر نکلی۔

" مم مجھے قتل کر دو۔ خ خدا کے واسطے مجھے قتل کر دو"۔

" حوصلہ رکھو سفیان "۔ عمران اس پر اور جھک گیا۔ سفیان کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن آواز بہت مدھم تھی۔

" کون تھے وہ لوگ "...... عمران نے پوچھا۔

" وہ۔ وہ۔ وہ اس اس "...... عمران نے ایک بار پھر پانی کے چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکائے اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ سفیان کے جسم پر دو تین جگہوں سے کھال کاٹ ڈالی گئی تھی۔ ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن غائب تھے۔ انگلیوں کی پوروں پر ناخنوں کی بجائے جما ہوا

خون نظر آرہا تھا۔ اس کے ناخن غالباً پلاس سے کھینچے گئے تھے۔ دونوں پیروں کے انگوٹھے کٹے ہوئے تھے۔ غالباً اس کی پشت پر بھی زخم تھے۔ لیکن خون جم جانے کی وجہ سے اس کا جسم ریت سے چپکا ہوا تھا اور اسے ہلائے بغیر زخموں کا جائزہ لینا ممکن نہیں تھا۔

"وہ کون تھے سفیان۔ بتاؤ وہ کون تھے"۔ عمران نے ایک بار پھر پوچھا۔

"اسرائیل۔ اسرائیلی"۔ سفیان کے ہونٹوں سے مردہ سی آواز نکلی۔ وہ دس۔ دستہ دستہ"۔ عمران صورتحال کو سمجھ گیا اور اس نے افسوس بھری نگاہوں سے سفیان کو دیکھا پھر بولا۔

"کیا دستاویز انہی کھنڈرات میں موجود ہے"۔

"میں بڑی اذیت میں ہوں عمران۔ تمہیں خدا کا واسطہ مجھے قتل کر دو۔ اس اذیت سے نجات دلا دو مجھے"۔ سفیان نے رک رک کر کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ میں ابھی تمہیں لے کر چلتا ہوں۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گے سفیان"۔

"نہیں۔ پلیز۔ پلیز نہیں۔ مجھے ہلانا مت۔ مجھے گولی مار دو اور یہاں سے چلے۔ چلے جاؤ۔ وہ لوگ......"

"نہیں سفیان میں تمہیں گولی نہیں مار سکتا"۔

"پپ پلیز۔ پلیز"۔ سفیان کی آواز ڈوب گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ ختم ہو گیا تھا اور اسے زندگی کی اس اذیت سے نجات مل گئی تھی۔ عمران آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو

گیا۔ چند لمحے وہ خاموشی رہ کر سفیان کی لاش کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ کر اس کی کار کے قریب آگیا۔ اس نے کار کی چابی نکالی اور سوچنے لگا کہ کیا کرنا چاہئے۔ لیکن پھر کار اس کے لئے بے مقصد ہی ثابت ہوئی۔ کوئی فائدہ نہیں۔ کوئی فائدہ نہیں۔ بہرحال اس نے ایک بار پھر تنقیدی نگاہوں سے کار کا جائزہ لیا اور وہاں سے ہٹ کر چٹان کی طرف چلنے لگا۔ سورج اس وقت غروب ہو چکا تھا۔ تنگ راستے پر چلتا ہوا وہ اوپر پہنچ گیا۔ اس نے آخری مرتبہ پیچھے مڑکر دیکھا۔ اندھیرے میں سفیان کی لاش نظر آرہی تھی۔ وہ مڑکر آگے بڑھنے لگا۔ اسی لمحے چاند چٹان کی چوٹی سے جھانکتا ہوا نظر آیا۔ عمران ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اچانک رک گیا۔ ٹیلے کی آڑ میں اس کی کار کھڑی ہوئی تھی لیکن اب اس جگہ ایک اور کار بھی کھڑی نظر آرہی تھی۔ وہ ایک شاندار لینڈ روور تھی۔ عمران ایک دم سنبھل گیا۔ محتاط نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن کار کے قرب وجوار میں اسے اور کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کے جبڑے ایک دوسرے میں بھنچ گئے۔ وہ لوگ جو کوئی بھی ہیں بہرحال ان کا تعلق اسرائیلی ایجنٹوں سے ہی ہو سکتا ہے اور اس وقت سفیان کے ساتھ انہوں نے جو سلوک کیا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ انتہائی درندہ صفت ہیں اور عمران کو ان درندوں سے بے پناہ نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ اس وقت اس کے ذہن میں اور کوئی تصور نہیں تھا۔ وہ سفیان کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ حالانکہ وہ دستاویز اس کے لئے بہت دلکش تھی جس کے حصول کے لئے ان

لوگوں نے سفیان کو اس قدر اذیت دی تھی۔ لیکن ان حالات میں وہ دستاویز بھی اس کے ذہن سے نکل گئی تھی۔ پھر وہ اپنی جگہ ساکت ہو کر یہ سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ ریوالور اس نے اپنے لباس میں واپس رکھ لیا تھا اور صورتحال کا جائزہ لے لیا تھا۔ لیکن پھر اچانک ہی عقب میں آہٹ ہوئی اور عمران سانپ کی طرح پلٹا۔ لیکن وہ تینوں انسانی سائے عمران کے عقبی حصے میں چٹان سے نکل کر اس کے سامنے آگئے تھے۔ وہ ایک عورت اور دو مرد تھے۔ ایک آدمی کے ہاتھ میں سب مشین گن تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں ریوالور۔ البتہ عورت خالی ہاتھ تھی۔ ان دونوں نے اسے زد میں لئے ہوئے تھا اور مدھم چاندنی میں عمران اب انہیں صاف طور پر دیکھ سکتا تھا۔ ویسے بھی ان سے عمران کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ دونوں آدمیوں میں سے ایک بھاری بھرکم اور طویل قدوقامت تھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ کرختگی تھی۔ دوسرا کسی قدر پستہ قامت اور قدرے دبلا پتلا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ دونوں تیس اور پینتیس سال کے درمیان ہوں گے جبکہ ان کی ساتھی جوان اور دلکش تھی۔ اس نے پینٹ شرٹ اور جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کی عمر چوبیس پچیس سال کے قریب رہی ہوگی۔ وہ اپنے ساتھیوں سے چند قدم دور ایک طرف ہٹ کر کھڑی تھی۔

"کون ہو تم"۔ عمران نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پستہ قامت آدمی کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ بھی تم ہی بتاؤ گے ہمیں"۔

"غالباً ڈاکو"۔

"ڈاکو ویرانوں میں ڈاکے نہیں ڈالتے اور تمہیں زیادہ چالاک بننے کی ضرورت نہیں ہے۔اپنا ریوالور نکال کر ایک طرف پھینک دو۔اگر کوئی چالاکی دکھانی کی کوشش کی تو اپنے جسموں کے سوراخ گن بھی نہیں سکو گے"۔

عمران نے گہری نظروں سے ایک بار پھر ان کا جائزہ لیا۔اسے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت چالاکی کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔لمبے قد والے کے پاس سب مشین گن کی موجودگی میں اس کے اعشاریہ تین آٹھ کے ریوالور کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔اس نے لڑکی کی طرف دیکھا جو اپنی جگہ سے ہٹ کر چٹانوں کے قریب چلی گئی تھی۔

"میں تمہیں صرف دس سیکنڈ دے رہا ہوں۔اپنا ریوالور لڑکی کی طرف اچھال دو"۔لمبے قد والے نے سب مشین گن کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ اپنی دھمکی پر عمل کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچائے گا۔اس نے لمبے قد والے کے چہرے کی طرف دیکھا اور بڑی احتیاط سے اپنا ریوالور نکال کر پہلے ہتھیلی پر رکھا اور پھر اسے لڑکی کی طرف اچھال دیا۔لڑکی نے بڑی مہارت سے ریوالور کو ہوا میں کیچ کر لیا تھا۔پھر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ گئی۔لمبے قد والے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لکیر کھنچ گئی تھی۔

"عقلمند معلوم ہوتے ہو۔ اب آگے چلو اس طرف"۔ لمبے قد والے نے نشیب کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ"۔ عمران نے پوچھا۔

"اس کا جواب بہت جلد تمہیں مل جائے گا"۔ لمبے قد والے نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ اب تک وہی عمران سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی اور لڑکی ابھی تک خاموش ہی رہے تھے۔ وہ نشیب کی طرف جانے والے تنگ راستے پر رک گئے۔ عمران نے ایک بار پھر باری باری ان تینوں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اس سے صرف ریوالور لیا تھا۔ اس کی تلاشی نہیں لی تھی۔ عمران یہاں آنے کے لئے تیار ہو کر چلا تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹے سائز کا خنجر بھی موجود تھا۔ جو اس نے کوٹ کے نیچے بغل میں چھپایا ہوا تھا۔ حالانکہ عام حالات میں یہ خنجر اس کے پاس نہیں ہوتا تھا۔ لیکن نجانے کیوں اس نے اپنے اس سفر پر روانہ ہونے کے لئے کچھ خصوصی ہی تیاریاں کر ڈالی تھیں۔ یہ خنجر بھی اسے بازار میں مل گیا تھا اور چونکہ یہ بہت خوبصورت تھا اور اس کے دستے پر خاص قسم کا کام کیا گیا تھا۔ اس لئے یہ عمران کو پسند آگیا تھا۔ پھر اس طرف آتے ہوئے اس نے یہ خنجر بھی اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔

"چلو نیچے اترو"۔ اس مرتبہ چھوٹے قد والے نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔ عمران نے ایک بار پھر ان کی طرف دیکھا اور پھر مڑ کر تنگ سے راستے پر نیچے اترنے لگا۔

اس کے پیچھے لمبے قد والا تھا۔ جس نے سب مشین گن سنبھالی ہوئی تھی اور اس کا دوسرا ساتھی اس کے پیچھے لڑکی سب سے پیچھے آ رہی تھی۔ اس تنگ سے راستے پر اترتے ہوئے عمران نے بڑی احتیاط کے ساتھ کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر بغل میں چھپایا ہوا خنجر نکال لیا۔ یہ تو وہ جانتا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق انہی سے ہو سکتا ہے جنہوں نے مظلوم سفیان کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کیا تھا پھر ان کی موجودگی یہاں کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن ایک اور خیال بھی اس کے دل میں تھا۔ وہ یہ کہ جس وقت اس نے اپنی کار وہاں کھڑی کی تھی ان لوگوں کی کار وہاں موجود نہیں تھی اور وہ بعد میں یہاں پہنچے تھے۔ لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ کار انہی کی ہو۔ بہر حال بہت سارے معاملات ذہن میں گردش کر رہے تھے اور عمران برق رفتاری سے یہ فیصلے کر رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ غرضیکہ ایک لمحے میں اس نے ایک فیصلہ کیا۔ فی الحال کوئی ایسا عمل ضروری ہے جو اسے ان لوگوں کی دسترس سے نجات دلا دے۔ اپنے طور پر اس نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بے شک ترتیب دیا تھا۔ لیکن کوئی موثر منصوبہ نہیں۔ پھر اس نے اس منصوبے پر عمل کر ڈالا۔ وہ احتیاط کے ساتھ خنجر کو اپنی بغل سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن پھر وہ جیسے ہی مڑا لمبے قد والے نے اپنی سب مشین گن کی جھکی ہوئی نال اوپر اٹھا لی۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے سب مشین گن استعمال کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ عمران کے ہاتھ سے نکلا ہوا خنجر بڑی تیزی سے ہوا میں اڑتا ہوا اس کے حلق

میں ترازو ہو گیا اور وہ کھڑے کھڑے لہرا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹریگر
بھی دب گیا تھا اور سب مشین گن سے نکلنے والی گولیاں آسمان کی
جانب چل پڑی تھیں۔ اسی وقت لڑکی کے منہ سے ایک خوفناک چیخ
نکلی۔ اس کا پستہ قامت ساتھی اب بدحواس سی نگاہوں سے اپنے
گرتے ہوئے ساتھی کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ
سکتا۔ عمران نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر چھلانگ لگا
دی۔ عمران کے سر کی زوردار ٹکر اس کے پیٹ پر لگی اور وہ کراہتا ہوا
نیچے گر گیا۔ لیکن اس نے گرتے ہوئے بھی عمران کی ٹانگ بڑی پھرتی
سے پکڑ کر اسے پوری قوت سے اپنی جانب گھسیٹا اور عمران بھی
توازن قائم نہ رکھ سکا۔ وہ دونوں بڑی تیزی سے نشیب میں لڑھکنے
لگے۔ اس دوران لمبے قد والا آدمی جسے عمران نے خنجر کا نشانہ بنایا تھا
تنگ سے راستے کے کنارے سے لڑھک کر بیسیوں فٹ نیچے ایک
کھڈ میں جا گرا تھا۔ عمران نے دوسرے آدمی کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ دونوں
ایک دوسرے سے گتھم گتھا ڈھلان پر لڑھک رہے تھے۔ جبکہ لڑکی اوپر
کھڑی رہ گئی تھی۔ اس کے پاس اگرچہ عمران کا ریوالور موجود تھا لیکن
اس کے حواس شاید اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اور غالباً اس کی
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورتحال پر اس کا رد عمل کیا ہونا چاہیئے۔
بہرحال عمران کو اس کا بھی احساس تھا کہ وہ لڑکی اس کے لئے
خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن فی الحال اس سلسلے میں کچھ نہیں
کیا جا سکتا تھا۔ نیچے لڑھکتے ہوئے پتھر بری طرح چبھ رہے تھے۔ عمران کا

سر زور سے ایک پتھر سے ٹکرایا تھا اور چند لمحوں کے لئے اسے چکر سا آ گیا تھا۔ لیکن وہ اپنے حواس پر قابو رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ شاید یہ ڈھلان کبھی ختم نہیں ہوگی پھر اچانک وہ کسی بڑے سے پتھر سے ٹکرا کر رک گیا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے حواس رخصت ہو رہے ہوں۔ وہ چند لمحے بے حس و حرکت پڑا رہا۔ اسے اپنے اوپر آسمان بڑی تیزی سے گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی اور کانوں میں سیٹیاں سی بج رہی تھیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس نے لوٹ لگا کر اپنی جگہ سے ہٹنا چاہا تو اس کا ہاتھ کسی چیز سے ٹکرا گیا۔ جس چیز سے اس کا ہاتھ ٹکرایا تھا وہ کوئی پتھر نہیں تھا۔ اس نے ٹٹول کر دیکھا وہ اس پستہ قامت آدمی کا ریوالور تھا جسے اس نے فوراً اپنی گرفت میں لے لیا۔ ڈھلان پر اوپر سے ابھی تک چھوٹے چھوٹے پتھر لڑھک رہے تھے۔ وہ گھٹنوں پر بوجھ ڈال کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ اصل میں گھومنے کی وجہ سے اور پھر بدن میں چبھنے والے پتھروں نے اسے ایک لمحے کے لئے بے حال کر دیا تھا۔ یہ اندازہ بھی نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس کا ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی اس پتھر سے رکا یا پھر لڑھکتا ہوا ڈھلان کے آخری سرے تک پہنچ گیا۔ بہر حال چند سیکنڈ اس طرح پڑے رہنے میں صرف ہوئے پھر اس نے اپنے آپ کو گردن جھٹک کر سنبھالا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی متجسس نگاہیں اب چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔

اسی لمحے چاند گہرے بادلوں میں چھپ گیا۔ لڑکی اور اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ اچانک اسے ایک مدھم سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز لڑکی کی ہی تھی اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ لیکن تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کے چاروں طرف بڑے بڑے پتھر ٹیلوں کی طرح نظر آرہے تھے۔ پہلی مرتبہ اس نے غور سے جائزہ لیا تو اسے احساس ہوا کہ وہ اس پستہ قد آدمی کے ساتھ گتھم گتھا لڑھکتا ہوا چٹانوں کے دامن میں اس طرف گرا تھا جہاں پہلے شاید کبھی دریا بہتا ہوگا۔ لیکن اب وہاں پتھروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ عمران کو وہ پستہ قد آدمی قرب وجوار میں کہیں نظر نہیں آیا۔ اس نے ایک بار پھر اس چٹان کی طرف دیکھا پھر چاند کچھ دیر کے لئے بادلوں سے نکلا۔ اب وہ اس لڑکی کو دیکھ سکتا تھا جو بہت محتاط ہو کر اس خطرناک ڈھلان پر آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور صاف نظر آرہا تھا اور یہ ریوالور عمران ہی کا تھا۔ وہ بہت محتاط انداز میں قدم اٹھاتی ہوئی اس چٹان کے دامن میں آکر رک گئی۔ اسی لمحے چاند ایک بار پھر گہرے بادلوں میں چھپ گیا اور تاریکی چھا گئی۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً بیس گز آگے چھوٹے پتھروں کے لڑھکنے کی آواز ابھری اور پھر ایک آواز سنائی دی۔

"کیری۔ کیری"...... وہ لڑکی کا ساتھی تھا جو سرگوشیانہ انداز میں اسے پکار رہا تھا۔ عمران اپنی جگہ بے حس وحرکت بیٹھا رہا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور چیک کیا جو پوری طرح لوڈ تھا۔ لیکن بہرحال

عمران کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ اسی پستہ قد آدمی کا ریوالور ہے۔ عمران کو یہ سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ شخص فی الحال اس ریوالور کو استعمال کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ عمران نے آہستہ سے ریوالور کا سیفٹی کیچ ہٹا دیا۔ ریوالور آٹومیٹک پر سیٹ تھا۔ جسے اس نے سنگل فائر پر سیٹ کر دیا۔ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بہت محتاط ہو کر پتھر کی دوسری طرف جھانکنے لگا۔ چند گز دور لمبے قد والا آدمی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ جسے عمران نے خنجر مارا تھا۔ خنجر کے وار اور اتنی بلندی سے زمین پر گرنے سے وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس کا پستہ قد ساتھی اس پر جھکا اسے ہلا جلا کر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر تاریکی میں غائب ہو گیا۔ اب عمران نے اپنی جگہ چھوڑ دینا مناسب سمجھا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے سرکنے لگا۔ اس کے بدن میں جگہ جگہ خراشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جن میں ہلکی ہلکی تکلیف ہو رہی تھی۔ لیکن بہرحال وہ بڑے بڑے پتھروں کی آڑ لیتا ہوا اس طرف بڑھتا رہا جہاں اس نے آخری مرتبہ چھوٹے قد والے کو دیکھا تھا۔ پھر اچانک ہی عمران کو ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔

" اے سنو "...... یہ سرگوشی دائیں طرف سے ابھری تھی اور آواز بلاشبہ اس لڑکی کی تھی جسے اس کے ساتھی نے کیری کہہ کر پکارا تھا۔ لڑکی نے پھر آہستہ سے کہا۔

" میں تمہیں دیکھ چکی ہوں۔ خبردار ہوشیار رہنا "۔ اس کی سرگوشی عمران کے لئے انتہائی حیرتناک تھی۔ لڑکی کے لہجے میں اضطراب سا

تھا اور عمران کو حیرت تھی کہ وہ اسے خبردار کیوں کر رہی ہے۔ لیکن اس نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ بات عمران کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ لڑکی اپنے ساتھی کے خلاف اسے ہوشیار رہنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہے۔ لیکن پھر اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ ہو سکتا ہے یہ لڑکی جس کا نام کیری ہے اس کی ہمدرد بن کر اس کے خلاف کسی قسم کی چال چلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ وہ محتاط انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ تقریباً پچاس گز آگے وہ بائیں طرف مڑ گیا۔ اس کے سامنے ایک چٹان نظر آرہی تھی اور بائیں طرف وہ گہرا کھڈ تھا۔ جہاں لمبے قد والے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ عمران اب اسی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران کو اس کے مرنے کا کوئی افسوس نہیں تھا۔ اگر وہ اسے نہ مارتا تو لمبے قد والا اسے ختم کر دیتا اور شاید ہلاک کرنے سے پہلے اسے بھی اسی طرح تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ جس طرح مظلوم سفیان کو بنایا گیا تھا۔ اچانک چند پتھر اس کے پیروں کے نیچے سے پھسل کر ڈھلان پر لڑھکتے چلے گئے۔ سناٹے میں پتھروں کے لڑھکنے کی آواز دور تک سنی جا سکتی تھی۔ لیکن عمران اپنی جگہ رک کر اس آواز کا ردعمل دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن چاروں طرف خاموشی ہی طاری تھی۔ عمران کوئی خاص اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ اس نے ایک بار پھر رک کر صورتحال کا جائزہ لیا۔ جس تنگ راستے سے لڑھک کر وہ نیچے آیا تھا۔ وہاں سے واپس جانا ممکن نہیں تھا۔ اس طرح وہ نظروں میں آسکتا تھا۔ ایک بار پھر اسے اس پستہ قد آدمی کی آواز سنائی دی۔

"کیری۔ کیری۔ کیری"۔ اس نے تین بار لڑکی کو پکارا، عمران نے آواز کی سمت نگاہیں دوڑائیں۔ لیکن اسے وہ شخص نظر نہیں آیا تھا اور نہ ہی لڑکی کہیں نظر آئی۔ وہ محتاط انداز میں چلتا ہوا لمبے قد والے آدمی کی لاش کے قریب پہنچ گیا اور پھر وہ جھک کر اس کے لباس کی تلاشی لینے لگا۔ جیبوں سے برآمد ہونے والی رقم، کاغذات اور گاڑی کی چابیاں اس نے اپنی جیب میں ڈال لیں۔ اس شخص کی جیب سے برآمد ہونے والی رقم کی گڈی خاصی موٹی تھی۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا اسے سب مشین گن کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ گن شاید اس کا دوسرا ساتھی اٹھا کر لے گیا تھا یا پھر گرتے ہوئے وہ کسی ایسی جگہ اٹک گئی تھی یا رک گئی تھی۔ جہاں سے گر کر وہ یہاں تک نہیں پہنچی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے عمران کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ کیونکہ نشیب کی طرف سے سب مشین گن کا برسٹ مارا گیا تھا۔ ویرانہ فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھا۔ گولیاں عمران کے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی چٹانوں پر لگیں۔ عمران نے فوراً ہی ایک پتھر کے پیچھے چھلانگ لگا دی اور اس سمت کا اندازہ لگانے لگا۔ جہاں سے فائرنگ کی گئی تھی۔ اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ فائرنگ کھنڈرات والی سمت سے کی گئی تھی۔

"کیری، ادھر آ جاؤ"۔ ایک بار پھر وہی سرگوشی سنائی دی۔ لیکن لڑکی نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ عمران آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھنے لگا لیکن دوسرے لمحے اسے پھر پتھر کے پیچھے دبکنا پڑا کیونکہ

ایک بار پھر دوسری طرف سے برسٹ مارا گیا تھا۔ عمران زمین پر لیٹ گیا اور پتھروں پر سینے کے بل رینگتا ہوا نشیب میں خشک دریا کی جانب بڑھنے لگا۔ چند گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ رک گیا۔ تھوڑی دیر تک رک کر صورتحال کا جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد پھر اس نے اسی طرح آگے بڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ کھنڈرات کے قریب پہنچ گیا۔ اچانک دائیں طرف سے کسی کے کھٹ پٹ کرنے اور کوئی چھوٹا سا پتھر لڑھکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ اس طرف دیکھنے لگا۔ لیکن کچھ فاصلے پر شکستہ مکانوں کے ستون نظر آرہے تھے۔ یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ اگر کوئی یہاں موجود ہے تو وہ کس ستون کے پیچھے ہو سکتا ہے۔ ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی لیکن دوسری طرف خاموشی طاری تھی۔ چند سیکنڈ ہی گزرے پھر اچانک یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ عمران بھی دبے قدموں چلتا ہوا ایک شکستہ ستون کی آڑ میں پہنچ گیا۔ لیکن دوسری طرف ایک بار پھر خاموشی چھا چکی تھی۔

"کیری۔ آخر تم بولتی کیوں نہیں۔ کیا تم مر چکی ہو"۔ اس بار آواز میں کسی قدر جھلاہٹ تھی۔ حالانکہ وہ سرگوشی کے انداز میں آواز دے رہا تھا۔ لیکن یہاں اس قدر پراسرار سناٹا چھایا ہوا تھا کہ آواز چاروں طرف گونجتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ آواز ایک مرتبہ پھر سنائی دی۔ اس بار غصے میں زور سے پکارا گیا تھا۔ کیری پتہ نہیں کہاں گم ہو گئی تھی۔ دفعتاً ہی عمران چونک پڑا۔ اس سے چند قدم آگے نشیب سے

ایک سر ابھرتا ہوا نظر آیا تھا۔ پھر کندھے دکھائی دیئے۔ عمران فوراً ہی حرکت میں آگیا۔ اس نے نشیب میں نظر آنے والے انسانی جسم پر چھلانگ لگا دی تھی۔ اسی لمحے بائیں طرف سے فائرنگ کی گئی اور عمران پرندے کی طرح ہوا میں اڑتا ہوا اس شخص پر جا گرا اور اسے ساتھ لیتا ہوا نشیب میں لڑھکنے لگا۔ ایک لمحے میں اسے اندازہ ہو گیا کہ جس پر اس نے چھلانگ لگائی ہے وہ مرد نہیں بلکہ لڑکی تھی۔ جس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔ وہ اس وقت عمران کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ عمران نے جلدی سے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس کی دونوں کلائیاں پشت پر کرکے گرفت میں لے لیں اور اس کی کمر پر گھٹنے سے دباؤ ڈالنے لگا۔

" منہ سے آواز مت نکالنا۔ اگر تمہارے منہ سے ذرا برابر آواز نکلی تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا"۔ عمران کی غراہٹ بے حد خوفناک تھی۔ کیری مزاحمت کرنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن اس دھمکی کے بعد اس کی مدافعت ختم ہو گئی اور جسم ڈھیلا پڑ گیا۔

" کیری خدا تجھے غارت کرے، کہاں مر گئی"۔ ایک بار پھر وہی آواز سنائی دی۔

" میری بات غور سے سنو"۔ عمران نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔ کیا تم میری آواز سن رہی ہو"۔ کیری نے بڑی مشکل سے سر کو اثبات میں حرکت دی۔ اسے سینے میں سانس گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ عمران نے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا اور کمر پر گھٹنے کا زور کچھ اور بڑھا

دیا۔

" تم میرے ہر سوال کا جواب دو گی لیکن آواز زیادہ بلند نہیں ہونی چاہیئے۔ بولو کیا جواب دو گی "۔ لڑکی کے منہ سے کوں کوں کی آواز نکلی تھی۔

" تم لوگ کون ہو اور مجھے اس طرح گھیرنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے "۔ عمران نے پوچھا۔

" ڈین اسرائیلی ایجنٹ ہے۔ وہ اسرائیل کے لیئے کام کر رہا ہے "۔ لڑکی نے جواب دیا۔

" ڈین کون......"

" جسے تم نے قتل کر دیا۔ ہوپ اس کا ساتھی ہے "۔

" مجھے کیوں گھیرا گیا تھا "۔

" تم یقین کرو، میں تفصیل سے کچھ نہیں جانتی "۔ کیری نے جواب دیا۔ ڈین کا خیال تھا کہ تم یقینی طور پر سفیان عزیزی کے ساتھی ہو اور تمہیں بہت سی معلومات حاصل ہیں "۔

" سفیان عزیزی کو کس نے قتل کیا "۔ عمران نے پوچھا۔

" ڈین نے "۔

" تم لوگ اس تک کس طرح پہنچے "۔

" وہ شیران گیا تھا۔ ہم شیران ہی سے اس کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہیں۔ ڈین کا خیال تھا کہ شیران میں اس نے شاید حکومت آئرون کے نمائندوں سے بات چیت کی ہے "۔

"کس طرح کی بات چیت"۔

"یقین کرو مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم"۔

"خیر، وہ تو میں یقین کر ہی لوں گا لیکن ڈین نے اسے قتل کیوں کر دیا"۔

"ڈین کو کسی چیز کی تلاش ہے"۔

"کیا وہ چیز اسے مل گئی......"

"نہیں"۔

"کیا اس نے سفیان سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں"۔

"ہاں"۔

"سفیان نے کیا بتایا......"

"اس نے کچھ نہیں بتایا"۔

"جب اسے قتل کیا گیا تھا تو کیا تم اس کے ساتھ تھیں"۔

"کس کے ساتھ"۔

"ڈین کے ساتھ"۔

"ہاں"۔

"تم نے اس درندگی کو دیکھا تھا"۔

"نہیں"۔

"کیا مطلب......"

"انہوں نے مجھے وہاں سے ہٹا دیا تھا"۔ عمران نے چند لمحے سوچا پھر

بولا۔

"کچھ دیر پہلے تم نے مجھے ہوشیار کیوں کیا تھا"۔ لڑکی نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی پھر بولی۔

"مجھے، مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے"۔

"کیوں"۔

"اس لئے کہ ڈین ختم ہو چکا ہے۔ ہوپ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ وہ تم سے سفیان کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا اور پھر ہم دونوں کو قتل کر دے گا"۔

"ہم دونوں کو کیوں، کیا تم اس کی ساتھی نہیں ہو"۔

"وہ بہت خوفناک شخص ہے۔ وہ اس کارنامے کو اپنے آپ سے ہی منسوب رکھنا پسند کرے گا اور میں یہ نہیں جانتی کہ اس کے ذہن میں کیا ہے۔ لیکن ڈین نے مجھے اس کی جانب سے ہوشیار کیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس شخص پر ایک لمحے کے لئے بھروسہ نہ کرنا۔ یہ سانپ سے زیادہ خطرناک ہے"۔ عمران چند لمحے خاموش رہا۔ اس کا اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور لڑکی کی پتلون کی بیلٹ میں اڑسا ہوا تھا۔ جسے عمران نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس کے علاوہ کیری کے پاس اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ عمران نے مطمئن ہو کر اسے چھوڑ دیا۔ ایک بار پھر ہوپ کی آواز ابھری تھی وہ جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کیری کو پکار رہا تھا۔ عمران نے ایک طرف ہٹ کر ہوپ والا ریوالور پتلون کی جیب میں اڑس لیا اور اپنا ریوالور ہاتھ میں سنبھال لیا۔ کیری چند

لمحے اپنی جگہ بے حس و حرکت پڑی رہی پھر لوٹ لگا کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اس کے لمبے بال شانوں پر بکھر گئے تھے۔ وہ عمران سے تقریباً دو گز کے فاصلے پر تھی۔ تاریکی کے باعث عمران کو اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ چند لمحے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا پھر پتھر کی آڑ سے گردن نکال کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ تاریکی میں چٹانوں کے ہیولوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر کیری کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک طرف کھینچنے لگا۔ کیری کے خیال میں یہ کھڈ ان کے لئے بہترین پناہ گاہ تھی۔ وہ اس سے باہر نہیں نکلنا چاہتی تھی۔ لیکن عمران کے سامنے وہ کوئی مزاحمت نہیں کر سکی۔ البتہ اس نے آہستہ سے کہا۔

"سنو۔ یہ جگہ ہمارے لئے نہایت محفوظ ہے"۔ عمران نے اس کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس کی تھی۔ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ کپکپاہٹ سردی کی وجہ سے ہے یا خوف سے۔ بائیں طرف کسی قدر فاصلے سے کچھ شکستہ ستون نظر آ رہے تھے۔ وہ کیری کا ہاتھ پکڑ کر دبے قدموں سے اس طرف بڑھنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ہوپ ان اطراف میں موجود ہے اور ممکن ہے وہ اس کی نگاہ میں ہی ہو۔ عمران نے ایک طرح سے کیری کو اپنے سامنے ڈھال بنا رکھا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر ہوپ نے انہیں دیکھ لیا تو وہ فائر کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ کیونکہ لڑکی کے بیان کے مطابق کیری کی اس کی نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ پھر چند لمحات کے بعد وہ ستون کے قریب پہنچ گئے۔ عمران نے آگے بڑھ کر کیری کو ایک ستون کے پیچھے دھکیل دیا اور خود

بھی آڑ میں چلا گیا۔ لیکن ان کا تحفظ غیر یقینی تھا۔ ہوپ کہیں سے بھی نمودار ہو سکتا تھا۔ دائیں طرف یا پیچھے تنگ درے سے۔

"وہ اس طرف"...... اچانک ہی کیرین نے سرگوشی کی اور عمران نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ لیکن اسے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔

"کیا ہے اس طرف"۔ عمران نے سرگوشی میں سوال کیا۔

"میں نے اسے اس طرف حرکت کرتے ہوئے دیکھا ہے"۔ کیری نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک بار پھر سرگوشی کی۔ عمران کو اس مرتبہ بھی نظر نہیں آیا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ ہوپ اس سے زیادہ فاصلے پر موجود نہیں ہے لیکن لڑکی کی ہمدردی بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کیری نے اسے جو کہانی سنائی تھی۔ عمران نے وقتی طور پر اس پر یقین تو کر لیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہتا تھا کہ لڑکی اس سے مخلص ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لمحاتی طور پر ہوپ کے ہاتھوں اپنی جان کے خوف سے اس کے ساتھ آ ملی ہو۔ ممکن ہے یہ کوئی اور چال ہو اور وہ موقع پا کر اسے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرے۔ کیونکہ وہ ابھی تک خود بھی ناقابل تسخیر ثابت ہوا تھا ان لوگوں کے لئے۔ اس مرتبہ عمران نے خود ہی فیصلہ کیا کہ وہ اپنے آپ کو ہوپ کے سامنے لائے۔ تاکہ کم از کم اس اندھی بھاگ دوڑ کا کوئی نتیجہ تو نکلے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے اچانک ہی زور سے پکارا۔

"مسٹر ہوپ، تمہاری ساتھی لڑکی میرے قبضے میں ہے۔ وہ زخمی

ہے اور شاید دم توڑنے والی ہے کیا تم اس کی مدد کرنا چاہو گے "۔
جواب میں ایک جنونی قہقہہ سنائی دیا۔ آواز اگرچہ گونجتی ہوئی سی محسوس ہوئی تھی لیکن عمران اس کی سمت کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ہوپ درے کے کسی طرف موجود تھا۔

" تم یہیں رکو، میں ابھی آتا ہوں "۔ عمران نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

" نہیں، پلیز مجھے بھی ساتھ لے لو۔ پلیز"۔ کیری نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر بولا۔

" ٹھیک ہے آؤ"۔

" ایک منٹ"۔ کیری نے آہستہ سے کہا۔

" کیوں کیا بات ہے "۔

" سنو، وہ اوپر ہے۔ ہم آسانی سے اس کی نگاہوں میں آجائیں گے "۔

" مجبوری ہے۔ ہم زندگی بھر یہاں نہیں کھڑے رہ سکتے "۔ عمران نے جواب دیا۔ اسی لمحے درے کی طرف سے برسٹ مارا گیا۔ گولیاں ان کے سروں کے اوپر سے گزر گئیں۔ ایک گولی ستون پر لگی۔ پتھر کا ایک ٹکڑا عمران کے کان کے قریب سے گزر گیا تھا۔ کیری بری طرح کانپ رہی تھی۔ عمران نے فائرنگ کی آواز کی سمت دیکھا۔ چٹان کی طرف سے اسی تنگ سے راستے کے ایک سمت کسی بڑے پتھر کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی۔ عمران نے کیری کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اس مرتبہ ان پر فائرنگ نہیں کی گئی تھی

وہ مکانوں کے کھنڈرات کے اوپر سے گھومتے ہوئے پچھلی سمت نکل گئے اور ایک جگہ رک کر عمران نے محتاط نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ پھر کیری کا ہاتھ پکڑ کر اس تنگ درے کے سے راستے پر دوڑنے لگا۔ جس سے چٹان کے اوپر پہنچا جا سکتا تھا۔ اسی لمحے ان پر دو فائر کیے گئے۔ لیکن گولیاں اس بار بھی ان کے سروں پر سے گزر گئی تھیں۔ وہ دوڑتے ہوئے تنگ سے راستے پر پہنچ گئے اور پتھروں کی آڑ سے اوپر چڑھنے لگے۔ عمران کیری کو سہارا دیئے ہوئے تھا۔ اچانک ایک اور فائرہ ہوا۔ اس مرتبہ گولی قریب سے چلائی گئی تھی۔ عمران نے مڑ کر دیکھا۔ وہ اسی جانب آ رہا تھا اور شاید اسے سمت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ عمران کس طرف ہے۔ اصل میں وہ ایک بڑے پتھر کی آڑ لینے کے لئے دوڑ رہا تھا اور پھر عمران نے فائر کر دیا۔ ہوپ کی بھیانک چیخ سنائی دی اور لڑھکتا ہوا اس طرف آنے لگا۔ اگر وہ اپنی جگہ رک جاتا تو عمران یہی سوچتا کہ شاید وہ چالاکی کر رہا ہے۔ عمران نے ایک بار پھر لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اس تنگ سے راستے پر اوپر چڑھنے لگا۔ تقریباً دو فٹ چوڑے اس راستے کے ایک طرف ایک بڑی چٹان تھی اور دوسری طرف گہرا کھڈ۔ عمران نے مضبوطی سے لڑکی کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ راستے کے ایک موڑ پر پہنچ کر اس نے ایک لمحے کے لئے لڑکی کا ہاتھ چھوڑا۔ نجانے اس کے اس کام کا مقصد کیا تھا۔ پھر لڑکی سے تین چار قدم آگے نکل گیا۔ وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہوپ اس وقت کس طرف ہے اور پھر دفعتاً ہی اسے ہوپ نظر آ گیا۔

وہ زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ غالباً گولی نے اس کی پیشانی میں سوراخ کر دیا تھا۔ عمران اس کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے ہوپ کا جائزہ لیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد ہوپ نے دم توڑ دیا تھا۔ چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ بے حد بھیانک نظر آرہا تھا۔ گولی نے اس کی پیشانی کی ہڈی توڑ دی تھی۔ عمران نے ایک گہری سانس لی اور گردن ہلانے لگا۔ اسی وقت کیری بھی دوڑتی ہوئی اس کے قریب آ گئی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ۔ اوہ مائی گاڈ"۔ اس نے آہستہ سے کہا اور عمران اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ایک بات کا جواب دو گے"۔

"ہاں"۔

"میں تمہیں کس نام سے پکاروں"۔

"کوئی نام نہیں ہے میرا"۔

"تم شاید مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتے"۔

"کیا مجھے تم پر بھروسہ کرنا چاہیئے"۔ عمران نے الٹا اس سے سوال کر دیا اور لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"ٹھیک ہے کیا پوچھنا چاہتے ہو"۔

"غالباً تم کچھ پوچھنا چاہ رہے ہو"۔

"ہاں ان دونوں کے علاوہ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا"۔

"دو افراد اور تھے۔ لیکن وہ اپنی ڈیوٹی ان دونوں کو سونپ کر چلے گئے"۔

"کہاں......"

"شیران"...... لڑکی نے جواب دیا۔اب عمران کے لئے یہ فکر تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔لڑکی پر بھروسہ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ پھر اس نے آخری فیصلہ کیااور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کھنڈرات کی جانب چل پڑا۔

رات آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کر رہی تھی، عمران الجھا ہوا تھا۔ ابھی تک موقع ہی نہیں ملا تھا کہ وہ ان حالات پر غور کرتا وہ دونوں کمبخت بہت ہی شاطر لوگ تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی مستعدی اور مہارت بتاتی تھی کہ وہ اسرائیلی سیکرٹ ایجنسی کے بڑے عہدے دار تھے۔ اب اس نے ایک بار پھر سفیان عزیزی کے بارے میں سوچا جس کی لاش بے گور و کفن پڑی ہوئی تھی۔ لیکن رات اتنی گہری ہو گئی تھی کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے۔ تاہم عمران نے اپنے طور اپنا فرض پورا کرنا ضروری سمجھا وہ آہستہ آہستہ اس سمت بڑھنے لگا۔ جہاں سفیان عزیزی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ لڑکی ابھی تک تو اس کے لئے ضرر رساں ثابت نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن عمران بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اس کی جانب سے پوری طرح محتاط تھا۔ لڑکی نے آہستہ سے کہا۔

"آہ۔ میں اس قدر تھک گئی ہوں کہ دل چاہتا ہے یہیں لیٹ جاؤں"۔

"چلتی رہو"۔ عمران بے رحم لہجے میں بولا۔ بہرحال پھر وہ سفیان عزیزی کی لاش کے پاس پہنچ گیا۔ چاندنی اس لاش پر مرکوز تھی وہ گدھ رات ہونے کی وجہ سے اپنی کمین گاہوں میں چلے گئے تھے۔ جو شاید اس لئے فضاء میں منڈلا رہے تھے کہ انہیں تازہ گوشت کے مل جانے کا یقین ہوگا۔ لیکن عمران کے وہاں پہنچ جانے کے بعد اور پھر رات ہونے کی وجہ سے ان کی دال نہیں گل سکی تھی۔ سفیان عزیزی کی نیلی آنکھیں اس کا دلکش وجود اب بھی عمران کے ذہن میں تھا۔ اس کا دل اس کی لاش دیکھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ پتھریلی زمین پر اس بات کے تو امکانات نہیں تھے کہ وہ زمین کھود کر سفیان عزیزی کی لاش کو اس میں دفن کرے لیکن پھر بھی اس نے اسے گدھوں سے محفوظ رکھنے کا فیصلہ کیا اور لڑکی سے بولا۔

"قرب وجوار میں پڑے ہوئے پتھر اکٹھے کرو"۔ لڑکی چند لمحات تو عمران کی بات نہیں سمجھ سکی پھر اس نے ہچکچاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا لیکن عمران کی غراہٹ دوبارہ ابھری۔

"سنا نہیں تم نے ادھر ادھر پڑے ہوئے پتھر اکٹھے کرو"۔ لڑکی اس کام میں مصروف ہو گئی۔ عمران خود بھی پتھر چن رہا تھا۔ اس کی نگاہیں لڑکی کا جائزہ لے رہی تھی۔ ذہن یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کیری کی اپنی ذہنیت کیا ہے۔ بہرحال اس کے سوا اور چارہ کار بھی کیا تھا کہ جو

کچھ وہ کہہ رہی ہے اسی پر یقین کر لیا جائے پھر بے شمار پتھر جمع کرنے کے بعد عمران، سفیان عزیزی کی لاش کے پاس آ گیا۔ عمران نے اس کے اردگرد پتھر چنے اور اس کے بعد اسے پوری طرح پتھروں سے ڈھک دیا گیا تھا۔ چند لمحے وہ وہاں کھڑا رہا اور اس کے بعد وہ لڑکی سے بولا۔

"آؤ"۔ پھر دونوں اس کھنڈر میں پہنچ گئے تھے جہاں عمران کے خیال کے مطابق سفیان عزیزی نے اپنا ٹھکانہ بنایا تھا۔ تھوڑا سا سامان اب بھی کار میں موجود تھا لیکن ایک بستر کمبل وغیرہ کھنڈر کے ایک وسیع و عریض ہال نما کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ یہ کمرہ بھی بوسیدہ تھا۔ جگہ جگہ اینٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ عمران یہاں پہنچ کر بیٹھ گیا۔ لڑکی بھی اس سے چند گز کے فاصلے پر بیٹھ گئی تھی۔

"تمہارا تعلق اسرائیلی سیکرٹ ایجنسی سے ہے"۔

"ہاں میں تمہیں بتا چکی ہوں"۔

"لیکن تم میرا مطلب ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے اس عمل سے خوش ہو"۔ لڑکی نے گہری سانس لی لیکن منہ سے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں نے تم سے سوال کیا ہے"۔

"ہاں تم نے مجھ سے سوال کیا ہے لیکن شاید میں موثر جواب نہیں دے سکتی یا اگر جواب دوں گی تو بے مقصد ہوگا"۔

"کیوں"۔

"اس لئے کہ تم اس پر یقین نہیں کر پاؤ گے"۔

"میں تمہارا مطلب اب بھی نہیں سمجھا"۔

"بعض ظاہری شکلیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اپنے بارے میں کتنی ہی صفائی پیش کریں ان پر یقین نہیں کیا جا سکتا"۔

"تمہیں اس کا احساس ہے"۔ عمران نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں"۔

"پھر بھی ہر سوال کا ایک جواب ہوتا ہے"۔

"اگر میں تم سے کہوں کہ ذہنی طور پر میں اس ادارے کی فرد ہی نہیں ہوں تو......"

"ذہنی طور سے تمہاری کیا مراد ہے"۔

"مطلب یہ کہ میں دل سے اس کام کی قائل نہیں ہوں جو کر رہی ہوں"۔

"تو پھر......"

"مجبوریاں انسان کو کبھی کبھی ان کی مرضی کے خلاف راستوں پر لے آتی ہیں"۔

"تمہارا مطلب ہے کہ تم مجبوری کے تحت اس ادارے میں شامل ہوئیں"۔

"ہاں"۔

"گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہیں اپنے ساتھیوں کا یہ عمل پسند

نہیں ہے"۔

"نہ صرف اس شخص کے ساتھ بلکہ اس سے پہلے بھی اگر ان لوگوں نے کوئی وحشیانہ کارروائی کی تو میرا دل رویا ہے"۔

"تم ادارے سے الگ نہیں ہو سکتی تھی"۔

"نہیں"۔

"کیوں"۔

"اس لئے کہ میرا پورا خاندان ان کے پاس یرغمال ہے"۔

"کیا مطلب"۔

"ایک لمبی کہانی ہے"۔

"رات بھی لمبی ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"کیا مطلب......"

"تم اب کیا کرو گی"۔

"اگر تم اجازت دو گے تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی"۔

"کہاں......"

"اپنے مرکز کی طرف"۔

"مرکز کہاں ہے"۔

"اس بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی"۔

"اور اگر میں تمہیں مجبور کروں تو......"

"تو میں اسے اپنی بدنصیبی ہی سمجھوں گی"۔

"کیا مطلب"۔

"مطلب یہ ہے کہ میں یہ سمجھوں گی کہ میری تقدیر میں بہتری تھی ہی نہیں"۔ عمران اسے غور سے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"خیر یہ بات تو میرے علم میں آچکی ہے کہ تم اسرائیلی ایجنٹ ہو لیکن میرا براہ راست تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے البتہ چند سوالات میں تم سے ضرور کروں گا"۔

"اگر میں جواب دے سکی تو یقیناً جواب دوں گی ایک دوست کی حیثیت سے حالانکہ یہ بھی یک طرفہ جملہ ہے میں دوستی کا نام لے رہی ہوں۔ حالانکہ میں دشمن ہوں تمہاری، تم نے ابھی تک مجھے اپنا نام بھی نہیں بتایا"۔

"ناموں سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا میں تمہیں کوئی بھی اپنا الٹا سیدھا نام بتا سکتا ہوں جیسے تم نے مجھے اپنا نام کیری بتایا ہے"۔

"میں نے تمہیں اپنا نام نہیں بتایا"۔

"میں نے سنا تو ہے"۔

"ہوپ نے جب میرا نام لیا تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے غلط نہیں کہا"۔

"تمہاری مجبوریوں نے تمہیں اس ادارے میں شامل کیا"۔

"ہاں یہ بھی بتا چکی ہوں کہ میرا پورا خاندان ان کا یرغمال ہے اور اس کے پس منظر میں ایک لمبی کہانی ہے اگر مختصراً سننا چاہو تو سنو کہ ایک زمانے میں ہم پر اسرائیل سے غداری کا الزام لگا تھا اور اس الزام کو دھونے کے لئے ایک طویل عرصے تک ہمیں محنت کرنا

پڑی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مجھے کچھ لوگوں نے حاصل کر لیا اور پھر مجھے تل ابیب میں تربیت دی گئی۔ تربیت دینے کے بعد مجھے سیکرٹ ایجنسی میں شامل کیا گیا اور یہ بتا دیا گیا کہ اسرائیلی اداروں کے لئے میں کام کروں۔ کسی بھی جگہ میں نے غداری کی تو اپنے ماں باپ کی زندگی کھو بیٹھوں گی"۔

"غداری سے تمہاری کیا مراد ہے"۔

"ان کا خیال تھا کہ میں درپردہ میرا مطلب ہے میرا خاندان درپردہ فلسطینی مجاہدین کا حامی ہے"۔ لڑکی نے جواب دیا۔ عمران خاموش نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا بہرحال ان تمام باتوں سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لڑکی کا مسئلہ اپنا تھا۔ عمران سمجھ نہیں پایا تھا کہ اس کے سلسلے میں کیا کرے ظاہر ہے بات اسی شکل میں تھی یعنی یہ کہ لڑکی کی زندگی عمران کے مفادات سے ٹکراتی تھی لیکن کسی ایسی لڑکی کو قتل کرنا بھی عمران کے لئے ایک مشکل کام تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"ڈین اور ہوپ یہ دو خطرناک آدمی ہیں، ویسے اس کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا تھا"۔

"سفیان کے ساتھ......"

"ہاں"۔

"ڈین نے"۔

"اور ہوپ......"

" وہ اس سے کہیں زیادہ سنگدل ہے۔ میں پہلے بھی تمہیں بتا چکی ہوں "۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے ڈین کی کارروائیوں کو دیکھتا رہا تھا۔

" ویسے وہ لوگ سفیان سے کیا چاہتے تھے کیا تم اس سلسلے میں مجھے بتانا پسند کرو گی "۔ کیری کچھ دیر خاموش رہی پھر آہستہ سے بولی۔

" ایک ڈائری جس پر سرخ کور چڑھا ہوا ہے اور اس ڈائری میں سفیان عزیزی کی یادداشتیں ہیں۔ ان یادداشتوں میں کوئی ایسا اہم راز ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ لوگ اسے باہر نہیں جانے دینا چاہتے تھے "۔

" تو کیا وہ ڈائری انہیں مل گئی "۔

" وہی تو نہیں ملی تھی ورنہ شاید اس کے ساتھ یہ سلوک نہ ہوتا بس وہ راز معلوم ہو جاتا جو اس نے اس ڈائری میں چھپا رکھا ہے اور شاید ڈین اور ہوپ کا کام ختم ہو جاتا جب وہ اس راز کی تلاش میں ناکام رہے تو انہوں نے سفیان عزیزی کا انتظار کیا اور پھر اس سے اس ڈائری کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے لیکن وہ بھی بہت سنگدل اور سخت جان تھا، بتاتا ہی نہ تھا۔ نتیجے میں انہوں نے جھلا کر اسے قتل کر دیا "۔ عمران کے ذہن میں کھلبلی سی مچ گئی تھی بہرحال وہ کچھ سوچنے لگا اور پھر اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر ڈائری میں کیا تھا اور وہ ڈائری کیسی ہے وہ کون سا راز ہے جو سفیان عزیزی کے ذہن میں تھا اور ڈائری میں منتقل ہو چکا تھا۔ اوہو یقینی طور پر سفیان عزیزی نے اسے یہاں اسی لئے بلایا تھا۔ ڈائری

کا راز اس کے حوالے کر کے محفوظ کر لے حالانکہ سفیان عزیزی کو اس بات کا ذرا بھی شبہ نہیں تھا کہ عمران کا تعلق بھی کسی خفیہ ادارے سے ہو سکتا ہے۔ بس ایک غیر ملکی سمجھ کر وہ اپنی ایک امانت عمران کے پاس محفوظ کرانا چاہتا تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ خاصی دیر تک عمران سوچ میں ڈوبا رہا۔ لڑکی واقعی اس کے لئے ایک عجیب وغریب کیفیت اختیار کر گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"اب تم کیا کرو گی"۔

"اگر تم اجازت دو گے تو یہاں سے نکل جاؤں گی"۔

"اور اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے سلسلے میں......"

"میں انہیں اطلاع دوں گی"۔

"واپسی کا طریقہ کار کیا رہے گا"۔ لڑکی نے پر خیال نگاہوں سے عمران کو دیکھا اور بولی۔

"کار موجود ہے"۔

"اور اگر میں تمہارا تعاقب کروں تو......"

"اس کی ضرورت تو نہیں ہو گی تمہیں، میں تو اس وقت بھی تمہارے قبضے میں ہوں"۔

"کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گی کہ تم لوگوں کا مرکز کہاں ہے"۔

"تل ابیب میں"۔

"یہاں شیران میں کس جگہ مقیم ہو تم، تمہارے ساتھ مزید کتنے افراد ہیں"۔

"یقین کر لو گے......"

"کوشش کروں گا"۔

"ہم صرف تین افراد یہاں کام کر رہے تھے"۔

"اور کام صرف یہی تھا سفیان سے ڈائری حاصل کرنا"۔

"ہاں"۔

"اس کے بعد تم کیا کرو گی"۔

"تل ابیب واپسی کا سفر"۔

"کس طرح"...... عمران نے سوال کیا اور لڑکی اسے اپنے سفر کے بارے میں تفصیلات بتانے لگی۔ عمران نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی تھی پھر اس نے کہا۔

"اور اگر میں تمہیں گرفتار کر لوں تو......"

"تو زیادہ اچھا ہو گا"۔ لڑکی کے جواب پر عمران چونک پڑا تھا۔

"کیوں"۔

"کم از کم زندگی میں آگے کی جدوجہد سے تو نجات مل جائے گی"۔

"لیکن یہ بات جانتی ہو کہ اسرائیلی ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے یہاں آئرون میں تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا"۔

"یہ سلوک کبھی نہ کبھی تو ہونا ہی ہے"۔ لڑکی نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا اور عمران خاموشی سے کچھ سوچنے لگا۔ بہر حال اب وہ اس قدر احمق تو تھا نہیں کہ لڑکی پر مکمل اعتماد کر لیتا اور وہ بھی ایک یہودی لڑکی پر لیکن وہ یہ ضرور دیکھنا چاہتا تھا کہ لڑکی جو کچھ کہہ رہی

ہے وہ سچ ہے یا پھر اس میں اس کی چالاکی ہے اور پھر اس نے لیٹتے ہوئے کہا۔

" اب تم یہاں سے صبح ہی واپس جا سکتی ہو ویسے تمہیں اجازت ہے اگر تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو "۔

" رات کی تاریکی میں یہ سفر میرے لئے بھی ممکن نہیں ہو گا اور پھر ویسے بھی میں خوفزدہ ہوں "۔ لڑکی خود بھی بے یقینی کا شکار نظر آ رہی تھی۔ بہرحال عمران نے ایک صاف ستھری جگہ منتخب کی اور وہاں لیٹ گیا۔ لڑکی تھوڑے فاصلے پر بیٹھی رہی تھی۔ عمران نے کئی بار اسے دیکھا تھا اور اسے جاگتے ہوئے پایا تھا اس کی نگاہیں عمران کا جائزہ لے رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور عمران کے بالکل قریب آ گئی۔ اس کا جسم عمران کے جسم سے ٹکرانے لگا تو وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔

" کیا بات ہے......"

" نہیں جائزہ لے رہی تھی کہ تم سو گئے ہو یا جاگ رہے ہو "۔ لڑکی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

" مجھ سے دس فٹ کا فاصلہ اختیار کر لو اصل میں مجھے الرجی ہے "۔

" میرا مذاق نہ اڑاؤ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں...... میں جذباتی طور پر متاثر ہو کر یہاں آ گئی ہوں تو اپنے ذہن سے یہ غلط فہمی نکال دو "۔

" بہت سی غلط فہمیاں ہیں میرے دل میں کیسے کیسے نکالوں، یوں سمجھ لو کہ میرا دل تو غلط فہمیوں کا کانچ ہاؤس ہے "۔ لڑکی نے کوئی

جواب نہیں دیا۔ پھر صبح ہو گئی لڑکی نے بوجھ نگاہوں سے عمران کو دیکھا اور بولی۔

"کیا تم بھی واپسی کا فیصلہ کر رہے ہو"۔

"نہیں اگر تم مناسب سمجھو تو ہم یہاں پر اپنا ایک چھوٹا سا گھر بنا لیتے ہیں وہ جو کہتے ہیں ناں کہ دور افق پر لیکن ہم افق کے نیچے ہی گھر بنا لیتے ہیں۔ ویسے اس ڈائری کے سلسلے میں کچھ کرنا ہوگا میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ تم لوگوں کے ہاتھ لگے کیونکہ بہرحال تمہارا دوسرا مشن یہاں کام کرے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ اب تک تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہو"۔ پھر عمران چاروں طرف دیکھنے لگا اس نے اپنے طور پر یہ سوچا کہ اگر وہ خود کوئی ڈائری چھپانے کی کوشش کرتا تو کہاں چھپا سکتا تھا کہ دشمنوں کے ہاتھ نہ لگتی۔ نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں ویسے کھنڈرات تو یہاں اور بھی پھیلے ہوئے تھے ہو سکتا ہے کہیں دور ہی وہ ڈائری رکھی گئی ہو لیکن یہ بھی صرف اتفاق ہی تھا کہ عمران کی نظر بلندی کی جانب اٹھ گئی اوپر چھت کا تھوڑا سا حصہ ٹوٹا ہوا تھا لیکن ایک بہت بڑا حصہ سالم تھا اور ایک گوشے میں کچھ اس طرح سے اینٹیں رکھی ہوئی تھیں کہ وہاں کوئی چیز باآسانی چھپائی جا سکتی تھی۔ عمران نے ایک نگاہ لڑکی کی جانب دیکھا یہ اندازہ تو اسے بخوبی ہو گیا تھا کہ اب اس لڑکی کے علاوہ یہاں کوئی موجود نہیں ہے چنانچہ اس نے تھوڑی سی جدوجہد کی اور اس کے بعد اینٹوں کے اس خلا میں ہاتھ ڈالا۔ ہاتھ واپس آیا، ڈائری اس کے پاس موجود تھی۔ لڑکی اس کی

کارروائی دیکھ رہی تھی۔ جیسے ہی اسے ڈائری نظر آئی اس کے حلق سے بے اختیار ایک حیرت بھری آواز نکل گئی۔ عمران مسکراتا ہوا نیچے آگیا تھا اور پھر اس نے ڈائری کی گرد جھاڑتے ہوئے کہا۔

" بدنصیب تھا سفیان کہ اس نے یہ ڈائری یہاں چھپائی اور بدنصیب تھے تمہارے ساتھی کہ وہ اسے حاصل نہ کرسکے اور جان گنوا بیٹھے "۔

" لیکن میں بدنصیب نہیں ہوں "۔ اچانک ہی لڑکی کے حلق سے آواز نکلی اور عمران نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا لیکن لڑکی کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔

" کیا مطلب...... "

" ہم لوگ ہر طرح اپنے مقصد کے وفادار ہوتے ہیں اور تم انتہائی احمق ہو کہ اتنی ذہانت کا مظاہرہ تم نے میرے سامنے کیا۔ اس ڈائری کے لئے میرے دو ساتھی موت کا شکار ہو چکے ہیں کیا اب بھی میں اسے تمہاری تحویل میں رہنے دے سکتی ہوں "۔ عمران پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کے ہاتھ میں موجود پستول کو دیکھ رہا تھا اس کے پاس پستول کہاں سے آیا۔ تبھی اچانک اسے صورت حال کا احساس ہوا لڑکی رات کو جس وقت اس کے قریب آئی تھی اور اس کا بدن عمران کے بدن سے ٹکرایا تھا تو عمران کا ایک پستول غائب ہو گیا تھا۔ ہوپ کا پستول کیونکہ اس کا اپنا پستول اس کے پاس موجود تھا کیونکہ وہ دوسری سمت کے ہولسٹر میں تھا۔ عمران اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ لڑکی

نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔

"کیا اب بھی تم مجھے یہ ڈائری دینا پسند نہیں کرو گے"۔

"پسند تو نہیں کروں گا۔ لیکن پستول کے زور پر تو مجبوری ہو جاتی ہے"۔

"ہاتھ اٹھالو اور ڈائری سامنے پھینک دو"۔

"پہلے ڈائری پھینکوں یا ہاتھ اٹھالوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

" ڈائری آگے پھینک دو میں بہت زیادہ پرمذاق نہیں ہوں اور باآسانی تمہیں قتل کر سکتی ہوں"۔

"قتل تو میں رات کو ہی ہو گیا تھا تمہاری نگاہ ناز سے یہ الگ بات ہے کہ اداکاری کر رہا تھا۔ ارے ارے ایسی ہزاروں ڈائریاں تم پر قربان"۔ عمران نے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن مضبوط جلد والی ڈائری اس طرح اس کے ہاتھ سے نکلی کہ سیدھی لڑکی کے منہ پر پڑی اور اتنی زور سے پڑی کہ لڑکی کی چیخ نکل گئی اس نے بے اختیار عمران پر فائر کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتی کے ساتھ ڈائری کیچ کر لی تھی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ وہ فائر عمران پر کارگر نہیں ہو سکا لڑکی نے دوسرا فائر کیا پھر تیسرا اور اس کے بعد ٹوٹے ہوئے کھنڈر سے باہر نکل بھاگی۔ عمران پھرتی سے اس کا تعاقب کرنے لگا اس نے خود بھی اپنا پستول نکال لیا تھا۔ لڑکی اتنی چالاکی سے کام کرے گی اس نے یہ تصور بھی نہیں کیا تھا۔ جبکہ وہ شروع سے آخر تک اپنے آپ کو مظلوم ظاہر

کرتی رہی تھی ہو سکتا ہے اس نے اپنی مظلومیت کے بارے میں سچ ہی کہا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ فراڈ کرتی رہی ہو لیکن بہرحال اس وقت وہ عمران کو جل دینے میں کامیاب ہو گئی تھی اور ڈائری لئے بھاگی چلی جا رہی تھی اس کا رخ کار کی جانب ہی تھا اس نے پلٹ پلٹ کر کئی فائر عمران کی جانب کئے تھے اور اس کے بعد اپنی کار تک پہنچ گئی لیکن ظاہر ہے عمران نکلنے نہیں دے سکتا تھا وہ مسلسل اس کا تعاقب کر رہا تھا اور اب تک اس نے ایک بھی فائر نہیں کیا تھا۔ لڑکی نے آخری فائر اس پر کیا۔ عمران فائرنگ کو گن رہا تھا اور اب اس کا اندازہ تھا کہ لڑکی کا پستول خالی ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے سامنے آگیا۔ لڑکی نے پھر فائر کرنے کی کوشش کی لیکن پستول سے ہلکی سی آواز نکل کر رہ گئی۔ تب اس نے اچانک کار اسٹارٹ کر کے عمران پر دوڑا دی۔ عمران ایسی جگہ تھا جہاں کار اسے نقصان پہنچا سکتی تھی۔ کار طوفانی رفتار سے عمران کی جانب بڑھ رہی تھی۔ پھر عمران نے لڑکی کا نشانہ لیا اور پھر اس کے پستول سے تین فائر ہوئے اور کار بری طرح ڈگمگانے لگی پھر وہ چٹان سے ٹکرا کر رک گئی۔ لڑکی کے چہرے کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ عمران ہوا میں اڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ لڑکی کا خون بری طرح دھار کی شکل میں بہہ رہا تھا اور اس کا سر اسٹیئرنگ سے جا ٹکا تھا۔ عمران نے جلدی سے ڈائری اس کے چنگل سے نکالی اور اسے خون آلود ہونے سے بچانے کے لئے ایکدم سے پیچھے کر لیا۔ ڈائری پر خون کے دھبے نہیں پڑ پائے تھے۔ عمران پیچھے ہٹ گیا لڑکی نے چند لمحات کے

بعد تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا تھا اور عمران کے چہرے پر ایک عجیب سی
سنگین کیفیت طاری تھی۔

اس بار صورتحال بالکل مختلف تھی۔ غیر ملک، غیر مستحکم پوزیشن اور بالکل تنہائی۔ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو معلوم بھی نہیں تھا کہ عمران اس وقت کہاں ہے۔ ان کی کمان بلیک زیرو کے ہاتھ میں تھی۔ حالانکہ بلیک زیرو نے عمران سے تشویش کا اظہار کیا تھا لیکن عمران نے اسے سمجھا دیا تھا اور کہا تھا کہ صورتحال کا تجزیہ کرنے کے بعد یہی مناسب لگتا ہے کہ وہ تنہا جائے اور عمران کی حیثیت سے جائے۔ بہرحال اب وہ یہاں کام کر رہا تھا۔

اصل میں کوئی مجرم سامنے نہیں تھا، ہوا میں تیر چل رہے تھے۔ اس کے باوجود عمران کو حیرتناک کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ یہ ثابت کرے کہ میزائل کا حملہ ایروک کی طرف سے نہیں ہوا تھا بلکہ یہ سازش ہے اور عمران کو اس کے کچھ شواہد مل گئے تھے۔

اس خوفناک پہاڑی علاقے میں جو واقعات پیش آئے تھے ان میں بڑی دردانگیز کیفیت چھپی ہوئی تھی۔ اسے سفیان عزیزی کی موت کا بے پناہ دکھ تھا۔ کبھی کبھی مجبوریاں اس طرح آڑے آجاتی ہیں کہ ان سے ہونے والے نقصانات کا کوئی بدل نہیں ہوتا۔ عمران اگر کوشش بھی کرتا تو شاید کسی بھی قیمت پر سفیان عزیزی اسے حقیقتوں سے روشناس نہ کرتا اور اب بھی اس نے عمران پر جو بھروسہ کیا تھا وہ صرف بحالت مجبوری تھا۔ کیونکہ وہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا جو کرنا چاہتا تھا۔ ایک انوکھا ہی اتفاق تھا۔ بہرحال عمران نے وہاں سے واپسی کا فیصلہ ہی کیا تھا۔ ڈین، ہوپ اور کیری کی لاش اس نے وہیں چھوڑ دی تھی۔ جس قدر ممکن ہو سکا تھا وہ سفیان عزیزی کے لئے اپنے طور پر کر آیا تھا۔ اس سے زیادہ دیار غیر میں کچھ کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ جہاں تک معاملہ لڑکی کا تھا تو عمران کو اب بھی اس پر اعتبار نہیں آیا تھا وہ نسلاً یہودی تھی اور کسی بھی طرح اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر عمران اپنے ہوٹل پہنچ گیا۔ جمشید صمدانی یا وہ لوگ جو عمران کو یہاں امداد فراہم کر رہے تھے۔ کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ عمران کیا کچھ کر آیا ہے۔ بہرحال تمام تر امور سے فارغ ہونے کے بعد اس نے وہ سرخ ڈائری کھول لی اور اس کے پہلے صفحے پر نگاہیں دوڑانے لگا۔ عربی زبان میں ایک مکمل تحریر تھی۔ جس کی کیفیت افسانوی سی تھا۔ لکھا تھا۔ فلسطین کے سینے پر جو ناسور نمودار ہوا اس کے محرک کون کون لوگ تھے۔ اس کے بارے میں دنیا بہت

طویل بحث کر چکی ہے لیکن اس کے نتیجے میں ان بے گناہوں کو جو نقصانات اٹھانے پڑے، جن کا تعلق کسی بھی فیصلے سے نہ تھا۔ اس کی مثال ممکن نہیں ہے۔ میں تذکرہ کر رہا ہوں اس اجڑی ہوئی بستی کا جو میری اپنی بستی ہے۔ ویسے تو اسرائیل کی چیرہ دستیاں نجانے کتنے بڑے علاقے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اجڑی ہوئی بستیاں، جلے ہوئے کھیت، ٹوٹے ہوئے مکانات جن کے درمیان گوشت نچی ہوئی اور اوندھی سیدھی پڑی ہوئی لاشیں اور ان لاشوں کے گرد اداس بیٹھے ہوئے لاغر کتے جو ان لاشوں کے جسموں کا گوشت چٹ کرنے کے بعد اب فاقوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ یا پھر اپنے ہی کسی ساتھی کی موت کے منتظر، جو بھوک سے دم توڑ دے اور اپنے دوستوں کے لئے تھوڑی سی غذا کا بندوبست کر دے۔ انسانوں اور کتوں کی آپس میں گڈمڈ ہڈیاں، جن میں کوئی فرق نظر نہ آئے۔ یہ تھے یہودی دلیروں کے سنہری کارنامے، جو فلسطین کی بستیوں میں جگہ جگہ نظر آتے تھے۔ یہودی سیلاب ان بستیوں کو تاراج کرتا ہوا نجانے کہاں کہاں کیا کیا کر رہا تھا اور ان کے خالق انہیں مبارکباد دیتے۔ وہ خوشی سے پھولے نہیں پاتے۔ میں جس حسین بستی کا ذکر کر رہا ہوں وہ اونچے نیچے سرسبز گھاس سے لدے ہوئے ان پہاڑوں کے درمیان آباد تھی اور کبھی یہ بستی بہت خوبصورت تھی۔ اس میں کبھی زندگی کی چہل پہل تھی لیکن اب وہ دوسرا ہی منظر پیش کر رہی تھی۔ گولہ باری سے اجڑے ہوئے مکانات اور ان سے اٹھتا ہوا لاشوں کا تعفن، دیکھنے والے کی نگاہیں

اسے دیکھ کر یہاں ہونے والی داستان سے پوری طرح آگاہ ہو جاتی تھیں۔ ان تباہ شدہ بستیوں میں کبھی کبھی زندہ افراد بھی پوشیدہ مل جاتے اور اسرائیلی فوجی دستے ان کے ساتھ بدترین سلوک کرتے تھے۔ جس بستی کا میں تذکرہ کر رہا ہوں اگر ایک نگاہ اس پر ڈالی جائے تو اس میں ایک بھی زندہ انسان نظر نہیں آئے گا۔ البتہ ان لاشوں کے نزدیک گھومتے ہوئے آوارہ کتے ان لاشوں کی کہانی انسانوں کو دکھا سکتے ہیں۔ اسرائیلی سپاہی اس طرف سے گزرتے تو یہ کتے اپنی جگہوں پر پوشیدہ ہو کر انہیں اس طرح دیکھتے کہ شاید وہ کھانے پینے کی کوئی چیز پھینک دیں۔ آخر وہ بھی انسان ہیں ان انسانوں کی طرح جو ان کے قریب مردہ پڑے ہیں۔ یہ بھی تو کبھی انسان ہی تھے اور ان کتوں کو کھانے پینے کے لئے دیتے تھے۔ انسان، انسان تو سب برابر ہوتے ہیں لیکن اسرائیلی سپاہیوں کی بے اعتنائی دیکھ کر ان کی آنکھوں کی اداسی کچھ اور بڑھ جاتی۔ وہ شخص جو اس اسرائیلی دستے کا انچارج تھا اور جسے یہاں کے حالات سنبھالنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ ایک انتہائی خوفناک آدمی تھا۔ کچھ ہی وقت پہلے اس بستی کو تباہ و برباد کیا گیا تھا اور جب انچارج نے یہاں کا رخ کیا تو اسے اپنے ساتھیوں پر غصہ آنے لگا جنہوں نے اس بستی کو مکمل تباہ کر دیا تھا۔ کم بختوں نے تفریح کے لئے کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔ اس وقت بھی وہ بستی کا جائزہ لے رہا تھا اور برباد شدہ بستی کے ایک ایک تباہ شدہ گھر میں جھانک رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آخری سرے سے بھی نکل آیا اور اب اس دستے

کا رخ ان پہاڑیوں کی طرف تھا۔ جہاں اسے پوزیشن سنبھالنی تھی کیونکہ فلسطینی گوریلے جگہ جگہ ان کی راہ کاٹ رہے تھے۔ کچھ وقت کے بعد وہ تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے پہاڑیوں پر پہنچ گئے۔ چاروں طرف سبزہ بکھرا ہوا تھا۔ سامنے ہی ایک حسین آبشار گر رہا تھا جو ایک چھوٹی سی ندی کی شکل میں پہاڑیوں کے گرد چکر لگا کر کہیں دور نکل جاتا تھا۔ بلندی سے دیکھنے پر یہ ندی کسی حسین دوشیزہ کی صراحی دار گردن میں پڑی ہوئی چاندی کی ہنسلی نظر آتی۔ لیکن انچارج کو یہ منظر بالکل پسند نہیں تھا۔ اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ اس کے ساتھی اپنی اپنی گنیں رکھ کر وہاں مورچے بنانے لگے۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑی پتھروں کو چن کر یہ مورچے بنائے جا رہے تھے۔ وہ سب برق رفتاری سے اس کام میں مصروف ہو گئے اور انچارج ایک پتھر پر بیٹھ کر دوربین سے چاروں طرف دیکھنے لگا پھر اچانک ہی اس کی نگاہ ندی کے کنارے پر پہنچی۔ جہاں کوئی شے متحرک تھی۔ اس نے جلدی سے دوربین کے لینز درست کر کے اس متحرک شے کو شیشوں کی گرفت میں لے لیا اور پھر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا وہ ایک نوخیز لڑکی تھی۔ دور ہی سے دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ خوبصورت ہے۔ ندی کے کنارے بیٹھی چلو سے پانی پی رہی تھی۔ انچارج دبی دبی مسرت آمیز آواز میں چیخا اور اس کے ساتھی کام چھوڑ کر اس کے قریب پہنچ گئے۔

" دوڑو دیکھو۔ ندی کے کنارے مختلف سمتوں سے جاؤ وہ ایک لڑکی ہے نکلنے نہ پائے "۔ اس نے بے ربط انداز میں اپنا مقصد انہیں

سمجھایا اور اس کے ساتھی بھی گردنیں اٹھا کر دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے
بھی لڑکی کو دیکھ لیا۔ دوسرے لمحے وہ چاروں طرف بکھر گئے اور لڑکی کو
گھیرے میں لینے لگے تاکہ وہ نکلنے نہ پائے۔ وہ پہاڑی کے پتھروں کو
گرنے سے روکتے جا رہے تھے۔ تاکہ لڑکی ان کی آواز سن کر چوکنی نہ ہو
جائے۔ یہاں پہاڑیوں میں چاروں طرف غار بکھرے ہوئے تھے۔ اگر وہ
کسی غار میں گھس گئی تو اسے تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ اس لئے وہ اسے
ہوشیار ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ انچارج خود بھی پتھروں کی
اوٹ لیتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ لڑکی ان کی آمد سے بے خبر
تھی۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا تھا اور اپنے چہرے اور گردن
کے دوسرے حصے صاف کر رہی تھی۔ انچارج ہوس ناک نگاہوں سے
اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ لڑکی کی طرف دوڑنے لگا اور چند لمحوں میں اس
کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی نے بھی لڑکی کے پاس پہنچنے میں دیر
نہیں لگائی تھی اور اب لڑکی بہری بھی نہیں تھی کہ ان کی آہٹ نہ سن
لے۔ اس نے خوفزدہ ہرنی کی طرح گردن اٹھائی اور انہیں اپنے سامنے
دیکھ کر سہم گئی۔ پھر اچانک ہی اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی لیکن
جس طرف وہ گئی تھی اس طرح بھی ایک اسرائیلی سپاہی موجود تھا
چنانچہ وہ دوسری جانب لپکی لیکن سپاہیوں نے اب اس کے گرد حلقہ بنا
لیا تھا اور بہت جلد لڑکی کو اپنی بے بسی کا احساس ہو گیا۔ تب وہ ایک
طرف کھسکنے لگی۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر
وہ ایک چٹان سے جا لگی۔ تب انچارج اور اس کے ساتھی آگے بڑھے۔

اب لڑکی کے لئے راہ فرار نہیں تھا۔ دفعتاً لڑکی کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی۔

"بچاؤ۔ بچاؤ"۔ اور اسرائیلی سپاہی جو بدمست ہو رہے تھے۔ چونک کر رک گئے۔ یہاں ان پہاڑوں میں کون ہو سکتا ہے جو اس کی آواز سن کر اسے بچانے کی کوشش کرے۔ انہوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا اور قرب و جوار میں کسی کو نہ پایا۔ تب انچارج نے وحشیانہ انداز میں آگے بڑھتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا۔

" حیرت انگیز، بے حد حیرت انگیز۔ میں تمہاری تلاش ہی میں تو بھٹک رہا تھا حسین لڑکی اور تم یہاں چھپی ہوئی ہو "۔ انچارج اس بات سے مطمئن ہو گیا تھا کہ قرب جوار میں کوئی موجود نہیں ہے۔ لیکن شاید وہ آسمان سے ٹپکے تھے۔ یقیناً ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ چٹان جس کے اردگرد انچارج کھڑا ہوا تھا اس کے اوپری حصے سے چند لوگ ان پر کود پڑے اور پھر کئی بھیانک چیخیں گونج اٹھیں۔ کودنے والوں کے ہاتھوں میں کھلے ہوئے لمبے چاقو تھے جو انہوں نے اسرائیلی سپاہیوں کے شانوں اور گردنوں کے درمیان پیوست کر دیئے۔ یہ حملہ اتنا چانک تھا کہ سپاہی اپنی مدافعت نہ کر سکے۔ ان پھرتیلے لوگوں نے سپاہیوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا اور چند ہی لمحوں کے بعد ان سب کی لاشیں چٹانوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ لڑکی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ پھر تھوڑے فاصلے سے ایک طویل قامت فلسطینی بوڑھا نمودار ہوا۔ جس کی پیشانی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ لڑکی کے قریب

پہنچ کر بولا۔

"تو ٹھیک ہے اب عمارہ......"

"ہاں بابا ٹھیک ہوں"۔

"تو نے بڑی غلطی کی جبکہ تجھے بارہا سمجھایا ہے کہ ضد بری چیز ہے۔ خوفناک کتے ان پہاڑوں میں بھٹک رہے ہیں۔ ہمیں اس وقت تک ان پہاڑوں میں چھپنا ہے جب تک ہم اپنا مقصد حاصل نہ کر لیں"۔

"اب ماریہ نے ہمارے لئے آسانی پیدا کر دی ہے بابا۔ یہ دیکھو ان اسرائیلی سپاہیوں کا اسلحہ ہمارے کام آئے گا۔ یہ اسٹین گنیں، پستولیں اور یہ فالتو ایمونیشن، اوہ شاید ان تھیلوں میں دستی بم بھی موجود ہیں"۔ نوجوان نے جن کی تعداد پانچ تھی۔ مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"ان سب کو سمیٹ کر غار میں لے جاؤ اور جلدی سے باہر آ جاؤ ہمیں تھوڑے وقت میں بہت کام کرنا ہے"۔ بوڑھے شخص نے کہا اور نوجوان اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ لڑکی اب بھی سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ بوڑھے نے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"اب خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بیٹی۔ دشمن ہلاک ہو چکا ہے"۔

"ہم کب تک ایسی زندگی گزاریں گے بابا۔ کب تک ہم اپنے ہی وطن میں غیروں سے چھپتے پھریں گے"۔ وہ سسکتے ہوئے بولی۔

" ہمت سے کام لینا چاہیئے بیٹے۔ ہمت سے کام لینا چاہیئے۔ ہر تاریک رات کی سحر ہوتی ہے۔ ہماری اس تاریک رات کی سحر بھی زیادہ دور نہیں ہے۔ ایک نہ ایک دن ہم ان قبضہ کرنے والوں کو اپنی سرزمین سے مار بھگائیں گے "۔ تھوڑی دیر کے بعد نوجوان واپس آگئے اور سوالیہ نظروں سے بوڑھے کو دیکھنے لگے۔ بوڑھا سنبھل کر ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

" اب تم ان میں سے ایک ایک لاش اٹھاؤ اور یہاں سے جتنی دور پھینک سکتے ہو پھینک آؤ تاکہ اسرائیلی ہماری یہاں موجودگی سے واقف نہ ہو سکیں۔ چلو میں بھی تمہارا ساتھ دیتا ہوں "۔ بوڑھے نے جھک کر ایک لاش اٹھائی اور کندھے پر ڈال لی۔ نوجوان بھی مصروف ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کام سے فارغ ہو گئے تھے۔ بوڑھے نے خون کے نشانات، قدموں کے نشانات، تمام نشانیاں اس انداز میں صاف کر دی تھیں کہ اسرائیلی ان کے بارے میں اندازہ نہ لگا سکیں۔ پھر اس مشقت کے کام سے فارغ ہو کر وہ آبشار کے عقب میں ایک چھوٹے سے سوراخ سے اندر داخل ہو گئے۔ غار کا سوراخ چھوٹا تھا لیکن اندر سے وہ کافی کشادہ ہو گیا تھا اور اسی کشادہ غار میں ضروری سامان کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ نوجوانوں نے اسٹین گنیں سنبھال لیں اور انہیں دلچسپی سے دیکھنے لگے۔

وحشی صفت اسرائیلی کرنل شیمون نے موٹے سے سگار کو دانتوں سے کچلتے ہوئے خونی نظروں سے سامنے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھا پھر غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

" پھر تم نے کیا کیا۔ کیا تم ان لوگوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے جنہوں نے یہ حرکت کی تھی"۔

" ہم نے پوری بستی چھان ماری جناب، ایک ایک سوراخ دیکھ لیا۔ لیکن ان لوگوں کا سراغ نہیں مل سکا"۔ سامنے کھڑے ہوئے لیفٹیننٹ نے بتایا۔

" تم گدھے ہو، بیوقوف ہو۔ اس بستی کا ایک فرد بھی زندہ نہیں بچا تھا کیا وہ گوریلے نہیں ہو سکتے جنہوں نے یہ حرکت کی تھی"۔

" ممکن ہے جناب"۔

" اور تم جانتے ہو کہ اس علاقے میں ایک بھی چھاپہ مار کا وجود

برداشت نہیں کیا جا سکتا"۔ کرنل شیمون نے سگار منہ سے نکال کر جوتے سے مسلتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔

"میجر زولین کو بلاؤ"۔

"یس سر"۔ لیفٹیننٹ نے سیلوٹ کیا اور پھر مڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ کرنل شیمون کی پیشانی پر گہری شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے سے شیطینیت ٹپکتی تھی۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں اور بھاری جبڑوں کے ساتھ وہ بے حد بھیانک نظر آتا تھا اس نے اندر آ کر سیلوٹ کیا اور کرنل شیمون اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"سیکٹر نمبر آٹھ میں مقبوضہ بستی کے قریب ہمارے فوجی دستے کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ہیلی کاپٹر سیکشن نے اطلاع دی ہے۔ لیفٹیننٹ اس علاقے میں ہو کر آیا لیکن ان لوگوں کا پتہ نہیں چل سکا جنہوں نے یہ حرکت کی ہے اس نے رک کر میجر زولین کو دیکھا اور پھر بولا۔

"میجر زولین"۔

"یس سر"۔

"تم اپنی کمپنی لے کر جاؤ، جاسوس کتے تمہارے ہمراہ ہونے چاہئیں۔ ان لوگوں کا پتہ چلا کر انہیں فنا کر دو"۔

"یس سر"۔ میجر زولین نے ایڑیاں بجا کر کہا۔

"جاؤ میں تمہاری کامیابی کی اطلاع کا انتظار کر رہا ہوں"۔ کرنل شیمون نے فرعونی لہجے میں کہا اور میجر زولین ایڑیوں پر گھوم کر باہر

نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد چار بڑے ٹرک اور چھ جیپوں پر مشتمل
مشین گنوں اور دوسرے خطرناک ہتھیاروں سے لیس کمپنی پہاڑوں
میں بھٹک رہی تھی۔ وہ تباہ شدہ بستی کے چپے چپے کو تلاش کر چکے
تھے۔ لیکن کسی زندہ انسان کو تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔ چنانچہ
اب انہوں نے چاروں طرف پھیلی ہوئی پہاڑیوں کا رخ کیا تھا۔ سرسبز
پہاڑوں کے ایک حصے میں پہنچ کر اس نے کیمپ لگا دیا اور میجر زولین
نے پندرہ پندرہ افراد پر مشتمل چند پارٹیاں بنا دیں۔ یہ پارٹیاں دو دو
جاسوس کتوں کو لے کر مختلف سمتوں کو چل پڑی تھیں۔ تربیت
یافتہ کتے انسانی بو سونگھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے وہ ان کاموں میں ماہر
تھے اور اسرائیلیوں نے انہیں ایک خاص ٹیکنیک پر ٹرینڈ کیا تھا۔
پندرہ سپاہیوں پر مشتمل ایک پارٹی پہاڑی آبشار کی طرف چل دی اور
ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ان کے کتے زور لگانے لگے۔ سپاہی
چونک پڑے تھے ان میں سے ایک سپاہی نے وائرلیس پر دوسری
پارٹیوں کو اطلاع دی اور دوسری پارٹیاں بھی برق رفتاری سے اس
طرف چل دیں۔ کتے تیزی سے راستے طے کر رہے تھے پھر وہ آبشار کے
عقب میں چھوٹے سے سوراخ کے قریب رک گئے۔ وہ زنجیر چھڑا چھڑا کر
سوراخ میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ سپاہیوں نے اس
علاقے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اپنے ساتھیوں کے آنے کا انتظار
کرنے لگے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ کوئی اس غار میں پوشیدہ ہے اور
ادھر اندر والوں کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ گھر گئے ہیں ان کی

کیفیت بھی بہت نازک تھی۔ غار سے نکلے بغیر مقابلہ مشکل تھا اور
ایسی شکل میں غار سے نکلنا مشکل تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سارے
سپاہی غار کے چاروں طرف اکٹھے ہو گئے۔ میجر زولین نے صورتحال کا
جائزہ لیا۔ اسے غار میں موجود لوگوں کی تعداد کا اندازہ نہیں تھا۔ اس
لئے وہ تشویش میں مبتلا تھا، دوسرے اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ان
سے نمٹنے کی کونسی کارروائیاں کر رہے ہیں چنانچہ اس نے کمپنی کے
آدھے آدمیوں کو چٹانوں میں چھپا دیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ وہ
صورتحال پر نگاہ رکھیں اور کسی ہنگامے سے نمٹنے کے لئے تیار رہیں۔
باقی آدھے آدمیوں نے بھی چٹانوں کے درمیان پوزیشن لے لی تھی
پھر میجر زولین نے میگافون پر غار والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
" غار کے اندر جو کوئی بھی موجود ہے اسے اطلاع دی جاتی ہے کہ
ہماری کمپنی نے تمہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اپنے ہتھیار غار
میں چھوڑ کر ہاتھ اٹھائے باہر نکل آؤ اگر تم نے مقابلے کی کوشش کی
تو موت کے گھاٹ اتار دیئے جاؤ گے اور اگر خود کو ہمارے حوالے کر
دیا تو تم سے رعایت برتی جائے گی"۔ یہ الفاظ اس نے کئی بار دھرائے
لیکن اندر سے کوئی آواز نہ سنائی دی تب سنگدل اور عیار یہودی نے
ایک سپاہی کو اشارہ کیا اور سپاہی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میجر اپنی
کارروائی میں مصروف ہو گیا۔ وہ غار کے بائیں سمت پہنچا اور اس نے
سپاہی کے تھیلے سے نکالا ہوا دستی بم سیفٹی پن کھینچ کر غار میں پھینک
دیا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور کچھ ٹوٹی پھوٹی چیخیں ابھریں۔ میجر

نے دوسرا دستی بم لیا پھر دوسرا دھماکہ ہوا اور غار کی ایک سمت کی چھت اڑ گئی اسی وقت اندر سے آواز آئی۔

" ہم خود کو تمہارے حوالے کر رہے ہیں "۔ اور میجر زولین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے فخریہ انداز میں گردن ہلائی تھی اور اس کے ساتھیوں نے غار کے دونوں طرف کھڑے ہو کر اسٹین گنیں تان لیں۔ غار سے پہلے نکلنے والا ایک بوڑھا آدمی تھا اس کے جسم کے کئی حصوں سے خون بہہ رہا تھا۔ شاید دستی بم کے ٹکڑے اس کے جسم پر لگے تھے۔ اس کے بعد ایک نوجوان نکلا پھر دوسرا اور پھر یکے بعد دیگرے نوجوان باہر نکل آئے۔ سب سے آخر میں ایک نوجوان لڑکی نکلی تھی ان لوگوں میں سے صرف لڑکی زخمی نہیں ہوئی تھی، ورنہ باقی سب کے جسموں کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا اور ان کے لباس خون سے رنگین تھے۔ میجر زولین نے دلچسپ نظروں سے لڑکی کے سراپا کا جائزہ لیا۔ پھر بوڑھے کی طرف دیکھ کر بولا۔

" بس یا اندر اور کوئی بھی ہے "۔

" نہیں اور کوئی نہیں ہے "۔

" میں نہیں مانتا۔ کیا تمہارے پاس اسلحہ ہے "۔ میجر زولین نے پوچھا"۔

" ہاں اندر موجود ہے "۔

" لیکن سوچ لو اگر اندر کوئی ہوا اور اس نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو تمہیں گولیوں سے اڑا دیا جائے گا"۔

" اندر کوئی نہیں ہے "۔ بوڑھے نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ میجر زولین نے سپاہیوں کو اشارہ کر دیا۔ سپاہی غار کے چھوٹے دہانے سے اندر داخل ہو گئے۔ دوسرے سپاہی ان کو رسیوں سے باندھ رہے تھے۔ لڑکی کے دونوں ہاتھ بھی پشت پر کسے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اندر جانے والے سپاہی واپس آ گئے تھے ان کے پاس وہ اسٹین گنیں اور فالتو ایمونیشن تھا جو ہلاک ہونے والے اسرائیلی سپاہیوں سے چھینا گیا تھا۔ میجر زولین نے ان اسٹین گنوں کو دیکھا اور گہری سانس لے کر خونخوار نظروں سے ان لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔

" ہوں ۔ تو ہمارے ساتھیوں کو تم نے ہلاک کیا تھا۔ تم نے ہمارے دستے کو ہلاک کیا تھا تمہارے اور ساتھی کتنے ہیں "۔

" اور کوئی نہیں ہے "۔ بوڑھے نے جواب دیا۔

" تم بکواس کرتے ہو یقینی طور پر تمہارا گروہ کہیں آس پاس چھپا ہوا ہے "۔

" نہیں ہم غیر فوجی آدمی ہیں کاش ہم فوجی ہوتے تو تم ہمیں اتنی آسانی سے گرفتار نہیں کر سکتے تھے "۔ بوڑھے نے کہا اور میجر زولین خونخوار نظروں سے ان کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا

" مکار بوڑھے میں تمہارا دماغ درست کر دوں گا۔ یہ تنہا تم لوگوں کا کام نہیں ہے، شرافت سے بتا دو فلسطینی گوریلے کہاں چھپے ہیں اور تم کون سی کمپنی سے تعلق رکھتے ہو۔ ایک بات اپنے دماغ میں رکھنا اگر سچ نہ بولے تو میں تمہارے جسموں کی کھال کھنچوا لوں گا "۔

" تم دیوانے ہو میجر میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ہمارا تعلق فوج سے نہیں ہے۔ہم سب اس بستی کے معصوم باشندے ہیں جس کے نہتے اور امن پسند لوگوں کو تمہارے آدمیوں نے قتل کر دیا ہے جسے تم نے جلا کر خاکستر کر دیا۔ ہم اپنی زندگیاں بچانے کے لئے ان پہاڑوں میں آ چھپے تھے۔ تمہارے فوجی جوانوں نے میری بیٹی کو اغوا کر کے لے جانے کی کوشش تو مجبوراً میں نے اور میرے ان ساتھیوں نے ان کا مقابلہ کیا اور انہیں ہلاک کر دیا"۔

" تمہاری بیٹی "...... میجر زولین نے لڑکی کو گھورتے ہوئے کہا پھر خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"ہوں تو یہ تمہاری بیٹی ہے کیا نام ہے اس کا"۔

" عمارہ "۔بوڑھے نے جواب دیا۔

" عمارہ "۔ میجر زولین نے زیرلب کہا اور پھر ہنس پڑا۔

عمارہ اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا اور دوسرے لوگ بھی قہقہے لگانے لگے پھر وہ سب دیوانوں کی طرح ہنسنے لگے تھے۔ رسیوں میں کسے ہوئے نوجوانوں کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی ان کے بدن دیوانہ وار ان رسیوں کے جال سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ان کے خون کھول رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں خون ہی خون اتر آیا تھا کافی دیر تک وہ لوگ پاگلوں کی طرح ہنستے رہے اس کے بعد میجر زولین نے کہا۔

" ٹھیک ہے بوڑھے ہم یہاں رک کر تمہارے ساتھیوں کو تلاش

کریں گے اور جب وہ مل جائیں گے تو تمہارے ساتھ ہی ان کو بھی گولی مار دیں تاکہ تم دوسری دنیا میں بھی ایک ساتھ ہی رہو"۔ پھر اس نے اپنے ایک ماتحت سے کہا۔

"کوئی مناسب جگہ دیکھ کر کیمپ لگادو"۔

"یس سر"۔ ماتحت نے کہا اور چند آدمیوں کو لے کر ایک طرف بڑھ گیا۔

لہو لہو فلسطین کے لاتعداد علاقوں میں اس قسم کی کارروائیوں کا آغاز بہت عرصے پہلے ہوا تھا اور فلسطین کے معصوم باشندے زندگی کے سب سے بدترین دور سے گزر رہے تھے۔ اسرائیل اپنی گھناؤنی حرکتیں مسلسل کیئے جا رہا تھا اور بعض جگہ تو بہت کم ہی یہ کہانیاں باہر نکلنے پائی تھیں اندرونی طور پر یہودی سپاہیوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو کارروائیاں کی تھیں۔ ان میں سے لاتعداد کارروائیوں کی داستانیں ان علاقوں میں دفن ہیں۔ میں سفیان عزیزی جو اپنے دور میں ایک اخبار کا مالک اور خود اس کا رپورٹر بھی تھا۔ اس سلسلے میں درجنوں جگہوں پر جا کر اسرائیلیوں کی وحشیانہ کارروائیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ میں نے اپنی یہ ڈائری خصوصی بنیادوں پر تیار کی ہے اور کئی بار مجھے اسرائیلی سپاہیوں کا بھیس بدل کر ان کے درمیان داخل ہو کر ان کارروائیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا ہے

میں نے اس سلسلے میں بہت سی داستانیں اپنے اخبار میں بھی چھاپیں جن کی بناء پر اسرائیلی سپاہیوں کو اور اسرائیلی فوجی ہائی کمان کو میری طرف سے تشویش پیدا ہو گئی لیکن یہ اتفاق کی بات ہے کہ میں ایک لاوارث انسان ہوں۔ والدین بچپن میں مر گئے تھے، بہن بھائی کوئی نہیں تھا۔ دنیا کی ٹھوکروں میں پرورش پائی اور اس کے بعد اپنی ایک منزل کا تعین کر کے اس منزل کی جانب چل پڑا۔ انیس سو چودہ کے بعد فلسطین کے سینے میں جو اسرائیل کا خنجر اتارا گیا ہے وہ آج تک فلسطین کے سینے میں گڑھا ہوا ہے۔ ہم جدوجہد کر رہے ہیں اور یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ بالآخر اسرائیل کو اپنے وطن سے اکھاڑ پھینکیں گے یہ ناسور ختم کئے بغیر ہماری زندگی کا سفر مکمل نہیں ہوتا۔ اب اس سفر میں کون جیتتا ہے کون مرتا ہے اس کی پرواہ ہم نے چھوڑ دی ہے۔

میں جس علاقے کا ذکر کر رہا ہوں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں کہ وہ میری بستی تھی جس پر اب غاصب یہودیوں کے قدم گونج رہے تھے اس وقت کشادہ غار میں مٹی کے تیل کے لیمپ روشن تھے۔ عارضی طور پر اسے ایک عمدہ رہائش گاہ میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ فولڈنگ بستر اور کرسیاں وغیرہ رکھ دی گئی تھیں اور ان میں سے ایک کرسی پر میجر زولین بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا اس کے سامنے رکھی ہوئی عنابی رنگ کی شراب کی بوتل تین چوتھائی خالی ہو چکی تھی اور میجر کی آنکھوں میں خون جیسی سرخی لہرا رہی تھی۔ وہ بار بار مضطربانہ انداز میں غار کے دروازے کی جانب دیکھ لیتا تھا اور اس کے چہرے پر بے

رحمی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر اسے غار کے دہانے پر قدموں کی
آوازیں سنائی دیں اور اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ سامنے سے چند
لوگ اندر داخل ہوئے تھے انہوں نے اس معصوم سی نوشگفتہ کلی کی
مانند لڑکی کے بازو پکڑے ہوئے تھے جس کا نام عمارہ تھا اور اسے
گھسیٹتے ہوئے لا رہے تھے۔ پھر انہوں نے عمارہ کو میجر زولین کے
قدموں میں دھکیل دیا اور میجر زولین نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اتنی دیر کیوں لگائی تم لوگوں نے"۔

"یہ سخت مزاحمت کر رہی تھی جناب"۔ ایک آدمی نے جواب دیا۔

"تم جاؤ ہم اس کی مزاحمت ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں گے"۔ اس
نے کہا اور تمام لوگ واپس چلے گئے تب زولین نے لڑکی پر گہری
نگاہیں ڈالیں۔ وہ بے بسی سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔
میجر زولین نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"شادی شدہ ہو"...... لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا تب زولین
نے اپنے لباس سے ایک لمبا چاقو نکالا۔

"شادی شدہ ہو"...... وہ خونخوار انداز میں بولا اور چاقو کی نوک
عمارہ کی گردن پر رکھ دی۔

"نہیں۔ نہیں"۔ خوفزدہ لڑکی جلدی سے بولی اور میجر زولین
شیطانی انداز میں ہنسنے لگا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ شادی شدہ لڑکیاں مجھے بالکل پسند نہیں
ہیں"۔ اس نے اسی چاقو سے عمارہ کے بندھے ہوئے ہاتھوں کی رسیاں

کھول دیں۔ وہ اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں مسل رہی تھی جن کا دوران خون رک گیا تھا پھر میجر نے چاقو واپس رکھا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔ عمارہ سہمے ہوئے انداز میں کھڑی ہو گئی تھی اور میجر اسے بھوکی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ خوفزدہ لڑکی بھلا اس کے سامنے کیا مزاحمت کر سکے گی چنانچہ وہ نڈر ہو گیا تھا۔ اس نے لڑکی سے کچھ ایسے الفاظ کہے کہ اچانک ہی لڑکی کی شخصیت میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس ہوئی وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی اور اب میجر یہ محسوس کر رہا تھا کہ چند لمحے قبل اس نے لڑکی کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ ایکدم غلط ہو گیا ہے دفعتاً لڑکی کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔

"یہودی کتے، کیا تجھے اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ میرا تعلق کون سے مذہب سے ہے۔ ہم معصوم لڑکیاں اپنے ماں باپ کی چھاؤں میں پروان چڑھتی ہیں۔ لیکن ہمیں شروع ہی سے یہ تربیت دی جاتی ہے کہ زندگی اللہ کی امانت ہے اور عزت و عصمت سے جینا ہی زندگی ہے۔ تو کیا سمجھتا ہے تو ہم سے ہمارا یہ ایمان چھین لے گا"۔

"اوہ بیوقوف لڑکی۔ کیوں اپنی زندگی کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ میں تیرے اس خوبصورت جسم کے ٹکڑے کر کے ان چٹانوں میں پھینک دوں گا"۔ لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اب اس کے چہرے پر خوف کے آثار مٹ چکے تھے اور آنکھیں کسی خونخوار بلی جیسی نظر آ رہی تھی۔ اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک

طرف کھسکنے لگی۔ وہ اس میز کے نزدیک پہنچ گئی جہاں چند لمحات قبل میجر زولین بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ میجر زولین نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن اچانک ہی لڑکی نے مسکرا کر اسے دیکھا اور میجر زولین حیران نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ لڑکی کی مسکراہٹ میں بڑا لگاؤ تھا۔ میجر زولین نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ سمجھدار وہی ہوتا ہے جو زندگی کی حفاظت کرے۔ سمجھ رہی ہو ناں تم "...... لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میجر زولین آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھا لیکن لڑکی کے دونوں ہاتھوں پر وہ غور نہیں کر سکا تھا جو پیچھے کی سمت رینگ گئے تھے اور اب شراب کی بوتل اس کی مٹھی کی گرفت میں آ گئی تھی۔ جسے اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ میجر زولین جب بالکل اس کے قریب پہنچا تو اچانک ہی لڑکی کا ہاتھ بلند ہوا اور بوتل پوری قوت سے میجر زولین کے سر پر پڑی۔ میجر زولین کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور سر سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑا اور نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ لڑکی نے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا۔ یہ موقع غنیمت تھا چنانچہ اس نے غار کے دہانے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی غار کے دوسری جانب کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ سیدھی دوڑتی چلی گئی۔ اس کے قدموں کی آواز چٹانوں میں گونج رہی تھی اور غار سے کچھ دور بیٹھے فوجی جوانوں نے وہ آواز سن لی۔ دوسرے لمحے وہ حیران ہو کر کھڑے ہو گئے۔ لیکن چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی میں کچھ نظر نہیں

آیا اور عمارہ کافی دور نکل آئی۔ وہ بے تحاشہ دوڑ رہی تھی۔ وہ ان سے دور نکل جانا چاہتی تھی۔ تاکہ وہ دوبارہ اس تک نہ پہنچ سکیں۔ یہاں تک کہ وہ اس غار سے کافی فاصلے تک آ گئی۔ اس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا۔ جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ اب اس نے کافی فاصلہ طے کر لیا ہے وہ رکی اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس کی نگاہیں تاریکی میں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اچانک کافی دور اسے ٹارچوں کی روشنیاں لہراتی ہوئی نظر آئی۔ اسرائیلی سپاہی اس کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔ شاید انہیں میجر زولین کے زخمی ہونے اور اس کے نکل جانے کا علم ہو گیا تھا۔ عمارہ وحشت زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ تبھی اس نے اپنے عقب میں دیکھا جس پہاڑی کے نزدیک وہ کھڑی ہوئی تھی اس کے دامن میں ایک غار کا دہانہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن اس کے اوپر یہ خطرناک چٹان موجود تھی۔ یہ چٹان بس اس دہانے پر ٹکی ہوئی تھی اور چند پتھروں نے اسے گرنے سے روک لیا تھا۔ اگر یہ پتھر نکل جاتے تو چٹان نیچے آ گرتی۔ لڑکی نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا۔ پھر وہ مڑ کر غار کے دہانے کی طرف بڑھ گئی۔ لیکن غار میں داخل ہونے سے پہلے اسے ایک اور خیال آیا۔ ہو سکتا ہے کہ اسرائیلی سپاہی ایسے تو اسے تلاش نہ کر سکیں لیکن اس نے ان کے پاس جاسوس کتے دیکھے تھے اور یہ جاسوس کتے باآسانی اس کا سراغ نکال لیں گے۔ وہ دوبارہ پکڑی جائے گی اس بات کا تو اسے اندازہ تھا کہ اس نے جو وار میجر زولین کے سر پر کیا ہے وہ کم از کم اس کی جان نہیں لے سکتا۔

عارضی طور پر وہ چکرا گیا تھا، زخمی ہو گیا تھا لیکن اگر وہ دوبارہ پکڑی جائے تو اس بار میجر زولین اسے کوئی موقع نہیں دے گا اور اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا۔ اس کی ایک ہی ترکیب اس کے ذہن میں آئی کہ غار کا دہانہ چٹان سے ڈھک دیا جائے تاکہ کتے اس کی بو نہ سونگھ سکیں۔ غار میں داخل تو ہو گئی تھی وہ لیکن کھلے ہوئے دہانے کو بند کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ہاں اگر یہ چٹان اپنی جگہ سے ہٹے گی تو یقینی طور پر غار کے دہانے پر آکر گرے گی۔ اس نے اندر سے غار کا جائزہ لیا۔ غار کافی کشادہ تھا اور وہ اس میں چھپ سکتی تھی لیکن چٹان کو گرا کر دہانہ بند کرنے کا مسئلہ تھا۔ وہ ایک بار پھر باہر نکلی اور اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر چٹان کو روکنے والے پتھروں کو کھینچنے کی کوشش کی لیکن آسان کام نہیں تھا۔ اس کی انگلیاں زخمی ہو گئیں۔ بہت دیر تک وہ ان پتھروں کو کریدتی رہی اور اس کے بعد اچانک ہی اسے چٹان ہلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ بلندی سے غار میں داخل ہو گئی اور اندر سے ہاتھ ڈال کر اس پتھر کو نکالنے کی کوشش کرنے لگی۔ ہاتھوں کی انگلیوں سے خون بہہ رہا تھا لیکن بالآخر اس کی یہ کوشش کامیاب ہو ہی گئی اور دوسرے لمحے چٹان ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ غار کے دہانے پر آ ٹکی۔ دہانہ بند ہو گیا اور عمارہ نے گہری گہری سانسیں لیں۔ تیز دوڑنے سے اور پھر چٹان پر قوت صرف کرنے سے ہاتھ تو زخمی ہوئے ہی تھے لیکن اس کے سینے کا برا حال تھا۔ پھیپھڑے پھٹے جا رہے تھے۔ وہ غار کے فرش پر سیدھی لیٹ

گئی۔ اس کے کان باہر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔ بہت دیر تک وہ اپنی سانسوں کو درست کرنے کی کوشش کرتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ سانسیں اعتدال پر آتی گئیں۔ بہت دیر گزر گئی تھی دفعتاً ہی اسے چٹان سے باہر کچھ آوازیں سنائی دیں اور وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے سانس تک روک لی تھی۔ آوازیں بہت دیر تک قرب و جوار میں بھٹکتی رہیں وہ پتھروں سے کان ٹکا ٹکا کر یہ آوازیں سن رہی تھی آہستہ آہستہ آوازیں دور ہو گئیں۔ شکر تھا کہ ان کے پاس کتے نہیں تھے اور وہ کتوں کے بغیر ہی اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ ورنہ کتے چٹان کے پاس آکر ضرور اشارہ دیتے۔ ان کی حس انسانوں سے زیادہ تیز ہوتی ہے لیکن وہ چٹان کی طرف توجہ نہیں دے سکے تھے۔ عمارہ نے سکون کی سانس لی۔ عارضی طور پر وہ محفوظ ہو گئی تھی وہ پھر دوبارہ غار کے ٹھنڈے فرش پر لیٹ گئی اور گزرے ہوئے واقعات پر غور کرنے لگی۔ سب کچھ لٹ گیا تھا۔ پورا گھر، ہرے بھرے کھیت، تندرست جانور، محبت کرنے والی ماں، دو نوجوان بھائی سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ باپ بھی، وہ بوڑھا شخص جو ناقابل تسخیر باپ ثابت ہوا تھا وہ اس کی زندگی بچا کر پہاڑوں میں لے آیا تھا اور یہاں انہیں اپنے جیسے چار اور مظلوم نوجوان مل گئے تھے جو سب کچھ تباہ ہونے کے بعد یہودیوں کے خوف سے زندگی بچا کر یہاں آچکے تھے۔ لیکن کون جانتا تھا کہ زندگی کی سانسیں کب تک کی ہیں۔ آزاد علاقے کی سرحدیں بند تھیں اور غاصب لٹیروں نے انہیں ان کے ہی وطن میں قید کر دیا تھا۔

یہاں تک کہ وطن کی سرزمین پران کے خون کی سرخی بھی پھیل گئی۔
ان کا باپ بھی قید میں چلا گیا اور وہ چاروں بھی، نجانے اس کے بھاگ
جانے کی وجہ سے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہو۔اس کی آنکھوں
سے آنسو بہنے لگے۔ پھر روتے روتے اسے نیند آ گئی۔ خشک کھردرے
پتھراس کے لئے ماں کی آغوش بن گئے۔عالم خواب میں اس نے اپنے
بھائی عادل رحمن کو دیکھا جو اس کے لئے پھولوں کے ہار لئے کھڑا ہوا
تھا اور وہ سسکنے لگی۔ پھر جب صبح ہوئی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔
سورج کی چند کرنیں اسے تلاش کرتی ہوئی اندر پہنچ گئی تھیں۔ اس
نے اردگرد کے ماحول پر نگاہ ڈالی اور سہم گئی۔ اس سے قبل عالم
خواب میں اسے یاد نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے، نیند نے تکلیف دہ ماحول
کو فراموش کر دیا تھا لیکن جاگنے کے بعد بہت سے خوفناک تصور ذہن
میں ابھرے۔ بہت سے جان لیوا وسوسے جاگ اٹھے اور وہ سہم گئی۔
رات گزر چکی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اسرائیلی سپاہی دن کی روشنی میں
بھی اسے تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔ان کے افسر اعلیٰ کو زخمی کر
دیا گیا تھا۔وہ آسانی سے تو اسے نہیں چھوڑ دیں گے۔ پھر مجھے کیا کرنا
چاہیئے۔ کیا میں یہیں، چھپی رہوں۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا باہر تو
نکلنا ہی ہے۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔یہاں کھانے کے لئے کچھ نہیں
تھا اور پھر اپنے عزیزوں کا پتا لگانا بھی تھا۔ نجانے ان پر کیا گزری۔ ہمت
کر کے وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور غار کے دہانے کے قریب پہنچ گئی۔ کم از
کم باہر کا جائزہ تو لینا چاہیئے۔اسرائیلی سپاہی اس کے سلسلے میں کیا کر

رہے ہیں۔ کیا وہ اس کی موجودگی سے مایوس ہو گئے۔ بہر حال غار پر
چٹان یونہی ڈھکی ہوئی تھی اور ایک محافظ کی طرح اس کی پہرہ دار بن
گئی تھی۔ اس نے شکر کی نگاہوں سے اس محافظ چٹان کو دیکھا اور پھر
دونوں ہاتھوں سے اسے دھکیل کر دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی
لیکن اچانک ہی اس کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔ چٹان بے حد وزنی تھی
اور وہ کمزور۔ اس کے ناتواں ہاتھ چٹان کو غار کے منہ سے نہیں ہٹا
سکتے تھے اور وہی محافظ چٹان جس نے اسے اسرائیلی سپاہیوں سے بچایا
تھا اب صیاد بن گئی تھی اوہ وہ صید تھی کیا یہ چٹان ہٹا سکوں گی میں
...... اس نے سوچا لیکن وحشتوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ بھلا اسے ہٹانا
کیسے ممکن ہے اور یہاں اس ویرانے علاقے میں اس ویران غار میں
اس کی آواز کون سن سکے گا۔ کون اس کی مدد کرے گا۔ اس کے جسم
سے پسینہ بہہ نکلا۔ بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دینے کے
تصور نے اسے لرزا دیا۔ ایک بار پھر اس نے اپنی جگہ سے ہٹ کر
دانت کچکچا کر چٹان کو سرکانے کے لئے زور لگایا۔ لیکن بے سود، چٹان
ہل نہ سکی۔ اسے سرکانا ممکن نہیں تھا۔ جب تک باہر سے اس کی
کوشش نہ کی جائے۔ لیکن باہر سے اسے سرکانے والا کون تھا، کوئی
بھی نہیں۔ عمارہ کی آنکھوں سے بے بسی کے آنسو بہنے لگے۔ وہ اس
ویران غار کے ایک تاریک کونے میں بیٹھ کر سسکنے لگی تھی۔ یہاں
اس ڈائری کے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ تھوڑی سی جگہ چھوڑی گئی تھی اور
اس کے بعد پھر ایک تحریر تھی۔

"میں سفیان ۔ میری زندگی بھی بہت عجیب تھی ۔ ملک سے دور رہ کر زندگی گزاری اور نجانے کیسے کیسے حوادث کا سامنا کرنا پڑا ۔ میرا بھائی، میرا دوست، میرا سب سے پیارا دوست عادل رحمن، عمارہ کا بھائی تھا اور جب میں وطن واپس پہنچا تھا تو میں نے یہ سنا تھا کہ وہ بستی جو میری زندگی سے گہرا تعلق رکھتی ہے، اسرائیلیوں کے قبضے میں ہے اور وہاں رہنے والے گوریلا جنگ لڑ رہے ہیں ۔ میں نے اپنی زندگی کے بہت سے شب و روز اپنے وطن کے نام کئے اور جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ کرتا رہا ۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے ۔ میں نے نجانے کس کس طرح ان لوگوں تک رسائی حاصل اور اس کے بعد ایک بار مجھے اپنی بستی میں جانا نصیب ہو گیا ۔ میرے ذہن میں لاکھوں خیالات تھے ۔ نجانے کیا کیا تصور میں نے اپنے دل میں پالا تھا ۔ میں نے اپنا رواں رواں اپنے وطن کی آزادی کے لئے وقف کر دیا تھا ۔ پہاڑوں، جنگلوں اور دروں میں بھٹکتے ہوئے ایک دن میں ایک ایسی جگہ موجود تھا جسے میں نے بچپن میں بہت زیادہ دیکھا تھا ۔ یہ جگہ ذرا دور دراز تھی اور یہاں سے آبشار بہہ رہا تھا ۔ میں اس وقت اسرائیلی سپاہیوں پر نگاہ رکھے ہوئے اپنے آپ کو پوشیدہ کئے ہوئے تھا ۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں اسرائیلیوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے چھاپہ مار دستوں کو ان کی چیرہ دستیاں روکنے کے لئے ادھر متوجہ کروں گا کہ ایک پہاڑی چٹان کی آڑ میں آرام کرتے ہوئے مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں چونک پڑا ۔ میں نے اپنی رائفل سیدھی کر کے ادھر نگاہ دوڑائی تو مجھے ایک نوجوان

نظر آیا اور دوسرے لمحے میں نے اسے پہچان لیا۔ یہ میرا دوست، میرا بچپن کا دوست، میری زندگی کی بڑی قیمتی شے، عادل رحمن تھا۔ عادل رحمن کو دیکھ کر میں مسرت سے دیوانہ ہو گیا اور دوسرے لمحے میں نے اسے آواز دیتے ہوئے اس کی جانب دوڑ لگا دی۔ عادل رحمن چونک کر رک گیا۔ میں نے اسے سینے سے لگانے کی کوشش کی تو وہ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

" تم۔ تم کون ہو "۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ عادل رحمن سے مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ میں تو اس کے سینے سے لپٹنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے میرے اور اپنے درمیان فاصلہ پیدا کر لیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کے بعد میں نے کہا۔

" مجھے نہیں پہچانے عادل "...... میرے لہجے میں افسوس شامل تھا۔

" میں تمھیں نہیں پہچانا۔ کون ہو تم "۔

" اگر تم یہ الفاظ مذاق میں کہہ رہے ہو عادل تو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے مذاق نہ کرو "۔

" اور اگر تم بہت زیادہ چالاکی دکھانے کی کوشش کر رہے ہو تو میں بھی تم سے درخواست کرتا ہوں کہ بہت زیادہ چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرو "۔

" عادل مجھے پہچانو، میں تمھیں اپنا نام نہیں بتاؤں گا "۔

"نہ تو تمہیں پہچاننے کی ضرورت ہے مجھے اور نہ ہی تمہارا نام پوچھنے کی"۔

"تمہیں پوچھنا ہوگا"۔

"زبردستی ہے"۔

"ہاں"۔

"نہیں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔ ہو سکتا ہے تم اسرائیلی جاسوس ہو"۔

"کیوں گالیاں دے رہے ہو مجھے۔ ناراض ہو مجھ سے کیا"۔

"پتہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو"۔

"عادل مجھے پہچانو ورنہ اچھا نہیں ہوگا"۔

"کیوں ضد کر رہے ہو۔ تمہارے ہاتھ میں رائفل ہے۔ مقابلہ کرنا چاہتے ہو مجھ سے یا دھوکہ دے کر مارنے کی کیوں کوشش کر رہے ہو"۔

"عادل مجھے پہچان۔ ذلیل انسان تو نے میرا سب کچھ چھین لیا"۔

جواب میں عادل ہنس پڑا تھا۔ مجھے اس کی ہنسی پر غصہ آنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے"۔

"تم کتنا غصے ہو رہے ہو مجھ پر"۔

"کیا مجھے اس کا حق نہیں ہے"۔

"کیا کہہ سکتا ہوں"۔

"پتا نہیں، تیرے اندر تبدیلی کیوں پیدا ہو گئی"۔
"پتا نہیں"۔
"اب بھی مجھے میرے نام سے نہیں پکارے گا"۔
"نہیں۔ایسی کوئی بات نہیں ہے سفیان"۔
"تو پھر تو مجھ سے اتنے عرصے کے بعد ملتے ہوئے بھی یہ مذاق کر رہا تھا"۔

"شاید"...... اس نے افسردگی سے کہا اور میں اس پر غور کرنے لگا۔ عادل بجھا بجھا سا تھا۔ اس نے لباس بھی عجیب سا پہن رکھا تھا۔ اس کے پاس ہتھیار بھی موجود نہیں تھے۔ وہ پہلے کی نسبت کافی کمزور ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔
"عادل۔ میں نے بڑی مشکل سے تجھے تلاش کیا ہے۔ نجانے کہاں کہاں ڈھونڈتا پھرا ہوں میں تجھے اور تو مجھ سے ملا تو، تو نے ایسے انداز میں مجھ سے گفتگو کی"۔

"میری مجبوری"۔ عادل نے جواب دیا۔
"کیا مجبوری ہے تجھے۔ کیا دوستی کی راہ میں کوئی رکاوٹ آ گئی ہے اب"۔

"نہیں سفیان ایسی بات نہیں ہے"۔
"تو پھر......"

"بیٹھو یار۔ آؤ وہ جگہ بہت اچھی ہے۔ وہاں بیٹھ کر پرانی باتیں یاد آئیں گی"۔ اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ

عادل کے اندر وہ تپاک اور وہ جوش نہیں ہے جو ہونا چاہیئے تھا۔ بہرحال میں تھوڑا سا افسردگی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ عادل پر جو کچھ بیتی ہے اس نے اسے اس شکل میں پہنچا دیا ہے۔ ورنہ وہ ایسا انسان نہیں تھا۔ وہ تو میرے بغیر ایک لمحہ نہیں گزارتا تھا۔ ہم دونوں کی محبت کو مثالی محبت کہا جاتا تھا۔ عادل سامنے پتھر پر بیٹھ گیا اور میں نے اس سے کہا۔

"میں جانتا ہوں عادل، کہ تم بدترین حالات سے گزر رہے ہو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں عادل کہ وقت نے تم پر بہت برا اثر ڈالا ہے لیکن میرے دوست تنہا تم ہی تو نہیں ہو، میں بھی تمہارا ساتھی ہوں۔ ہم سب ہی زندگی کے اس عذاب سے گزر رہے ہیں۔ ہم اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے بے گھر اور بے در ہیں"۔ عادل نے اداس نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولا۔

"بہت عرصے کے بعد تمہاری واپسی ہوئی"۔

"ہاں"۔

"کہاں تھے"۔

"تم کیا سمجھتے ہو عادل، کیا میں اپنے وطن سے محبت نہیں رکھتا"۔

"کیوں نہیں"۔

"یاد ہے ہم دونوں کیا کھیل کھیلا کرتے تھے"۔

"ہم وطن کے سپاہی ہوا کرتے تھے اور پہاڑوں کے پتھر ہمارے دشمن۔ ہم پتھروں کو تاک تاک کر نشانہ بنایا کرتے تھے"۔

"یاد ہے تمہیں"۔

"ہاں"۔

"آج ہم اسی صورتحال سے دوچار ہیں"۔ میں نے کہا اور عادل افسردہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی تھی پھر میں نے کہا۔

"عادل، تم کیا کر رہے ہو"۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔

"شاید کچھ نہیں"۔

"خیر میں یہ بات نہیں مان سکتا۔ مجھے علم ہے کہ تم اور تمہارا پورا خاندان اپنا فرض پورا کرنے میں مصروف ہوگا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اس فرض سے آنکھ بند کر رکھی ہے تو یہ سمجھ لو کہ یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ وطن عزیز کے لئے جس قدر کوشش کر سکتا ہوں۔ میں بھی کر رہا ہوں"۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم کچھ نہیں کر رہے۔ تم نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا تھا"۔

"ہاں"۔

"میں یہ اس انداز میں کہہ رہا ہوں کہ ہم کچھ بھی تو نہ کر سکے۔ اب بھی ہمارے وطن پر دشمن کا قبضہ ہے۔ اگر فلسطین اس قبضے سے آزاد ہو جاتا تو ہم سمجھتے کہ ہم نے کچھ کیا ہے"۔

"انشاء اللہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا۔ جب دنیا بھر کے اخبارات

یہی خبر چھاپیں گے"۔ میں نے پراعتماد لہجے میں کہا اور عادل رحمن کے چہرے پر امید کی ایک لکیر روشن ہو گئی۔ اس نے بڑے خلوص سے آمین کہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"باقی لوگ کہاں ہیں"۔

"باقی لوگ"۔ وہ افسردگی سے بولا۔

"ہاں۔ یقینی طور پر وہ مصروف ہوں گے"۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر چونک کر بولا۔

"سفیان۔ اگر میں ایک بہت ہی اہم اطلاع تمہیں دوں تو کیا تم اس سلسلے میں کوئی کارروائی کر سکتے ہو"۔

"کس بارے میں......"

"یہی سارا مسئلہ جو ہمیں درپیش ہے"۔

"کیوں نہیں۔ مجھے بتاؤ"۔

"تمہیں علم ہے کہ دشمن مسلسل ہمارے خلاف تیاریوں میں مصروف رہتا ہے اور کسی بھی ایسے موقعے کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا جو دشمن کے لئے کارآمد ہو"۔

"ہاں"۔

"تو پھر سنو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ غور سے سنو۔ سفیان ان علاقوں میں ایک ایسی پوشیدہ جگہ بھی موجود ہے جہاں ابھی تک عام نگاہوں کی پہنچ نہیں ہوئی ہے۔ اس پوشیدہ جگہ میں حکومت اسرائیل نے ایک انتہائی پراسرار قسم کا میزائل اسٹیشن بنایا ہے اور اس میزائل

سیکشن پر دن رات کام ہو رہا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے اس کے بارے میں کچھ تفصیلات حاصل کی ہیں"۔

"کیا"۔ میں نے دلچسپی سے سوال کیا۔

"اس میزائل اسٹیشن میں ایسے میزائل تیار کئے جا رہے ہیں جن کی رینج بہت زیادہ ہے اور یہ میزائل خاص طور سے عربوں کے خلاف ایک عظیم سازش کے تحت تیار کئے جا رہے ہیں"۔

"کیا تمہیں اس سازش کی تفصیلات معلوم ہو سکیں"۔

"ہاں۔ تمہیں علم ہے کہ پچھلے دنوں آئرون اور ایروک کے درمیان بڑا تنازعہ چلا ہے اور اس کے نتیجے میں ان دونوں ملکوں کے درمیان ایک طویل جنگ بھی ہو چکی ہے"۔

"ہاں۔ بے شک"۔

"اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان دونوں ملکوں کے درمیان تمام تر غلط فہمیاں آج تک دور نہیں ہو سکیں"۔

"میں جانتا ہوں"۔

"یہ بھی جانتے ہو گے ایک ذرا سی چنگاری ان دونوں ملکوں کے رہنماؤں کو پھر سے بھڑکا سکتی ہے اور ایک اور بڑی جنگ کا آغاز ہو سکتا ہے"۔

"شاید"۔ میں نے جواب دیا۔

"اسرائیل انہی کوششوں میں مصروف ہے"۔

"کیا مطلب"۔ میں چونک کر بولا۔

"وہ منصوبہ، بڑی تفصیل سے میرے ہاتھ لگ گیا ہے۔ منصوبہ یہ ہے کہ ایروک کی طرف سے آئرون پر میزائل سے حملہ کیا جائے گا۔ اس کی گھنی آبادیوں پر، تاکہ شہری باشندوں کو نقصان ہو۔ فوجی معاملات تو چلتے رہتے ہیں اور اگر فوجیں فوجوں سے نبردآزما ہوں تو صورتحال بالکل مختلف ہوتی ہے۔ لیکن اگر آبادیوں پر حملہ کیا جائے تو تمہیں اس کا اندازہ ہے کہ بین الاقوامی ردعمل بھی کیا ہو سکتا ہے"۔

"میں جانتا ہوں"۔

"اسرائیل یہی کوشش کر رہا ہے"۔

"کیسے"۔ میں نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ میزائل اسٹیشن ایسے جغرافیائی پوائنٹ پر واقع ہے کہ اگر یہاں سے میزائل فائر کیا جائے تو آرام سے آئرون اور ایروک کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ یہ میزائل دونوں میں سے کسی ملک پر فائر کیا جائے اور اس کی آبادی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ظاہر ہے وہ ملک بھڑک اٹھے گا کیونکہ میزائل پر کچھ ایسے نشانات کندہ کئے جائیں گے جن سے یہ ظاہر ہو کہ اگر ایروک پر حملہ ہوا ہے تو میزائل آئرون سے فائر کیا گیا ہے اور اگر آئرون پر حملہ ہوا ہے تو ایروک سے۔ کیفیت یہ ہے کہ پہلے ایک ملک پر یہ میزائل فائر کیا جائے گا اور اس کے کچھ عرصے کے بعد اسی میزائل اسٹیشن سے مخالف ملک پر دو میزائل فائر کئے جائیں گے۔ دونوں تیز مزاج کے مالک ہیں۔ ایک ملک یہی سمجھے گا کہ اس کے ایک حملے کے بعد یہ دوہرا جوابی حملہ ہے اور اس کے بعد بھلا اس بات

کے کیا امکانات ہیں کہ دونوں کے درمیان ایک بھیانک جنگ پھر سے نہ شروع ہو جائے۔ ایسا ہو گا اور یقینی طور پر ہو گا کیا ہم یہ نہیں کر سکتے کہ اس میزائل اسٹیشن کو تباہ کرنے کی کوشش کریں"۔ میں حیران نگاہوں سے عادل رحمن کو دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ تب میں نے کہا۔

"عادل کیا وہ میزائل اسٹیشن انتاہی غیر محفوظ ہے کہ ہم اسے تباہ کر سکیں"۔

"ہرگز نہیں"۔

"تو پھر......"

"ہمیں اس کے لئے کوئی باقاعدہ منصوبہ تیار کرنا ہو گا"۔

"کیا کوئی منصوبہ تمہارے ذہن میں ہے"۔

"منصوبہ تو میرے ذہن میں ہے۔ لیکن میں اس سلسلے میں اپنے آپ کو بے بس پاتا ہوں"۔

"کیوں"۔

"میزائل اسٹیشن ایسے پرپیچ علاقے میں ہے کہ ہم وہاں تک کسی باقاعدہ ذریعے کے بغیر نہیں پہنچ سکتے"۔

"باقاعدہ ذریعے سے تمہاری کیا مراد ہے"۔

"باقاعدہ ذریعے سے میری مراد یہ ہے کہ کوئی خطرناک ہوائی حملہ تو وہاں کیا جا سکتا ہے یا پھر کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے ہم اس میزائل اسٹیشن کو اپنا نشانہ بنا سکیں۔ اگر ہم دو

افراد یا فرض کرو کوئی ایک ٹولی اسے تباہ کرنے کی کوششیں کرے تو شاید آسانی سے کامیابی حاصل نہ ہو سکے"۔

"میں جانتا ہوں۔ حکومت اسرائیل اس قدر بیوقوف نہیں ہے کہ اتنی آسانی سے ہم اس کے میزائل اسٹیشن پر قبضہ کر سکیں یا اسے تباہ کر سکیں"۔

"بالکل۔ میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا"۔

"ایسی خطرناک صورتحال میں تو ہمیں بڑے محتاط طریقے سے کام کرنا ہوگا"۔

"یقیناً"۔

"کیا یہ نہیں ہو سکتا مائی ڈیئر عادل، کہ اس علاقے کا کوئی نقشہ دستیاب ہو جائے اگر ہمیں ایک مفصل اور تفصیلی نقشہ فراہم ہو جاتا ہے تو ہم زیادہ موثر طریقے سے منصوبہ بندی کر سکتے ہیں"۔

"اس کا تفصیلی اور موثر نقشہ میں تمہیں پیش کر سکتا ہوں"۔ عادل نے کہا اور میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا واقعی......"

"ہاں بالکل"۔

"تب تو پھر تم مجھے، پہلی فرصت میں یہ نقشہ فراہم کر دو۔ اس کے بعد میں دیکھوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے"۔

"میں تمہیں یہ نقشہ فراہم کئے دیتا ہوں"۔ اس نے کہا اور اس کے بعد وہ مجھے ساتھ لے کر ایک غار کی جانب چل پڑا۔ آبشار کے عقب

میں ایک چھوٹا سا غار کا دہانہ نظر آیا۔ جس میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ وہ دہانہ باہر سے بے شک چھوٹا ہے لیکن اندر سے بہت کشادہ ہے۔ غار کی ایک دیوار کے پاس پتھر کی ایک سل کے عقب سے اس نے کچھ کاغذات نکالے اور ہم دونوں باہر نکل آئے کیونکہ غار میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پھر میں نے اس نقشے کو دیکھا۔ عادل رحمن مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے سمجھانے لگا اور بہت دیر تک ہم دونوں اس جگہ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ نتیجے میں اس جگہ کی مکمل تفصیل میرے علم میں آ گئی اور اس نے بڑے خلوص سے وہ نقشہ مجھے پیش کر دیا۔ پھر کہنے لگا۔

" اب تمہیں اس سلسلے میں اپنی تمام تر کاوشیں کرنا ہوں گی اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے اس منصوبے کو ناکام بنانے کے لئے مزید کاوش کرو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ اگر ان دونوں طاقتور ملکوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو عالم اسلام پر اس کے کیا نتائج مرتب ہوں گے۔ اسرائیل کو مضبوط حیثیت حاصل ہو جائے گی اور وہ مسلمان پھر سالہا سال پیچھے چلے جائیں گے۔ اس منصوبے کو ناکام بنانا ہے۔ سفیان میرے دوست اور میری دوستی کا قرض تم اسی طرح ادا کرو"۔

" تم بالکل فکر نہ کرو"۔

" تو پھر جاؤ۔ نیک کاموں میں دیر نہیں کرنی چاہیئے"۔

" تم ......"

" تم جانتے ہو میں انہی علاقوں میں رہنا چاہتا ہوں اور یہیں رہوں

گا"۔

"میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا"۔ میں نے کہا اور پھر اس کے بعد رسمی کلمات ہوئے اور میں وہاں سے چل پڑا لیکن میرے لئے یہ خبر انتہائی تکلیف دہ اور روح فرسا ہے کہ میزائل فائر ہو چکا ہے اور آئرون کی آبادی کے سینکڑوں افراد اس کا شکار ہوئے ہیں۔ میں بہت افسردہ ہوں۔ میں نے دل میں یہی فیصلہ کیا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے گا حکومت آئرون کو اس سازش سے آگاہ کروں گا۔ خدا مجھے کامیاب کرے۔ تاریخوں کے ساتھ یہ تفصیل لکھی ہوئی تھی اور عمران کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ کاغذات جن پر نقشہ بنایا گیا تھا عمران کے پاس موجود تھے اور اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔ یہ صورتحال تو بے حد خوفناک ہے واقعی سفیان۔ پھر عمران کے ذہن میں سفیان کا تصور گردش کرنے لگا۔ بے چارہ سفیان، وہ بھی اپنا مشن پورا نہیں کر سکا۔ لیکن، لیکن اور اچانک ہی عمران کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

جمشید صمدانی بہرطور عمران سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اس کی شخصیت میں جمشید صمدانی کو ایک عجیب و غریب انسان نظر آیا تھا۔ بہرحال بریگیڈیئر اور کرنل وغیرہ سے ملاقات کرا کے وہ اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ اب عمران کی طرف سے اسے پیغام موصول ہو۔ پھر اسے اپنے مخصوص نمبروں پر ایک ٹیلی فون موصول ہوا۔ رسیور اٹھا کر اس نے کان سے لگایا اور بولا۔

"ہیلو"۔

"پاکیشیا سے آنے والا آپ سے مخاطب ہے، مسٹر جمشید"۔

"اوہو عمران صاحب آپ۔ میں تو آپ کی طرف سے کسی رابطے کا منتظر تھا"۔

"میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں"۔

"جہاں بھی حکم ہو میں حاضر ہو جاؤں"۔

"میرا خیال ہے یہاں میرے ہوٹل میں یہ تفصیلی ملاقات ممکن

نہیں ہے"۔

"تو پھر آپ زحمت کیجئے گا"۔

"مجھے وقت اور جگہ بتایئے"۔ جمشید صمدانی نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا، اس کے بعد کہنے لگا۔

"آپ کو ایوان صدف میں آنا ہو گا"۔

"یہ کون سی جگہ ہے"۔

"ایک عمارت ہے جو میری تحویل میں رہتی ہے۔ میں آپ کو اس کے بارے میں تفصیل بتائے دیتا ہوں"۔

"جی بتایئے"۔ عمران نے کہا اور جمشید صمدانی اسے ایوان صدف کی تفصیل بتانے لگا۔

"وقت......"

"اگر رات کو آٹھ بجے......"

"بہت مناسب رہے گا"۔ جمشید صمدانی نے کہا۔ سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد وہ بہت دیر تک عمران کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ بہر طور اپنے وطن کے بہترین مخلص اور وفاداروں میں سے تھا اور اس کے محب وطن ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وطن عزیز کے لئے اس نے بہترین کارنامے انجام دیئے تھے اور اس کا نام بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے لئے بھی اتنا ہی تکلیف دہ تھا۔ جتنا دوسروں کے لئے اور وہ اپنے وطن کے شہریوں کی اس موت پر اتنے ہی شدید جذبات رکھتا تھا۔ جتنا دوسرے حکام۔ عمران کی شخصیت

سے اسے بہت عقیدت ہو گئی تھی اور اس نے اپنے طور پر بھی سوچا تھا کہ نوجوانی کی اس عمر میں اس قدر شاندار کارکردگی کا مالک یہ شخص قابل قدر ہے۔ ذاتی طور پر وہ عمران کی دل سے عزت کرنے لگا تھا۔ ایوان صدف اس کی اپنی ملکیت تھا۔ لیکن اس نے اپنے خفیہ کاموں کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ بالآخر وقت مقررہ پر وہ ایوان صدف پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسے عمران کے استقبال کی تیاریاں بھی کرنا تھیں چنانچہ وہ ضروری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اس وقت تقریباً ساڑھے سات بجے ہوں گے جب دروازے کی بیل بجی۔ یہاں اس نے کسی ملازم وغیرہ کو نہیں رکھا تھا۔ وہ خود ہی دروازہ کھولنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ ایک معزز مہمان کے استقبال کی تیاریاں کرنا تھیں اسے اور اس کے لئے کوئی اور مسئلہ درپیش نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے اطمینان سے دروازہ کھولا تھا۔ لیکن اس کے فوراً ہی بعد سیاہ رنگ کے ایک پستول کی نال اس کی پیشانی سے آکر ٹک گئی تھی اور جمشید صمدانی حیران رہ گیا تھا۔ وہ تقریباً آٹھ افراد تھے جن میں ایک انتہائی خطرناک نظر آتا تھا۔ انہوں نے اسے پیچھے دھکیلا۔ پھر وہ اسے دھکیلتے ہوئے اندر لے گئے تھے۔ جمشید صمدانی بڑی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ نجانے یہ خونخوار لوگ کون ہیں۔ ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچنے کے بعد انہوں نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ وہ لمبے قد کا آدمی جس کا چہرہ بے حد بھیانک تھا۔ جمشید صمدانی کو گھورتا ہوا بولا۔

" مسٹر جمشید صمدانی "۔ جمشید صمدانی نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس شخص نے کہا۔

" اس کے ہاتھ اور پاؤں مضبوطی سے کس کر باندھ دو اور اسے اس کرسی پر بٹھا دو "۔ تھوڑی ہی دیر میں جمشید صمدانی کو کرسی سے کس دیا گیا تھا۔

" مسٹر جمشید صمدانی بڑی خوشی ہو رہی ہے آپ سے مل کر۔ بڑی زبردست جدوجہد کر رہے ہیں آپ۔ لیکن براہ کرم ہمیں اس شخص کے بارے میں بتائیے وہ کون ہے "۔

" کس کی بات کر رہے ہو. تم "...... جمشید صمدانی نے کسی قدر پریشان لہجے میں پوچھا اور وہ شخص مسکرانے لگا پھر بولا۔

" میرا نام شگی ہے اور یہ نام یقیناً آپ کے کانوں سے اوجھل نہ ہوا ہوگا "۔ جمشید صمدانی کا بدن کانپ کر رہ گیا۔ شگی اسرائیلی سیکرٹ سروس کا ایک خطرناک رکن تھا اور اس کے بارے میں جمشید صمدانی کے پاس خاصی معلومات موجود تھیں یہ درندوں سے زیادہ سفاک تھا اور انسانی زندگی کی اس کی نگاہ میں کوئی قیمت نہیں تھی۔ شگی مسکرا کر بولا۔

" آپ کے چہرے کا تاثر بتاتا ہے کہ آپ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں مسٹر جمشید صمدانی۔ اس وقت میرا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے صرف چند باتیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں "۔

" کیا "۔

" پاکیشیا سے آنے والا کون ہے "۔

" میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا "۔

" دیکھئے، بات صرف ستھری اور آسان ہونی چاہیئے۔ آپ کی رہائش گاہ کا ٹیلی فون ہم نے ٹیپ کر لیا ہے۔ پاکیشیا سے آنے والے کے لئے آٹھ بجے ایوان صدف کا وقت مقرر کیا گیا ہے اور میرا خیال ہے اب اس کے یہاں پہنچنے میں صرف چوبیس منٹ باقی ہیں۔ لیکن ان چوبیس منٹوں میں ہمیں اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دیجئے، ورنہ کیا فائدہ۔ اسے یہاں آپ کی لاش ملے۔ ویسے آپ دونوں کی لاشوں کو تو ہمیں اپنے ساتھ لے جانا ہی ہے "۔

" مسٹر شگیک، آپ کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی "۔

" آپ کو مزید تفصیلات بتانا چاہتا ہوں میں، مسٹر جمشید صمدانی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ تفصیلات آپ کے ساتھ ہی آپ کی قبر میں چلی جائیں گی۔ اصل میں وہ شخص بے حد خطرناک ہے۔ دشت سنبل میں اس نے ہمارے تین ایسے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے جو ہمارے محکمہ کی ناک تھے۔ ہم ان کی موت کو کبھی نہیں بھول سکیں گے۔ اس نے نہ صرف یہ کیا ہے بلکہ ایک ایسا اہم اور قیمتی راز اس کے پاس موجود ہے جو ہمیں درکار ہے "۔

" تم لوگ فضول باتیں کر رہے ہو۔ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا "۔

" اپنے آپ کو جانتے ہیں آپ "۔

" میں تمہاری کسی فضول بات کا جواب نہیں دوں گا۔ اگر تم اپنے آپ کو بہت سفاک سمجھتے ہو مسٹر شیگ۔ تو ٹھیک ہے میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ مجھ پر اپنی قوت آزماؤ، تم میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو گے تو میں زبان نہیں کھولوں گا"۔

" نہیں مجھے ٹکڑوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو کام چاہتا ہوں۔ ٹھیک ہے آپ کے مہمان کے آنے تک تو میں آپ کو زندگی کی ضمانت دیتا ہوں۔ کیونکہ آپ کے سامنے وہ ذرا زیادہ تفصیل سے سب کچھ بتا دے گا"۔ جمشید صمدانی کے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑنے لگیں۔ اسے اپنے سے زیادہ عمران کا خیال تھا۔ کیونکہ عمران بہرحال اس پر اعتماد کر کے آئے گا۔ جمشید صمدانی نے کہا۔

" دیکھئے مسٹر شیگ۔ اگر کوئی ایسی ہی اہم بات ہے تو میں آپ سے ہر طرح کا سودا کر سکتا ہوں"۔

" اب نہیں۔ اب تو میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور میں اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتا۔ تم جاؤ دروازے پر رکو۔ کوئی معزز مہمان آئے تو اسے احترام کے ساتھ اندر لے آنا"۔ اس نے کہا اور ایک آدمی باہر نکل گیا۔ جمشید صمدانی نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کا ذہن کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ یہ کافی افراد تھے اور بظاہر بے حد خطرناک معلوم ہوتے تھے۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا۔ ایک بار پھر بیل بجی تھی اور جمشید صمدانی کے ہوش و حواس رخصت ہو گئے۔ اس نے چیخ کر کچھ کہنا چاہا لیکن وہ لوگ بھی مستعد تھے انہوں نے

جمشید صمدانی کا منہ زور سے بھینچ دیا۔ غالباً کوئی ایسی چیز انہیں نظر نہیں آسکی تھی جس سے وہ جمشید صمدانی کا منہ بند کر دیتے۔ پھر کچھ وقت یونہی گزر گیا اور اس کے بعد جمشید صمدانی نے عمران کو دیکھا جو اس شخص کے ساتھ دروازے تک پہنچا تھا۔ اس شخص نے اندر اشارہ کر کے کہا۔

"تشریف لایئے جناب، مسٹر صمدانی آپ کے منتظر ہیں"۔ آنے والا جو عمران کے سوا اور کوئی نہیں تھا اندر داخل ہو گیا۔ اس شخص نے دروازہ بند کر دیا تھا اور پھر اچانک ہی عمران کی نگاہ جمشید صمدانی پر پڑی تھی اور وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک کر رہ گیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ پرجوش لہجے میں بولا۔

"آہا۔ مسٹر جمشید صمدانی آپ کیا یوگا کی مشق کر رہے ہیں۔ اس طرح بندھے بیٹھے ہوئے ہیں اور اس چھوٹی سی عمارت میں آپ نے اتنے سارے ملازم رکھ چھوڑے ہیں"۔ جمشید صمدانی نے بے بس نگاہوں سے اسے دیکھا۔ منہ سے کچھ کہنا اب بے مقصد ہی تھا۔

"جناب عالیٰ! آپ کا نام عمران ہے"۔ اس شخص نے جس کے ہاتھ میں پستول تھا عمران کی طرف رخ کر کے پوچھا۔

"علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی آکسفورڈ یونیورسٹی"۔

"یہ ڈگریاں بھی آپ کے نام کا حصہ ہیں"۔ شگیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ ایسی ہی بات ہے، ویسے اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو

آپ مسٹر شگیک ہیں"۔ عمران نے کہا اور شگیک کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جمشید صمدانی متعجب رہ گیا تھا۔

"خوب پہچانا ہے آپ نے۔ بتا سکتے ہیں میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا"۔

" آپ معمولی شخصیت کے مالک تو نہیں ہیں۔ آپ نے تو فلسطینیوں کے پورے کیمپ کو اڑا دیا تھا۔ اس وقت آپ کی تصاویر بیروت کے اخبارات میں بھی چھپی تھیں"۔ شگیک نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

" بس اتنا ہی معلوم ہے آپ کو میرے بارے میں۔ میں تقریباً ڈھائی ہزار فلسطینیوں کا قاتل ہوں"۔

" بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر"۔ عمران اچانک اس کی جانب دوڑ پڑا۔ اس نے اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے آگے بڑھایا ہوا تھا۔ شگیک ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا۔ عمران نے کہا۔

" ہاتھ ملایئے مجھ سے مسٹر شگیک۔ درحقیقت آپ میرے بارے میں نہیں جانتے۔ ارے یہ لوگ جن کا تعلق آئرون سے ہے ان کے بارے میں آپ کو کیا بتاؤں۔ میرے دل میں ان کے لئے کس قدر بغض ہے۔ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے آپ مجھ سے دوستی کر لیجئے۔ میں تو آپ کے پرستاروں میں سے ہوں"۔ عمران نے زبردستی شگیک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور پرجوش انداز میں اسے جھٹکا۔ لیکن شگیک سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہو جائے گا۔ اچانک عمران کے ہاتھ کی

گرفت شگی کے ہاتھ پر مضبوط ہوئی اور پھر اس نے اس قوت کے ساتھ شگی کو دھکیل کر پستول والے پر مارا کہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے زمین پر آپڑے۔ لیکن عمران نے اسی پر بس نہیں کیا تھا جیسے ہی وہ دونوں گرے عمران نے خود بھی ان پر چھلانگ لگادی۔ وہ پستول تو نہیں اٹھا سکا تھا کیونکہ دوسرے اس پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن پستول کو اس نے ٹھوکر سے بہت دور پھینک دیا۔ ہال کافی بڑا تھا۔ پستول ایک بڑی الماری کے نیچے چلا گیا۔ جس کے نیچے گہرا خلا تھا۔ ان لوگوں کو اس بات پر حیرت تھی کہ اس نے شگی جیسے آدمی کو اس طرح زیر کر لیا تھا۔ بہرحال وہ لوگ عمران پر ٹوٹ پڑے تھے۔ یہ الگ بات تھی کہ جب عمران شگی اور اس کے ساتھی پر جھپٹا تھا تو وہ سب ہی اسے پر پل پڑے تھے۔ عمران تو ان کے نیچے سے نکل گیا تھا لیکن دوسرے لوگ شگی اور اس کے ساتھی پر آپڑے تھے۔ شگی کے منہ سے موٹی موٹی گالیاں نکلنے لگیں۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کی تعداد کافی تھی اس لئے عمران ان سے پھرتی سے نمٹ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے انتظار نہیں کیا بلکہ دو افراد جو حیرت سے ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے اس کی گرفت میں آگئے۔ عمران نے ان کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور دوڑتا چلا گیا۔ پھر اس نے انہیں دیوار سے ٹکرایا اور جیسے ہی دیوار سے ٹکرا کر وہ لوگ کسی قدر مضمحل ہوئے عمران کے خوفناک گھونسوں نے ان کی کنپٹیاں سہلادی تھیں۔ لیکن باقی لوگ سنبھل کر عمران پر پھر دوڑ پڑے تھے۔ وہ دونوں تو زمین پر لمبے دراز ہو

گئے لیکن عمران سہمے ہوئے انداز میں دیوار سے چپک گیا۔ دو ہی آدمی اس تک پہنچے تھے اور انہوں نے عمران کو پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے ان دونوں کے گریبان پکڑے اور پوری قوت سے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ دونوں بھی دیوار سے ٹکرانے سے خود کو نہیں بچا سکے تھے اور ان کے سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرائے تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیل گیا تھا اور عمران، وہ تو پھرتی سے چھلانگیں لگاتا ہوا خود بقیہ افراد تک جا رہا تھا۔ جمشید صمدانی پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کی یہ کوششیں دیکھ رہا تھا۔ عمران نے فضا میں اچھل کر ایک لات ان میں سے ایک کے حلق پر ماری اور اس کے منہ سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ پھر باقی تین افراد سے بھی وہ نمٹنے لگا۔ اس وقت وہ بجلی بنا ہوا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں کے پاس کیا کیا ہتھیار موجود ہیں۔ لیکن بہرحال ان ہتھیاروں کے استعمال کا ہوش آنے سے پہلے وہ ان لوگوں سے نمٹ لینا چاہتا تھا اور اس کا جو بھی ہاتھ ان پر پڑ رہا تھا۔ جچا تلا پڑ رہا تھا۔ آخری آدمی شیگ رہ گیا تھا جو مارشل آرٹس کا ماہر تھا اور پوزیشن لے کر عمران کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے کئی بار اپنے ان لڑھکے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا تھا جو اٹھنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ عمران نے انہیں توڑ مروڑ کر رکھ دیا تھا۔ کسی کے گھٹنے سہلائے تھے اس نے تو وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔ کسی کے بازو ناکارہ کر دیئے تھے۔ شیگ آخری آدمی تھا جس نے حلق سے کئی

دھاڑیں نکال کر عمران پر لاتیں چلائیں۔ عمران پیچھے ہٹتا چلا گیا اور پھر اس نے ایک ایسا عمل کیا کہ جمشید صمدانی کے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔ شگی نے اپنی لمبی ٹانگ عمران کی ٹھوڑی پر مارنے کی کوشش کی تھی۔ عمران نے ایک ہاتھ سے اس کی یہ ٹانگ پکڑی اور اس کے بعد اس کے جوتے کی ٹھوکر شگی کے پیٹ کے نچلے حصے پر پڑی اور شگی کے حلق سے ایک ایسی چیخ نکلی کہ پورا کمرہ گونج اٹھا۔ عمران نے اس کی ٹانگ چھوڑ دی۔ شگی کرب کے عالم میں پورے کمرے میں اچھلتا پھر رہا تھا اور عمران مسخری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اچانک ہی اچھل کر شگی کی گردن پر ایک لات ماری اور شگی اندھے منہ زمین پر آگرا۔ عمران نے اسے آسودہ نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد دروازے کی طرف رخ کر کے بولا۔

"اور کوئی ہے تو اندر آجاؤ۔ تمہارے ساتھی تمہیں پکار رہے ہیں"۔

"اور کوئی نہیں ہے ڈیئر عمران"۔ جمشید صمدانی کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"ارے بس یہی تھے"۔ عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا پھر چونک کر بولا۔

"لیکن آپ یوگا کی مشق ختم کر رہے ہیں یا نہیں"۔

"عمران مجھے کھول دو پلیز"۔ جمشید صمدانی نے کہا۔

"کک۔ کیا مطلب۔ آپ اپنی مرضی سے یہاں نہیں بیٹھے"۔

"نہیں"۔ جمشید صمدانی بے اختیار بول اٹھا اور پھر خود ہی جھینپے

ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ عمران نے اس کی بندشیں کھولیں پھر بولا
" اب آپ کا فرض ہے جناب جمشید صمدانی صاحب کہ آپ ان لوگوں کو مضبوطی سے کس دیں۔ میں بھی آپ کی مدد کرتا ہوں۔ اس کے بعد اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ ویسے کیا استقبالیہ کمیٹی کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہو گئی تھی"۔

"سوری عمران، ویری سوری"۔

" یعنی کیا مطلب۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ان زیادہ افراد پر۔ آپ چاہتے تو پوری فوج بلوالیتے"۔ جمشید صمدانی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد ان سب کو کس لیا گیا تھا۔ عمران نے انہیں چیک کیا پھر بولا۔

"اب سب ٹھیک ہے۔ ویسے کیا یہ آٹھ ہی تھے"۔

"ہاں"۔

" معلومات کیسے حاصل ہو گئیں انہیں ہماری اس ملاقات کے بارے میں"۔

"میرا ٹیلی فون ٹیپ کر لیا گیا تھا"۔

" اس دوران آپ کو بہت محتاط رہنا ہو گا صمدانی صاحب۔ کیونکہ بہرحال یہ لوگ بھی ہم سے غافل نہیں ہوں گے"۔

" کیا آپ نے ان کے تین آدمیوں کو قتل کر دیا ہے"۔ جمشید صمدانی نے سوال کیا لیکن عمران نے کوئی جواب نہیں دیا پھر وہ بولا۔

"میرا خیال ہے اب آپ مطمئن ہوں گے۔ویسے اس عمارت میں کوئی اور شخص تو نہیں تھا"۔

"نہیں۔ یہ عمارت میرے خفیہ استعمال میں رہتی ہے۔یہاں کوئی اور کبھی نہیں ہوتا"۔

"یہ اچھی بات ہے۔ہاں تو صمدانی صاحب کیا ہم یہاں بیٹھ کر آرام سے گفتگو کر سکتے ہیں"۔

"میں سخت اعصابی دباؤ کا شکار ہوں عمران صاحب"۔

"اپنے آپ کو سنبھالئے"۔

"ان لوگوں کے لئے کیا خیال ہے"۔

"ابھی تو یہ بے ہوش ہیں اور میرا خیال ہے خاصی دیر میں ہوش میں آئیں گے۔اگر ہوسکے تو اس الماری کے نیچے سے ان کا پستول نکال لیجئے۔ ارے ہاں، ہم ان کی تلاشی لینا تو بھول ہی گئے۔ پھر اس کے بعد پانچ آدمیوں کے پاس سے پستول برآمد ہوئے تھے۔باقی افراد خطرناک قسم کے خنجروں وغیرہ سے مسلح تھے۔ یہ تمام چیزیں ان لوگوں سے حاصل کر لی گئیں اور جمشید صمدانی نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا۔ ویسے وہ شاید اعصابی طور پر ابھی تک درست نہیں ہوا تھا۔ پھر انہیں غیر مسلح کر کے جمشید صمدانی تشویش زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ عمران بھی کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کچھ دیر کے بعد جمشید صمدانی نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ان کی طرف سے مزید محتاط ہو جانا چاہیئے"۔

"وہ کیسے"۔ عمران نے سوال کیا۔

"انہیں اور مضبوطی سے کس کر ان کے منہ بھی باندھ دیئے جائیں تاکہ یہ ایک دوسرے سے کوئی گفتگو نہ کر سکیں"۔

"بالکل"۔ عمران نے جمشید صمدانی سے اتفاق کر لیا تھا۔ کافی دیر تک یہ لوگ اس کام میں مصروف رہے۔ پھر اس کے بعد جمشید صمدانی فارغ ہو کر بولا۔

"اگر آپ کہیں تو میں کچھ لوگوں کو یہاں طلب کر لوں"۔

"کیوں"۔

"ان لوگوں کی نگرانی کے لئے"۔

"کیا ایسے کچھ لوگ ہیں جو یہاں آسکیں"۔ عمران نے سوال کیا اور جمشید صمدانی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"یہ عمارت منظر عام پر آجائے گی"۔

"تو پھر آپ رہنے دیجئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر آیئے دوسرے کمرے میں چل کر بیٹھتے ہیں"۔ جمشید صمدانی نے کہا۔ کمرے کے دروازے کو باہر سے مضبوطی سے بند کر دیا گیا۔ ویسے عمران یہ جائزہ بھی لے چکا تھا کہ اگر یہ لوگ کوئی کوشش کریں تو یہاں سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ عمران جمشید صمدانی کے ساتھ باہر نکلا اور پھر وہ دونوں دوسرے کمرے میں پہنچ گئے۔ جمشید صمدانی خاصا مضمحل نظر آرہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ عمران کے سامنے خاموشی سے بیٹھا رہا پھر اس نے کہا۔

"میں معافی چاہتا ہوں عمران صاحب۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں بہت مسرور بھی ہوں"۔

"آپ کے ان دونوں جملوں کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا"۔ عمران نے جواب دیا۔

" میں نے آپ کو یہاں طلب کیا۔ لیکن اس کے بعد آپ کی حفاظت نہیں کر سکا"۔

" یہ لوگ کس انداز میں یہاں آئے تھے"۔ عمران نے سوال کیا۔

" بس اچانک ہی۔ میں خود حیران تھا۔ انہوں نے بیل بجائی اور اس کے بعد اندر آگئے۔ میں اس حیرانی کا شکار تھا کہ آپ وقت سے پہلے کیسے آگئے۔ لیکن وہ یہ لوگ تھے۔ البتہ آپ نے جو کچھ کیا وہ میرے لئے ناقابل یقین ہے۔ لیکن آپ یقین کیجئے آپ کی شخصیت سے میں نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ عمران صاحب، دل تو بہت چاہتا ہے یہ پوچھنے کے لئے کہ آپ کا اپنے ملک میں کیا عہدہ ہے اور اتنا میں جانتا ہوں کہ پاکیشیا نے بے مقصد ہی ایک شخص کو یہاں نہیں بھیج دیا ہوگا۔ کچھ لوگوں کو یہ خیال تھا کہ شاید پاکیشیا نے صرف اپنے سر سے بلا ٹالی ہے اور اس مسئلے کو پس پشت ڈالنا چاہتے ہیں لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ایسی بات نہیں ہے"۔

" خیر۔ یہ غیر متعلق باتیں ہیں اور ان کا ہمارے اس مقصد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل میں اب آپ کو مصروف عمل ہونا پڑے گا"۔

" کیسے "...... جمشید صمدانی نے سوال کیا اور پھر عمران نے وہ ڈائری نکال کر جمشید صمدانی کے حوالے کر دی، پھر بولا۔

" ایک انتہائی اہم ذمہ داری میں آپ کے سپرد کر رہا ہوں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں اگر چاہتا تو اپنے ملک کو بھی اس بارے میں اطلاع دے سکتا تھا اور وہاں سے مشورہ طلب کر سکتا تھا کہ ایسی صورتحال میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ لیکن جمشید صمدانی صاحب، میں اس سلسلے میں آپ پر بھروسہ کر رہا ہوں۔ براہ کرم اسے دیکھیئے "۔ جمشید صمدانی یہ ڈائری دیکھنے لگ اور پھر عمران اس وقت تک انتظار کرتا رہا جب تک جمشید صمدانی نے ڈائری پڑھ نہ لی اور اس کے بعد وہ نقشے دیکھنے لگا۔ نقشے دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو دیکھا اور بولا۔

" اوہ میرے خدا۔ یہ تو تمام صورتحال واضح ہو گئی ہے "۔

" جی اصل میں، آپ لوگوں کے ذہن سے میں یہ خیال نکالنا چاہتا تھا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ ایروک کی طرف سے ہوا ہے۔ اس بات سے تو صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ ایروک اس کام میں ملوث نہیں ہے "۔

" اب تو یہ سو فیصدی ظاہر ہو گیا ہے اور یہ بات بھی انتہائی خوفناک ہے کہ ایسے کسی علاقے میں انہوں نے اپنا میزائل اسٹیشن بنایا ہے۔ میں تو شدت حیرت سے گنگ رہ گیا ہوں "۔ عمران مسکرانے لگا پھر بولا۔

" اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اعلیٰ حکام کو اس بارے میں

مطمئن کر دیں۔ اس کے علاوہ مسٹر جمشید صمدانی ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ ہمارا آگے کا کام کیا ہوگا"۔

"لیکن یہ شخص سفیان عزیزی"۔

" آہ۔ بے چارا مارا جا چکا ہے"۔ عمران نے مختصر الفاظ میں جمشید صمدانی کو ساری تفصیل بتائی۔

" اوہ میرے خدا۔ وہ تین افراد کون تھے جن کے قتل کا شگیِ تذکرہ کر رہا تھا"۔

" وہ ان کے آدمی تھے اور میرے ہاتھوں مارے گئے۔ لیکن سفیان عزیزی کو انہوں نے جس سفاکی سے قتل کیا ہے میرے دل میں اس کا انتقام باقی ہے اور ابھی مجھے اور بھی بہت کچھ کرنا ہے"۔

"عمران صاحب۔ میں لمحہ لمحہ آپ کے ساتھ ہوں"۔

"آپ کو میرا ساتھ دینا پڑے گا جمشید صمدانی صاحب۔ کیونکہ اس وقت اتفاق ہے کہ میں آپ کے ملک میں واقعی بالکل تنہا آیا ہوں۔ میں چاہوں تو اپنے ساتھیوں کو طلب کر سکتا ہوں یہاں۔ لیکن جمشید صمدانی صاحب، میں اس کام کو اتنی طوالت نہیں دینا چاہتا"۔

" میں آپ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں اس بارے میں، اب مجھے بتایئے کہ مجھے کیا کرنا ہے"۔

"آپ اعلیٰ حکام کو یہ تمام تفصیلی رپورٹ پیش کر دیجئے گا اور اس کے ساتھ ہی سب سے پہلے اس کا انتظام کرلیجئے کہ ایروک کے ساتھ آئرون کی غلط فہمی آگے نہیں بڑھنی چاہیئے۔ اس کے بعد میں آپ سے کچھ

اور درخواست کروں گا اور اس کے لئے آپ کو میری مدد کرنا ہوگی۔ البتہ ایک بات میں آپ کو ذہن نشین کرا دینا چاہتا ہوں"۔

"کیا......"

"چونکہ اس سلسلے میں مجھے کارروائی کا اختیار دیا گیا ہے اس لئے میں مکمل اعتماد چاہتا ہوں"۔

"مطلب......"

"مطلب یہ کہ میں جو بھی کام کر رہا ہوں اس میں کوئی دخل اندازی کی گئی تو مجبوراً مجھے یہاں سے واپس چلے جانا ہوگا"۔

"میں سمجھتا ہوں۔ ایسا نہیں کیا جائے گا کیونکہ بریگیڈیئر ہشام اور دوسرے لوگوں نے آپ کے بارے میں اطمینان بخش رپورٹ پیش کر دی ہے اور آپ پر مکمل بھروسہ کر لیا گیا ہے"۔

"حالانکہ میں یہ جانتا ہوں کہ یہ اعتماد قائم کرنے کے لئے مجھے کتنی مشکل سے گزرنا پڑا ہے۔ وہ کرنا پڑا ہے مجھے جو میری فطرت کے خلاف تھا۔ اگر میرا امتحان لیا جانا مقصود تھا تو میرے لئے یہی بہتر تھا کہ میں پاکیشیا واپس چلا جاتا"۔

"اس کے لئے آپ سے معذرت کر لی گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اسی بہتر محبت کا ثبوت دیں گے جو آپ نے آج تک قائم رکھی ہوئی ہے"۔

"میں اسی بنیاد پر یہ بات آپ سے عرض کر رہا ہوں"۔

"ٹھیک ہے"۔ اس کے بعد عمران کافی دیر تک جمشید صمدانی کو

سمجھاتا رہا تھا کہ اب ہمیں آئندہ کیا کرنا ہے اور جمشید صمدانی یہ تمام باتیں ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔

"اب جمشید صمدانی صاحب، جب میرے اور آپ کے درمیان یہ گفتگو مکمل ہو گئی ہے تو میں آپ سے اس بات کا خواہشمند ہوں کہ آپ میرے لئے ایک بڑی ویگن منگوا دیجئے"۔

"ویگن......"

"ہاں"۔

"یہ کام ہو جائے گا لیکن براہ کرم کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گے کہ اس وقت یہ ویگن آپ کو کیوں درکار ہے"۔

"یوں سمجھ لیجئے یہ میرا بالکل ذاتی معاملہ ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ اب اس کے لئے میں ایک کام کرتا ہوں اپنے ذاتی ڈرائیور سے کہتا ہوں کہ وہ میرے گھر میں کھڑی ہوئی ایک ویگن لے آئے"۔

"ویگن کے نمبر پلیٹ بدلوا دیجئے"۔

"ہو جائے گا یہ کام"۔ جمشید صمدانی نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"بس تو فی الحال آپ یہ کیجئے۔ اس کے بعد میں آپ سے رابطہ قائم کر کے آپ کو بتاؤں گا کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے"۔

"اوکے میں ٹیلیفون کر لوں"۔ جمشید صمدانی نے کہا اور پھر فون اٹھا کر اپنے پاس رکھا اور رسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چند لمحات کے بعد اس نے ڈرائیور کو تفصیل سے ہدایات دے دی تھیں۔

عمران نے اس سے کچھ چیزوں کی فرمائشیں بھی کی تھیں۔ جسے
جمشید صمدانی نے پورا کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ تفصیلی
گفتگو کرتے رہے۔ جمشید صمدانی عمران کی شخصیت سے بہت زیادہ
متاثر ہو گیا تھا۔ بہت عرصے کے بعد عمران کو سیکرٹ سروس کی پوری
ٹیم سے دور رہ کر کام کرنا پڑا تھا۔ فطرت میں بے شک بے چینی اور
شوخی تھی لیکن صورتحال اس قدر سنگین تھی کہ اس وقت عمران کی
شخصیت ہی بدلی ہوئی تھی اور کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک
کھلنڈرا اور لاابالی نوجوان ہے۔ جس کی زبان رکتی ہی نہیں۔ بہرحال
اس کی شخصیت کا ایک پہلو تو کم از کم کچھ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے
تھا۔ یعنی ایکسٹو کی حیثیت سے وہ بالکل ہی سنجیدہ اور دوسرا کردار بن
جاتا تھا۔ ویگن آ گئی، ڈرائیور قابل اعتماد تھا۔ چنانچہ عمران کی فرمائش
پر ان آٹھوں کو اسی انداز میں وہاں سے ویگن میں منتقل کر دیا گیا۔
عمران نے جمشید صمدانی کو ساری باتیں بتا دی تھیں۔ سوائے اس
ایک بات کے کہ وہ ان بے ہوش انسانوں کو کہاں لے جا رہا ہے۔
بہرحال جمشید صمدانی نے اس سلسلے میں بہت زیادہ کرید بھی نہیں کی
تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ویگن اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

دشت سنبل کی ویرانیاں اپنے شباب پر تھیں۔ تاحد نظر اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ وہ آٹھوں افراد ہوش میں آ گئے تھے جن میں وہ خطرناک آدمی شگیک بھی شامل تھا۔ انہوں نے ہوش میں آنے کے بعد قرب و جوار کی اس ویرانی کو محسوس کیا تھا اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ بدن کے نیچے کھردری زمین تھی، پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے قرب و جوار میں بکھرے ہوئے تھے اور ان کی کمروں میں چبھ رہے تھے۔ خاصی دیر گزر گئی۔ تب شگیک کے ایک آدمی نے مدھم لہجے میں کہا۔

"مسٹر شگیک"۔ شگیک نے چونک کر گردن ہلائی اور اپنے بندھے ہوئے ساتھی کو دیکھا۔

"آپ کو اندازہ ہے ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ہیں"۔

"بکواس مت کرو۔ میرے ہاتھ پاؤں بھی بندھے ہوئے ہیں"۔

"لیکن یہ وہ جگہ نہیں ہے مسٹر شنگ۔ جہاں ہمیں اس خطرناک آدمی نے بے ہوش کیا تھا"۔ شنگ نے کوئی جواب نہیں دیا وہ دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں سے شرمندہ بھی تھا۔ جس طرح ان لوگوں کی مرمت ہوئی تھی اور جس طرح صرف ایک آدمی نے ان کے تمام منصوبے ناکام بنا دیئے تھے اس سے شنگ کی تمام شخصیت خاک میں مل گئی تھی۔ ورنہ شنگ اپنے محکمے کی ناک سمجھا جاتا تھا اور اس کے سپرد بڑے بڑے خطرناک کام کئے جاتے تھے۔ لیکن اس وقت وہ بے بسی کے عالم میں بندھا پڑا تھا۔ اسی شخص نے پھر کہا۔

"مسٹر شنگ"۔

"تمہاری زبان بہت چل رہی ہے۔ خاموش نہیں رہ سکتے"۔

"مسٹر شنگ نجانے کیوں، یہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ زندگی کا اختتام ہے"۔

"تو پھر میں کیا کروں"۔

"آپ ہمیں بتائیں گے مسٹر شنگ، کہ یہ سب کچھ کیوں ہو گیا"۔

"تم مجھے بتا سکتے ہو"۔

"مسٹر شنگ ہمارے آفیسر انچارج آپ ہیں"۔

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو"۔

"اصل میں میں یہ کہنا چاہتا تھا مسٹر شنگ کہ شاید میں اس جگہ کو پہچانتا ہوں"۔

"مطلب"۔

"اس وقت جب مسٹر ڈین، مسٹر ہوپ اور کیری کی لاشیں اٹھائی گئی تھیں میں بھی ساتھ تھا۔ یہ علاقہ دشت سنبل کہلاتا ہے"۔ شگیف چونک پڑا اس نے ایک بار پھر گردن گھمائی اور اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"یہی مسٹر شگیف، کہ ہم دشت سنبل کے کھنڈرات میں پڑے ہوئے ہیں"۔ شگیف کے چہرے پر سوچ کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"لیکن یہاں، یہاں......"

"مسٹر شگیف، ظاہر ہے ہم اڑ کر یہاں نہیں آ گئے یا عالم بے ہوشی میں ہم نے پرواز نہیں شروع کر دی تھی"۔

"میں جانتا ہوں"۔

"ہمیں لایا گیا ہے"۔ وہ ساتھی بولا اور شگیف کے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہو گئی۔

"کون لا سکتا ہے ہمیں یہاں......"

"کیا آپ اس خطرناک آدمی کو نظرانداز کر رہے ہیں جس کا تعلق پاکیشیا سے ہے"۔ شگیف خاموش ہو گیا۔ اس وقت چاند نے بادلوں کی اوٹ سے سر نکالا اور چاروں طرف روشن چاندنی پھیل گئی۔ شگیف کو اپنے ساتھی کا کہنا بالکل درست معلوم ہوا۔ دور دور تک پھیلے ہوئے کھنڈرات اس بات کی نشاندہی کرتے تھے کہ یہ وہی جگہ ہے۔

جسے دشت سنبل کہا جاتا ہے۔ پھر اچانک ہی وہ انہیں نظر آگیا۔ آہستہ آہستہ ان کی جانب آ رہا تھا۔ اس نے شگیک سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو دیکھا اور پھر اس کی زہریلی آواز ابھری۔

" اس کا نام سفیان عزیزی تھا اور یقینی طور مسٹر شگیک تم بھی جانتے ہو گے کہ سفیان عزیزی کون ہے یا کون تھا۔ تم اس سے وہ ڈائری اور نقشے حاصل کرنا چاہتے تھے ناں جن میں تمہارے اس میزائل اسٹیشن کے بارے میں نشاندہی کی گئی تھی "۔ شگیک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر عمران بولا۔

" اور تمہارے ساتھیوں ڈین، ہوپ اور کیری نے ان نقشوں کو حاصل کرنے کے لئے سفیان عزیزی کو شدید اذیتیں دے کر مار ڈالا۔ غلط کہہ رہا ہوں میں۔ تم نہ بولو لیکن تمہیں یہ حسرت رہ جائے گی کہ کاش موت سے پہلے تمہاری زبان سے کچھ جملے نکلے ہوتے "۔

" تم کیا چاہتے ہو "۔

" اپنے بائیں سمت دیکھو۔ گردن گھما کر دیکھو اس طرف۔ سفیان عزیزی کی قبر ہے۔ وہ پتھروں کا ڈھیر جو تمہیں نظر آ رہا ہے اس کے نیچے سفیان عزیزی کا ایسا جسم پوشیدہ ہے جسے اس بھیانک انداز میں اذیتیں دی گئی تھیں کہ میری نگاہوں میں نقش ہیں اور ابھی تھوڑی دیر کے بعد تم میں سے ہر ایک کی شکل ایسی ہی ہو جائے گی میں نے یہ عہد کیا تھا "۔ عمران کے لہجے کی سفاکی اس قدر خوفناک تھی کہ ان سب کے جسموں میں کپکپی دوڑ گئی۔ شگیک جیسی شخصیت کا مالک بھی

دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔ اس کے منہ سے پھٹی پھٹی آواز نکلی۔

"نہیں۔ نہیں تم ہمارے ساتھ یہ سلوک نہ کرو"۔

"اصل میں میرے اور تمہارے درمیان بہت عرصے سے چل رہی ہے۔ میں اس وطن کا سپاہی ہوں جو تم لوگوں کے لئے دہشت کا مرکز بنا ہوا ہے۔ میں تمہیں اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگر پاکیشیا تمہارے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور تم نے اسے اس کے لئے مجبور کر دیا تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری تمام عزت، شہرت خاک میں مل جائے گی۔ تم زندگیاں بچانے کے لئے کائنات کے گوشے گوشے میں پناہ لینے کی کوششیں کرو گے۔ لیکن ہم تمہیں وہاں پناہ نہیں لینے دیں گے۔ سمجھ رہے ہو ناں مسٹر شنگ۔ کسی کو اذیتیں دے کر قتل کرنا کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ تم نے کوئی عظیم کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ ایسا نہ کرکے اگر تم سفیان عزیزی سے اپنے مقاصد حاصل کرتے تو زیادہ بہتر تھا۔ اس میں تمہاری ذہانت کارفرما ہوتی۔ کسی کی لاش کو اس طرح گوشت سے خالی کر دینا کوئی بہت بڑا کام نہیں ہے۔ ابھی تم دیکھو گے میں وہی عمل دہراؤں گا۔ بڑا کام تو یہ تھا کہ تم اس کے بغیر اپنا کام سرانجام دیتے"۔

"دیکھو، ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے پر مجبور ہیں"۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ پاکیشیا کی حکومت نے مجھے بھی تمام اختیارات دے کر یہاں بھیجا ہے اور میں بھی اپنا فرض پورا کر رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے لباس سے ایک چمکدار اور بھیانک خنجر نکال لیا اور

اس کے بعد وہ شنگ کے قریب بیٹھ گیا۔ شنگ بندھے ہوئے ہاتھوں اور پیروں سے کھسکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن عمران نے ایک زوردار ٹھوکر اس کی پسلیوں پر ماری اور شنگ کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔ جیسے ہی شنگ کے ہونٹ کھلے، عمران کا ہاتھ اچانک آگے بڑھا اور پھر اس نے کھچا کر شنگ کو ایک ہونٹ سے محروم کر دیا۔ شنگ کی بھیانک چیخ نکل گئی لیکن دوسری چیخ نے اسے دوسرے ہونٹ سے محروم کر دیا اور اس کے بعد عمران نے جو وحشت ناک کھیل کھیلا اسے دیکھ کر ان میں سے دو افراد تو دل کے دورے ہی کا شکار ہو گئے۔ ان سے یہ بھیانک اور اذیت ناک منظر نہیں دیکھا گیا تھا۔ لیکن عمران دیوانہ ہو رہا تھا۔ سفیان کی لاش کے قریب اس نے اپنے دل میں یہ عہد کیا تھا کہ اس کا انتقام لے گا اور آج اسے اس کا موقع مل گیا تھا۔ فطرتاً وہ اس قدر وحشی نہیں تھا لیکن اس وقت شاید وہ اپنے آپے میں نہیں تھا۔ پھر سات افراد کی لاشیں وہاں موجود تھیں آٹھواں اپنی موت کا منتظر تھا۔ عمران نے اسے دیکھا۔ خنجر لے کر اس کی جانب بڑھا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دو، مجھے قتل نہ کرو"۔

"کیوں"۔

"ایک ماہ کے بعد میری شادی ہونے والی ہے۔ میں نے زندگی بھر اس لڑکی کی آرزو کی ہے اور اب جب وہ ایک ماہ کے بعد مجھے ملنے والی ہے تو میں زندگی سے محروم نہیں ہونا چاہتا"۔

"یہ بھی ایک اتفاق ہے سمجھے۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے"۔

"کیا......"

"یہ کہ میں نے تمہیں قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا صرف اس لئے کہ تم یہاں سے جاؤ اپنے آقاؤں سے کہو کہ تمہارے ایک مایہ ناز افسر کو قتل کر دیا گیا ہے اور مزید چھ آدمی اس کے ساتھ موت کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ سفیان عزیزی کی موت کا انتقام ہے میری طرف سے۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں جب بھی چاہو میرے راستے میں آجانا۔ میں تمہارے ساتھ یہی سلوک کروں گا جو ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے میں نے۔ جاؤ خوش قسمت آدمی۔ میرا پیغام ان تک پہنچاؤ اور اس کے بعد اگر ہو سکے تو مجھے دعائیں دینا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا"۔ عمران نے اس کے ہاتھوں اور پیروں کی رسیاں کاٹ دیں۔ اس شخص نے زمین پر لیٹے لیٹے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کے بعد عمران واپسی کے لئے پلٹا۔ وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے دیکھتا رہا۔ پھر جب عمران کی ویگن اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو اس نے گہری سانس لی۔ اپنے قرب وجوار میں بکھری ہوئی لاشوں کو دیکھا اور پھر اس طرح وہاں سے بھاگا جیسے موت تعاقب کر رہی ہو۔

دو دھڑے بن گئے تھے۔ جنرل شارق کا کہنا تھا کہ پاکیشیا سے آنے والے معزز مہمان کو اس کی ضرورت فراہم کر دی جائے لیکن ایئر مارشل شرجیل نے اس بات کی مخالفت کی تھی۔ ایئر مارشل شرجیل نے پرزور لہجے میں کہا۔

"جناب عالیٰ! یہ میرے لئے باعث شرم ہے کہ ایک غیر ملکی ہوا باز ایک ایسا مشن سرانجام دے جو اصل میں ہمارا مشن ہے۔ ہمارے پاس بہترین اور تربیت یافتہ لڑاکا پائلٹ موجود ہیں۔ مان لیتا ہوں میں کہ ہم صرف ایک طیارے کو وہاں بھیجتے ہیں لیکن کیا ہم ایسے باصلاحیت نوجوانوں سے محروم ہیں جو ہماری ضرورت پوری نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ آپ خود غور کیجئے۔ پاکیشیا سے ہمارے بہترین تعلقات ہیں لیکن کیا یہ بات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہماری بدنامی کا باعث نہیں بن جائے گی کہ ہم خود کچھ کرنے کی بجائے ایک غیر ملکی

ایجنٹ کا سہارا لینے کے لئے مجبور ہوں۔ ان لوگوں نے اگر ہمارے خلاف یہ محاذ بنایا ہے اور ہمیں خود چھیڑا ہے تو ہم انہیں منہ توڑ جواب دینے کے لئے مستعد ہیں۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں کسی ایسے آدمی کا انتخاب کروں جو ہماری خواہش کو پورا کر دے۔ ہمارے پاس وہ نقشہ موجود ہے اور ہم مکمل طور پر اس جگہ کا تعین کر چکے ہیں جہاں اسرائیلی میزائل اسٹیشن موجود ہے۔ ہم بآسانی وہاں جا کر واپس آ سکتے ہیں اور اسرائیلی میزائل اسٹیشن کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں ہمیں ایک غیر ملکی ایجنٹ کے ہاتھوں یہ کارنامہ سونپنے کی کیا ضرورت ہے "۔ ایئر مارشل شرجیل کے بعد جنرل شارق نے کہا۔

" جناب عالیٰ! اس کے بہت سے پہلو نکلتے ہیں مثلاً یہ کہ فرض کیجئے کہ ہم ایک مشن وہاں بھیجتے ہیں اور خدانخواستہ وہ ناکام ہو جاتا تو دو ہی صورتیں ہوں گی۔ ہمارے پائلٹ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر لیا جائے گا اور اس کے بعد اسرائیل اس کی ساری دنیا میں تشہیر کرے گا اور یہ بتائے گا کہ آئرون کی طرف سے اس طرح کی کارروائی ہوئی ہے۔ جناب عالیٰ! آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا بلکہ ہو جانا چاہیئے کہ یہ ایک خطرناک صورتحال ہے اور اس صورتحال کا شکار ہو کر ہمیں فوری طور پر جنگ کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔ اگر وہ نوجوان ناکام بھی رہتا ہے تو کم از کم الزام تو ہم پر نہیں آئے گا اور ہم اس کام کے ذمہ دار قرار نہیں دیئے جائیں گے "۔

" میں سمجھتا ہوں یہ ایک انتہائی بے عزتی کی بات ہے کہ جو کام ہم

کر سکتے ہیں۔ وہ خود انجام نہ دیں اور ایک غیر ملکی شخص سے یہ کام لیں"۔

"حالانکہ اصولی طور پر وہ بے شک غیر ملکی ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس نے اس میزائل اسٹیشن کا سراغ لگایا ہے اور مسٹر جمشید صمدانی کی رپورٹ کے مطابق یہ تمام تفصیلات اسی کی فراہم کردہ ہیں"۔

"میں مانتا ہوں لیکن اس کے بعد کیا یہ ضروری ہے کہ ہم بقیہ کام بھی اسی کے سپرد کر دیں۔ بہرحال میں اسے اپنی سبکی محسوس کرتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ مجھ پر بے اعتمادی کا اظہار کیا جا رہا ہے"۔

"نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے آپ پر مکمل اعتماد کیا گیا ہے مسٹر شرجیل اور اسی اعتماد کی بنیاد پر یہ اہم عہدہ آپ کے سپرد ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ آئرون کے مفادات کے لئے آپ نے ہمیشہ ہی اپنی خدمات احسن طریقے سے سرانجام دی ہیں۔ لیکن یہاں نجانے کیوں میں جنرل شارق سے اتفاق کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں۔ تاہم بہتر ہے کہ میرے دوسرے ساتھی بھی مجھے مشورہ دیں"۔ وزیر دفاع نے کہا۔

"معذرت کے ساتھ مارشل شرجیل۔ میں سمجھتا ہوں جنرل شارق کی یہ خواہش نہ تو کسی قسم کی ذاتی خواہش ہے اور نہ ہی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی بہت بڑی قباحت ہے۔ بلکہ میری بھی یہی رائے ہے کہ پاکیشیا کے ایجنٹ کو ایسا کر لینے دیا جائے۔ جو جہاز ہم وہاں

روانہ کریں گے یہ ان جہازوں میں سے ایک ہوگا جو ہم نے بہت عرصے سے گراؤنڈ کر رکھے ہیں اور ان پر ابھی کوئی مارکنگ وغیرہ بھی نہیں کی گئی ہے۔اس جہاز کی آزمائش بھی ہو جائے گی۔اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر خدانخواستہ یہ جہاز کسی حادثے کا شکار ہوتا ہے تو بات ہم پر نہیں آئے گی۔اب یہ بات تو ہمارے علم میں آ گئی ہے کہ ایروک میزائل کے اس حملے کا ذمہ دار نہیں تھا اور ہمیں خوشی ہے کہ ہمیں اپنے ہم مذہب ملک سے الجھنا نہیں پڑا۔پہلی جنگوں میں بھی یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ہم دونوں برابر کی قوت کے مالک ہیں اور ایک دوسرے کو شکست دینا ہم میں سے کسی کے لئے ممکن نہیں ہے اور پھر اس سے جو ہمارے اقتصادیاتی نقصانات ہوں گے وہ ایک الگ حیثیت کے حامل ہیں۔ایسی صورت میں اگر اس نوجوان کو کوشش کر لینے دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے"۔

"بہرحال فیصلہ وزیراعظم صاحب کی ذمہ داری ہے"۔ایئر مارشل شرجیل نے کہا۔

"آپ تمام لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں"۔ پھر تقریباً پچھتر فیصد افراد نے اس بات پر اتفاق ظاہر کر دیا کہ اگر پاکیشیا کا نوجوان یہ کام سرانجام دینے کے لئے تیار ہے تو اسے یہ کوشش کر لینے دی جائے اور اگر وہ کامیاب نہ ہو سکے تو پھر باقاعدہ پہلے اسرائیل سے احتجاج کیا جائے اور اگر اس احتجاج کا کوئی موثر جواب نہ ملے تو پھر اس اسٹیشن کو اڑانے کی کوشش کی جائے۔

"آپ لوگ بہتر سمجھتے ہیں لیکن میرا یہ خیال ہے کہ پہلے حملے کی ناکامی کے بعد اسرائیل ہوشیار ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے وہ وہاں سے میزائل اسٹیشن ہی ختم کر دے۔ایسی صورت میں ہمیں کچھ حاصل نہ ہو گا"۔

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکیشیا کے نوجوان کو اس کام کی اجازت دے دی جائے"۔وزیراعظم نے آخری فیصلہ سنا دیا اور اس کے بعد یہ قصہ ختم ہو گیا۔

جمشید صمدانی نے تمام رپورٹ تیار کرنے کے بعد وزارت دفاع کو بھجوائی تھی۔جو وزیر داخلہ کی وساطت سے ان تک پہنچی تھی اور اس میں علی عمران کی خواہش کا بھی اظہار کر دیا گیا تھا۔چنانچہ اس پر بحث ہوئی تھی پھر فوراً ہی ایک میٹنگ وزیراعظم کی طرف سے کال کی گئی تھی۔جس میں چیدہ چیدہ شخصیتیں تھیں اور بالآخر اس میٹنگ میں یہ بات طے پا گئی کہ عمران کو اس کی خواہش کے مطابق عمل کرنے دیا جائے۔

شیران کے مشرقی علاقے میں فوجی ایئرپورٹ پر اس وقت گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایک پرائیویٹ کار رن وے پر دوڑ رہی تھی اور اس میں چند افراد موجود تھے۔ جن میں جمشید صمدانی، علی عمران اور دو اور شخصیتیں تھیں۔ جن کا تعلق ایئرفورس ہی سے تھا۔ جمشید صمدانی دبی دبی نگاہوں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔ چہرے سے نہایت سادہ لوح نظر آنے والا یہ انسان کیسی کیسی صلاحیتوں سے آراستہ ہے۔ جمشید صمدانی سوچ رہا تھا کہ خوش نصیب پاکیشیا کے پاس اگر ایسے ایسے نوجوان موجود ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ وہ طاقت کی دولت سے مالا مال ہے۔ وہ بار بار عمران کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جس پر نہ کوئی گھبراہٹ تھی، نہ کوئی خاص کیفیت۔ بس وہ سادہ سے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نوجوان کے دوسرے کارنامے تو جمشید صمدانی دیکھ ہی چکا تھا۔ لیکن وہ ایک ہوا باز بھی ہے اور طیارہ کنٹرول کرنا جانتا ہے یہ

بات جمشید صمدانی کے لیئے مزید حیرت کا باعث تھی۔ لیکن بہرحال
اسے خوشی تھی کہ عمران کی خواہش کے مطابق حکومت آئرون نے
اسے یہ جہاز فراہم کر دیا تھا جو خطرناک بموں سے لوڈ تھا اور خالص
لڑاکا طیارہ تھا۔ اس طیارے کو بڑے خاص انداز میں تیار کرایا گیا تھا
اور اس پر ایسا کوئی نشان نہیں تھا جو اسے کسی بھی ملک کا طیارہ ظاہر
کر سکے ویسے بھی یہ طیارہ انڈر گراؤنڈ تھا اور آئرون ہی میں تیار کیا گیا
تھا۔ غرضیکہ تھوڑی دیر کے بعد کار طیارے کے پاس پہنچ گئی۔ جہاں
چند افراد منتظر کھڑے ہوئے تھے یہ انجنیئر تھے۔ انہوں نے ہر طرح کی
ذمہ داری قبول کی اور طیارے کو ہر لحاظ سے مکمل قرار دیا۔ تب
عمران نے ہوا بازی کا لباس پہن لیا اور پھر وہ ان لوگوں کو آخری سلام
کر کے طیارے میں جا بیٹھا۔ بقیہ افراد پیچھے ہٹ گئے۔ کار بھی وہاں سے
چل پڑی تھی۔ عمران نے طیارے میں بیٹھ کر کمپیوٹر کا پورا نظام چیک
کیا اور ایک ایک چیز کا جائزہ لینے کے بعد بالآخر اس نے طیارے کے
انجن اسٹارٹ کر دیئے۔ بہت دور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو، سر سلطان
کو، سر عبدالرحمان کو کسی کو علم نہیں تھا کہ عمران کیا کارنامہ
سرانجام دینے جا رہا ہے۔ عمران نے اس سلسلے میں بالکل ہی نیا طریقہ
کار اختیار کیا تھا۔ طیارے کے انجن اسٹارٹ ہو گئے اور اس کے بعد وہ
فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ شیران کی فضا سے نکل کر کمپیوٹر کی رہنمائی
میں اس سمت چل پڑا۔ جہاں کے بارے میں اسے تفصیلات معلوم
تھیں اور ان تمام تفصیلات کی بناء پر کمپیوٹر میں یہ پروگرام سیٹ کیا

گیا تھا۔ عمران خاموشی سے آگے بڑھتا رہا اور پھر وہ آئرون کی سرحد سے باہر نکل گیا۔ وقت زیادہ نہیں تھا اسے نقشے کے مطابق مطلوبہ جگہ پہنچ کر اپنا کام سرانجام دینا تھا۔ یہ جہاز گو اس کے لئے بالکل نیا تھا لیکن عمران کی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کبھی کبھی اس انداز میں ہوتا کہ اس کے برسوں کے شناسا بھی حیران رہ جاتے تھے۔ وہ بڑی کامیابی سے اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ نشاندہی کرنے والے آلات نشاندہی کر رہے تھے کہ قرب و جوار میں کچھ گڑبڑ ہے۔ پھر اچانک فضا میں تیز روشنی پھیل گئی اور عمران کو ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو گیا کہ کچھ طیارے اس سے اوپر ہیں اور انہوں نے روشنی کے بم پھینکے ہیں۔ پھر کئی طیاروں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں اور دوسرے لمحے عمران کو سنبھلنا پڑا۔ لڑاکا طیاروں نے اس پر حملہ کر دیا تھا اور اوپر سے آئے تھے۔ عمران کو خطرناک صورتحال کا احساس ہو گیا وہ سمجھ گیا کہ بہرحال پروگرام کی صحیح تفصیل ان لوگوں تک پہنچ گئی ہے اور انہوں نے عمران کی پرواز سے کچھ پہلے اپنے طیاروں کو فضا میں بھیج دیا تھا اور اب وہ طیارے نیچے اتر رہے ہیں۔ حالانکہ عمران کو اس خطرناک صورتحال کے مقابلے کی امید نہیں تھی جو اچانک ہی پیش آ گئی تھی۔ اب اسے ایک لڑاکا ہوا باز کی طرح اپنے طیارے کو ان طیاروں کی زد سے نکالنا تھا اس کی آنکھیں فضا میں تیز روشنی کے گولے ادھر سے ادھر دوڑتے ہوئے دیکھ رہی تھیں اور اس کے کان مشین گنوں کی آواز

کی آواز سن رہے تھے۔ انہوں نے بھرپور حملہ کیا تھا۔ عمران نے ان تین طیاروں کو دیکھ لیا جنہوں نے اسے کور کیا ہوا تھا اور گولیاں برسا رہے تھے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ بلندی پر پرواز کر رہے تھے اور ضرورت اس بات کی تھی کہ اب عمران ان کی رینج سے نکل کر خود بھی پوزیشن میں آجائے۔ اس کا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ وہ اپنی پوزیشن میں آنے کے لئے تیار تھا چنانچہ اچانک ہی اس نے چالاکی سے ایک جھکائی دی اور طیارے دھوکا کھا گئے۔ عمران نے اپنے طیارے کو فوراً ہی موڑ لیا اور ایک لمحے کے اندر ان طیاروں کے عقب میں آگیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی مشین گنیں کھول دیں اور ایک لمحے کے اندر روشنی کی دو لکیریں زمین کی جانب جارہی تھیں لیکن تیسرے جہاز کا پائلٹ خود بھی بہت تجربہ کار تھا۔ اس نے رخ بدلا اور اسی وقت جب عمران دونوں طیاروں کو نشانہ بنا رہا تھا۔ اس نے عمران کے طیارے کو نشانہ بنا ڈالا۔ عمران کو پتہ بھی نہیں چل سکا کہ اس کے طیارے کی دم کہاں غائب ہو گئی وہ تو اپنے ان دونوں شکاروں کو گرتے ہوئے دیکھ رہا تھا لیکن پھر دھویں کا ریلا اندر گھس آیا اور اس کے ساتھ ہی عمران کے طیارے کو سخت جھٹکے لگے۔ تب اسے احساس ہوا کہ بالآخر وہ دھوکا کھا گیا ہے۔ ظاہر ہے طیاروں کی جنگ کا اسے کوئی خاص تجربہ تو نہ تھا۔ وہ تو بس اپنی مہارت کی بناء پر چل پڑا تھا اور اس امید میں تھا کہ بالآخر منزل تک پہنچ جائے گا لیکن اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اسرائیلی ایجنٹ بھی بیوقوف نہیں تھے۔ انہیں

یقیناً یہ بات معلوم ہو گئی ہو گی کہ پاکیشیا کا کوئی ایجنٹ وہاں کام کر رہا ہے اور ڈائری اس کے ہاتھ لگ گئی ہے تو یہ بات انہیں معلوم ہو جانا کوئی ناقابل یقین بات نہیں تھی۔ لیکن بہرحال عمران نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ وہ اپنے بے دم کے طیارے کو سیدھ میں لے جانے لگا۔ حالانکہ جہاز اب اس کے کنٹرول میں نہیں رہا تھا۔ لیکن وہ آخری کوشش کر رہا تھا کہ اسے قابو میں کئے ہوئے کسی طرح اس علاقے سے نکل جائے لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ طیارے میں ایک دھماکہ ہوا اور آگ لگ گئی۔ یہ صورتحال انتہائی حد تک خطرناک ہو گئی تھی آگ تیزی سے بڑھ رہی تھی اور دوسرے حصے بھی اس کی لپیٹ میں آ رہے تھے چنانچہ اب ضروری ہو گیا تھا کہ جہاز کو چھوڑ دیا جائے۔ اس نے آخری بار گرد وپیش پر نگاہ ڈالی۔ جہاز کی بلندی کا اندازہ کیا اور اپنی کرسی میں لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ کرسی نے اسے فضا میں اچھال دیا اور طیارہ سیدھا زمین کی طرف جانے لگا۔ فضا میں عمران نے اپنے حواس بحال کئے اور نیچے گرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا پیراشوٹ کھل گیا تھا۔ وہ اطمینان سے نیچے اترتا رہا لیکن اس صورتحال کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ زبردست مخبری ہوئی ہے اور ان لوگوں کو اس صورتحال کا مکمل طور پر پتہ چل گیا ہے ورنہ اس اچانک پرواز پر اس قدر شدید مزاحمت نہ ہوتی۔ بہرحال یہ تمام صورتحال اب نئے پروگرام کی ترتیب کے لئے مجبور کر رہی تھی وہ صورتحال کا جائزہ لیتا رہا۔ پیراشوٹ آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کے

قدموں نے زمین چھو لی اس نے پھرتی سے خود کو پیراشوٹ کے بندھنوں سے آزاد کرایا۔ پھر اپنی جگہ سے کافی دور ہٹ گیا۔ کیونکہ اب اسے یہ اندازہ تو تھا کہ ان لوگوں کو تمام صورتحال کا بخوبی اندازہ ہے۔ قرب و جوار میں کھردرے اور ناہموار پتھروں سے اس نے یہ اندازہ لگالیا کہ خالص پہاڑی علاقہ ہے اور بہرحال یہ بات عمران کے لئے بہتر تھی۔ یہاں چھپنے کا موقع مل سکتا تھا۔ اس نے کسی قدر بلند جگہ کھڑے ہو کر ماحول کا جائزہ لیا۔ چاروں طرف ایک پراسرار خاموشی طاری تھی اونچی نیچی پہاڑیاں سر جھکائے کھڑی ہوئی تھیں اور بظاہر قرب وجوار میں زندگی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے وہ کچھ اور آگے بڑھا اور ایک پہاڑی پر چڑھنے لگا تاکہ بلندی سے قرب وجوار پر پوری طرح نگاہ ڈال سکے۔ پہاڑی کے اوپر پہنچ کر وہ ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا پھر اس نے جیب سے ایک خاص قسم کا چوکور آلہ نکالا اور اس کے بٹن آن کرنے لگا۔ اس کی نگاہیں اس آلے پر جمی ہوئی تھیں اس آلے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ قرب وجوار میں کوئی مشینری تو موجود نہیں ہے لیکن اسے کوئی مشین نظر نہیں آرہی تھی۔ چنانچہ اس نے آلہ بند کرکے جیب میں رکھ لیا۔ تھوڑی دیر تک بالکل خاموشی طاری رہی۔ پہاڑی کے اوپری حصے میں ایک پتھر پر بیٹھ کر وہ سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔ صورتحال صرف یہ تھی کہ فوری طور پر ان لوگوں کے چنگل سے نجات حاصل کی جائے جو غیر متوقع طور پر اس کی آمد سے واقف ہو گئے ہیں۔ ابھی وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ بہت دور سے اسے

کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور وہ اچھل پڑا۔ ابھی تک اس نے
اس انداز میں نہیں سوچا تھا اور اسی فکر میں تھا کہ چھپنے کے لئے کوئی
مناسب جگہ تلاش کرے لیکن کتوں کی موجودگی بے حد خطرناک
تھی۔ انسانی نگاہ جہاں نہ پہنچ سکے یہ جانور اس کے بارے میں اندازہ لگا
سکتے تھے۔ ظاہر ہے یہ ٹرینڈ کتے ہوں گے جو اپنے مالکوں کے ساتھ اس
کی کھوج میں چل پڑے ہیں۔ وہ تیزی سے پہاڑی سے نیچے اترنے لگا اب
اسے کسی مناسب پناہ گاہ کی تلاش تھی۔ دور سے اسے روشنیاں لہراتی
ہوئی نظر آنے لگیں۔ کتوں کا شور آہستہ آہستہ قریب آنے لگا تھا۔ ان
کی رفتار بھی بہت تیز تھی چنانچہ بحالت مجبوری عمران نے دوڑ لگائی وہ
ان سے زیادہ سے زیادہ فاصلہ اختیار کر لینا چاہتا تھا تاکہ چھپنے کے لئے
کوئی ایسی بہتر جگہ تلاش کر لے جہاں ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکے
حالانکہ ماحول اجنبی تھا اور اس کے بارے میں وہ زیادہ تفصیل سے
نہیں جانتا تھا لیکن پھر بھی اس کی دوڑنے کی رفتار بڑی تیز تھی اور آن
کی آن میں وہ کافی دور نکل آیا ایک جگہ رک کر اس نے گہری گہری
سانسیں لیں۔ یہاں پہاڑوں میں غار ضرور ہوں گے۔ ایک لمحے کے
لئے اس نے سوچا اور اس کی نگاہیں غار تلاش کرنے لگیں۔ اسی وقت
ایک چھوٹا سا پتھر اس کے پاؤں کے نیچے سے نکل گیا اور وہ گرتے
گرتے بچا۔ اس نے ایک ابھری ہوئی چٹان کا سہارا لیا تھا لیکن دفعتاً
اس نے چٹان بھی اپنی جگہ سے کھسکتی محسوس کی اور اچھل پڑا۔ قدم
مضبوطی سے جما کر اس نے چٹان کی طرف دیکھا جو کافی بڑی تھی لیکن

اس طرح کھسکی تھی جیسے بے سہارا ہو۔ چٹان جتنی کھسکی تھی اس کے پیچھے ایک خلاء نظر آنے لگی تھی اور عمران کے ذہن میں ایک دھماکہ سا ہوا۔ ممکن ہے اس چٹان کے پیچھے کوئی غار ہو۔ اس نے چٹان کو ٹٹول کر دیکھا اور پھر اس پر قوت صرف کرنے لگا لیکن چند منٹ کے بعد اسے اندازہ ہو گیا کہ چٹان کا جتنا حصہ کھسکا ہے وہ کمزور ہے ورنہ وزنی چٹان خاصی مضبوطی سے جمی ہوئی تھی۔ تاہم اس نے ہمت نہ ہاری اور ایک بار پھر جسم کی مجموعی قوت صرف کر کے چٹان کو کھسکانے کی کوشش کی اور اس بار چٹان نے اپنی جگہ چھوڑنی شروع کر دی تھی۔ کتوں کی آوازیں ایک بار پھر نمایاں ہو گئی تھیں۔ اس نے مزید کوشش کر کے چٹان کو اس قدر ہلا دیا کہ اپنا جسم اندر داخل کر سکے اور پھر تھوڑی سی محنت کر کے وہ چٹان کے رخنے سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ اس کا خیال درست ہے۔ چٹان کے پیچھے ایک بے حد کشادہ غار موجود تھا۔ اس نے چٹان کو واپس اس کی جگہ لانے کی کوشش شروع کر دی اور وہ کسی حد تک کامیاب ہو گیا۔ کتوں کی آوازیں اب قریب آ گئیں تھیں۔ اس کے ساتھ ہی اب انسانی قدموں کی آوازیں اور انسانی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ پتھر سے کان لگائے بیٹھا رہا۔ قدموں کی آوازیں کچھ دیر تک آتی رہیں پھر آگے بڑھ گئیں۔ پھر وہ بہت دور ہو گئیں تو اس نے ایک گہری سانس لی۔ عارضی طور پر خطرہ دور ہو گیا تھا۔ کتے بھی اس کا پتہ چلانے میں ناکام رہے تھے۔ لیکن کب تک یہاں سے نکلنا ضروری ہے۔

ورنہ اس غار میں تو وقت نہیں گزارا جا سکتا لیکن پھر اس نے فیصلہ کیا کہ رات یہیں گزار لی جائے۔ صبح کو اس علاقے کا جائزہ لے گا اور اندازہ لگائے گا کہ اس کے کام کی جگہ یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے۔
چنانچہ اس نے اسی غار میں آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ تاریکی میں اندر رینگ آیا لیکن اب اس کی آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اس نے ٹٹول کر دیوار تلاش کی اور اس سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اب اس کے ذہن میں بہت سے وسوسے سر ابھار رہے تھے۔
وہ جس پروگرام کے تحت آیا تھا وہ پایہ تکمیل تک پہنچتا نظر نہیں آرہا تھا۔ اس وقت تو وہ یہ فیصلہ کر کے چلا تھا کہ نقشے کے مطابق میزائل اسٹیشن تلاش کرے گا اور اسے بمباری کر کے تباہ کر دے گا۔ لیکن مخبری ہوئی تھی اور خود وہ اپنے طیارے سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اس کا طیارہ تباہ ہو گیا تھا اور یہ ایک بہت خوفناک بات تھی۔ اب کیا کرنا چاہیئے۔ لیکن ظاہر ہے زندگی میں لاتعداد مشن ایسے تھے جن میں غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ گھبراہٹ تو اس کے دل پر کوئی نہیں تھی بس یہی ایک تصور تھا کہ وہ اپنے مشن کو پروگرام کے مطابق سرانجام دینے کی پوزیشن میں نہیں رہا ہے اب اس میں کوئی نمایاں تبدیلی کرنا ہو گی۔ سب سے پریشان کن بات یہ تھی کہ وہ لوگ اس کے راستے پر لگ گئے تھے۔ اس کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے لیکن بہرحال اس بات پر زیادہ دماغ نہیں کھپایا جا سکتا تھا۔ سیدھی سی بات تھی کہ وہ بھی انسان تھے۔ ان کے اپنے وسائل تھے بلکہ زیادہ ہی

وسائل تھے چنانچہ عمران نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔
عارضی طور پر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان لوگوں کی تلاش سے
نجات مل گئی ہو اور وقتی طور پر وہ یہاں محفوظ ہو۔ اب جو کچھ بھی کرنا
تھا اپنے طور پر ہی کرنا تھا۔ رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ دن کی
روشنی میں یہاں کا جائزہ لینے کے بعد ہی مناسب فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔
سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ سمت کھو بیٹھا تھا۔ نقشے وغیرہ سب
جہاز ہی موجود تھے اور وہ تباہ ہو گئے تھے۔ اب اس بات کے امکانات
بھی تھے کہ ایک لمبا چکر ہی چلانا پڑے۔ اس کی آنکھوں میں آہستہ
آہستہ نیند اترنے لگی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں لیکن دفعتاً ہی ایک
ہلکا سا کھٹکا ہوا اور وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہ زمین کے
ساتھ لمبا لیٹ گیا اور اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ غار کے
ایک دور دراز گوشے میں ایک مدھم سی روشنی چمکی تھی اور اس کے
بعد تاریکی پھیل گئی تھی۔ لیکن عمران کا بدن سنسنانے لگا تھا۔ جو کچھ
دیکھا تھا وہ وہم نہیں تھا یہ روشنی کیسی ہو سکتی ہے یا تو غار کی طوالت
بہت زیادہ ہے اور اس کے آخری سرے پر کوئی اور ایسا دہانہ موجود ہے
جس سے کوئی اس غار میں داخل ہو سکتا ہے یا پھر ممکن ہے پہلے ہی
سے اس غار میں کوئی موجود ہو۔ عمران نے سانس تک روک لیا تھا۔
مدھم روشنی بجھ گئی اور عمران تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا پھر اسے
کوئی خاص احساس نہیں ہوا۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح ادھر دیکھتا
رہا یہ بھی ایک مشکل کام تھا کہ اس وقت وہ صورتحال کا جائزہ لے

لیکن روشنی دیکھنے کے بعد بھلا عمران کی فطرت کو قرار کہاں رہ سکتا تھا چنانچہ وہ اسی طرح لیٹے لیٹے زمین پر کھسکنے لگا۔ تاکہ اگر وہاں کوئی موجود ہے بھی اور تاریکی میں دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ عمران کی یہاں موجودگی سے واقف ہے تو اگر وہ کھڑا ہوگا تو دوسری طرف سے فائر بھی ہو سکتا ہے۔ عمران چوکنے انداز میں زمین کے ساتھ ساتھ چپکا ہوا آگے بڑھتا رہا اور اندازے کے مطابق اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ مدھم سی روشنی چمکی تھی۔ لیکن اب وہاں بالکل سناٹا تھا۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا اسے کسی انسانی وجود کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔ پھر اس کے ذہن میں دوسری باتیں آنے لگیں کوئی درندہ، کیونکہ درندوں کی آنکھیں رات کی تاریکی میں چمکتی ہیں لیکن غار میں درندہ، ہو سکتا ہے کہ یہ درندے کا ہی غار ہو لیکن کم از کم اتنا وہ جانتا تھا کہ جس جگہ درندے رہتے ہیں وہاں بدبو پھیلی ہوتی ہے اور پھر اگر وہی چٹانی دروازہ ہی یہاں داخل ہونے کے لئے ہے تو اس سے کسی درندے کے وجود کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ چٹان کو کھسکا کر اس نے اپنے لئے جگہ بنائی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور خاصی دیر تک وہ وہاں کی صورتحال کا جائزہ لیتا رہا ایک بار پھر اسے آہٹ سنائی دی اور اس نے جلدی سے اس طرف نگاہیں دوڑائیں جہاں غار کا دہانہ تھا۔ اس طرف سے اسے وہ مدھم روشنی نظر آئی تھی۔ عمران حیران ہو گیا اس نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور اس بات کا منتظر ہو گیا کہ اگر کوئی انسانی وجود قرب وجوار میں نظر آئے تو اس سے نمٹنے کے لئے تیار

ہو جائے لیکن روشنی نظر آ کر پھر بند ہو گئی تھی۔ عمران خاصی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا پھر آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے چلتا ہوا اس سمت آ گیا جہاں وہ پہلے موجود تھا۔ لیکن پھر وہی سناٹا۔ اب عمران حیران ہونے لگا دونوں بار اس نے روشنی دیکھی تھی اور ہوش و حواس کے عالم میں دیکھی تھی۔ اس سے رہا نہ گیا تو اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"اگر تم یہاں موجود ہو تو میرے سامنے آؤ مجھ سے بات کرو"۔

لیکن خاموشی اور سناٹے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی عمران نے اپنے طور پر ایک آخری فیصلہ کیا اور اس کے بعد اس نے جیبی ٹارچ نکال کر اس کا بٹن دبایا۔ وسیع و عریض غار میں مدھم روشنی پھیل گئی لیکن بہرحال یہ روشنی اتنی ضرور تھی کہ عمران غار کا جائزہ لے سکتا تھا۔ پورا غار اس کی نگاہوں کے سامنے تھا اور اس میں کوئی موجود نہیں تھا جو کچھ اس نے دیکھا اسے وہم قرار نہیں دیا جا سکتا تھا یقیناً روشنی دو بار دو مختلف سمتوں سے نظر آئی تھی۔ وہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھتا ہوا چٹان کے نزدیک پہنچا۔ یہ ایک بڑا خطرہ تھا چونکہ چٹان میں بہرطور ایک رخنہ رہ گیا تھا اور اگر آس پاس کوئی موجود ہوا تو چٹان سے جھلکنے والی روشنی دیکھ سکتا تھا لیکن بہرحال یہ جائزہ لینا بھی ضروری تھا کہ یہ مدھم روشنی دو بار یہاں کیوں نظر آئی ہے۔ کافی کوشش کے باوجود عمران اس روشنی کا راز نہ پا سکا اس نے جیبی ٹارچ بجھا دی اور پھر اسی طرح دیوار سے ٹک کر بیٹھ گیا۔ ذہن میں اور کوئی مافوق الفطرت خیال تو خیر آ ہی نہیں سکتا تھا۔ نجانے

کب تک وہ اس طرح بیٹھا رہا اور ایک بار پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں وہ سو گیا تھا۔ صبح تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ جس کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل جاتی۔ صبح کو چٹان کے رخنے سے سورج کی روشنی کی کرنیں اندر داخل ہوئیں اور وہ جاگ گیا۔ ایک بار پھر رات کے واقعات یاد کر کے اس نے چاروں طرف دیکھا۔ غار میں کوئی دوسرا ننھا سا رخنہ بھی نہیں تھا۔ پھر روشنی کا راز کیا تھا۔ اس کا ذہن الجھتا رہا بالآخر وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اب وہ سوچنے لگا کہ اسے غار سے باہر نکل کر صورتحال کا جائزہ لینا چاہیئے چنانچہ وہ دہانے کے قریب پہنچا اس نے چٹان پر قوت آزمائی کر کے اتنی جگہ ضرور بنا لی کہ اس سے باہر نکل جائے۔ چٹان سے باہر پہنچ کر وہ چند لمحے ساکت وجامد کھڑا سن گن لیتا رہا لیکن قرب وجوار میں کوئی آہٹ نہیں تھی وہ تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا پھر وہاں سے آگے ہٹا اور اسی چٹان کے اوپر چڑھ کر دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگا۔ ویرانی اور سناٹا اس کے علاوہ وہاں اور کچھ نہیں تھا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اس کے بعد ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر اسے ایک بہت بڑا پہاڑی سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی جانب چل پڑا۔ پہاڑ کے دوسری جانب ایک راستہ گھوم جاتا تھا اور اسے تھوڑا سا آگے بڑھنے کے بعد ایک آبشار پہاڑ کی بلندی سے گرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ آبشار کو دیکھ کر عمران نے سکون کی سانس لی۔ کم از کم یہاں پانی وغیرہ تو مل سکتا تھا اب وہ تمام خطرات کو نظر انداز کر کے آبشار کی جانب چل

پڑا۔ آبشار سے تھوڑے ہی فاصلے پر عمران کے طیارے کا ڈھانچہ پڑا ہوا تھا اور دور دور تک پتھر جھلس گئے تھے۔ پتہ نہیں وہ بم پھٹے یا نہیں کم از کم اس قدر تباہی کا اندازہ تو نہیں ہو پا رہا تھا۔ جتنی ہونی چاہئے تھی لیکن پہاڑوں میں بھلا تباہی کا کیا تصور چٹانیں ہی متاثر ہو سکتی تھیں کیونکہ قرب و جوار میں نہ تو کوئی فوجی چھاؤنی نظر آتی تھی اور نہ ہی وہاں انسان تھے۔ البتہ گھاس جھلس گئی تھی۔ بہرحال عمران یہ سفر طے کر کے آبشار کے نزدیک پہنچ گیا اس کے بعد اس نے دنیا سے بے خبر ہونے کے بعد لباس وغیرہ اتارا اور آبشار کے پانی سے اپنے آپ کو صاف کرنے لگا۔ چند گھونٹ پانی پی کر اسے سکون بھی ہوا تھا۔ بھوک بھی لگ رہی تھی اس نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔ تھوڑی سی کوشش کر کے یہاں شکار تلاش کیا جا سکتا تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح کام کیسے بنے گا وہ اپنے تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد واپس پلٹا ہی تھا کہ اسے تھوڑے سے فاصلے پر ایک سایہ سا نظر آیا۔ سفید لباس میں ملبوس کوئی ادھر سے گزر رہا تھا اس سے پہلے وہاں عمران نے کسی کو نہیں دیکھا تھا دوسرے لمحے وہ زمین سے چپک گیا۔ قرب و جوار میں کوئی اتنا بڑا پتھر نہیں تھا جس کی آڑ لے کر وہ اپنے آپ کو چھپا سکتا۔ سایہ دور درختوں کے درمیان نظر آیا تھا۔ عمران ان درختوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے پستول ہاتھ میں لے لیا تھا اس کی تیز نگاہیں ان درختوں پر جمی ہوئی تھیں لیکن وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ عمران کا تجسس بڑھتا چلا گیا۔ درختوں کا فاصلہ بھی بہت زیادہ نہیں

تھا چنانچہ تھوڑی دیر تک وہاں رکنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ اس طرف بڑھا اور پھر درختوں کے درمیان پہنچ گیا۔ لیکن یہاں جو کچھ اسے نظر آیا اسے دیکھ کر اس کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ درختوں کے عقب میں ایک چوڑے سے پتھر کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا اور پتھر کے ٹکڑے پر چٹائی سے بنی ہوئی ایک باسکٹ جیسی چیز رکھی ہوئی تھی اور اس میں کچھ پھل اور دودھ کا ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ عمران چونکی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا یہ چیزیں دیکھ کر اس کی بھوک تو چمک اٹھی تھی لیکن حیرت و تجسس نے اسے حیران کر دیا تھا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نے آواز دی۔

" تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے آؤ میں دوست ہوں دشمن نہیں، میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور اگر یہ سب کچھ تم نے میرے لئے کیا ہے تو تم اس بات کا اطمینان رکھو کہ میں بھی ایک انسان ہوں اور احسان کا بدلہ اتارنا جانتا ہوں۔ میرے پاس پستول ہے میں اسے پھینک رہا ہوں۔ تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے آجاؤ۔ براہ کرم مجھ سے چھپنے کی کوشش نہ کرو ویسے بھی میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے "۔ لیکن کوئی آواز نہ سنائی دی۔ عمران نے گھوم پھر کر دیکھا۔ درختوں کی بلندی کی طرف دیکھا لیکن کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اب اسے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے اگر ان چیزوں کو قبول کر بھی لے تو یہ تصور اور تجسس تو اسے ہمیشہ رہے گا ہی کہ آخر یہ اشیاء یہاں کیسے آئیں وہ کون ہے جو ان علاقوں

میں موجود ہے اس واقعے کا تھوڑا سا ربط رات کے واقعات سے بھی ہو سکتا تھا۔ بہر حال پھر اس نے سب کچھ نظر انداز کر دیا اب جو ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ کچھ پھل کھانے کے بعد اس نے دودھ کا گلاس پیا اور یہ ضرورت پوری ہو گئی۔ پھر وہ وہیں رک کر اس حیران کن واقعے پر غور کرنے لگا۔ لیکن اچانک ہی اس کو اپنے عقب میں پھر قدموں کی آواز سنائی دی پھر اس نے چونک کر پیچھے دیکھا تو سفید لباس میں ملبوس ایک شخصیت اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ سحر زدہ سا ہو گیا معصوم سا چہرہ، پاکیزہ سی صورت وہ کوئی نوخیز اور نوجوان لڑکی تھی۔ عمران اس کو دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ یہاں اس ویرانے میں اس نے پہلے کسی کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس وقت لڑکی کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں۔ جو واقعات اسے اس پورے کیس کے درمیان پیش آئے تھے۔ وہ سارے کے سارے ہی حیران کن تھے لیکن یہ واقعہ ان کے لئے بڑا ہی تعجب خیز تھا۔ وہ خاموش نگاہوں سے اسے گھورتا رہا تو لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں جناب"۔ اس نے یہ جملہ صاف ستھری انگریزی زبان میں کہا تھا۔ عمران چند قدم آگے بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"کون ہو تم"۔ اس نے سوال کیا۔

"کیا نظر آرہی ہوں آپ کو"۔

"لڑکی ہو"۔ عمران نے کہا۔

"شکر ہے آپ نے مجھے پہچان لیا"۔

"پہچان لیا"۔

"ہاں"۔

"خیر پہچانا تو نہیں ہے میں نے مگر اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں کہ تم لڑکی ہو"۔

"آپ نے وہ چیزیں قبول کر لیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں میں"۔

"گویا تم نے میری مہمان نوازی کی ہے"۔

"ہاں"۔

"کیا تم مجھ سے عشق کرنے لگی ہو"۔

"جی"۔ لڑکی حیرت سے بولی۔

"ہاں کچھ ایسا ہی لگتا ہے ویسے مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم پراسرار ویرانوں میں رہنے والی کوئی روح ہو"۔

"خوب"۔ لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا تم یہودی ہو"۔ عمران نے سوال کیا۔

"خدانخواستہ......"

"مطلب......"

"کوئی مطلب نہیں"۔ لڑکی نے کہا۔

"ارے بابا کچھ تو منہ سے پھوٹو آخر تم ہو کون اور یہاں ارے ہاں کیا رات کو اس غار میں تم ہی موجود تھی وہاں مجھے دو بار روشنی نظر آئی

تھی "۔لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا عمران کہنے لگا۔

" اس ویرانے میں تم مجھے ملی ہو اگر تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گی تو مجھے خوشی ہو گی ویسے شاید میں تمہارے بارے میں کچھ سمجھ رہا ہوں"۔

"کیا"۔

" بتاؤں گا نہیں "۔

"کیوں "۔

" بس میری مرضی اگر تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتی تو میری بھی مرضی ہے"۔لڑکی خاموش ہو گئی تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

" وہ لوگ چاروں طرف تمہیں تلاش کر رہے ہیں "۔

" میرے سامنے تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

" نہیں اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ وہ اس واقعے کو نظرانداز کر دیں گے تو یہ تمہاری بھول ہے وہ تیاریاں کر رہے ہیں کیونکہ ابھی تک تم انہیں دستیاب نہیں ہوئے۔اس لئے چاروں طرف اطلاع پھیلا دی گئی ہے اور اب زیادہ ضروری سازوسامان کے ساتھ وہ تمہیں اس وسیع وعریض علاقے میں گھیر رہے ہیں "۔ عمران کے چہرے پر تشویش کے آثار نمودار ہو گئے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

" خیر میں تو تنہا ہوں لیکن اگر وہ گھیر رہے ہیں تو تمہارا کیا خیال ہے کیا تم ان کے چنگل سے بچ سکو گی "۔لڑکی نے ایک ٹھنڈی

سانس لی اور پھر بولی۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم اپنا تحفظ کرو"۔

"میرا خیال ہے میں بھی یہی چاہتا ہوں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"آؤ میرے ساتھ میں تمہیں کچھ ایسی جگہ بتا دیتی ہوں جہاں خاص مشکل پیش آئے تو تم پناہ لے لو"۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر بولا۔

"حالانکہ تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا رہی لیکن اس کے باوجود میں تمہاری اس بات پر اعتبار کر لیتا ہوں"۔

"کیا مطلب"۔

"مطلب یہ ہے کہ تم ان کی ایجنٹ ہو اور مجھے ان کے قبضے میں دینا چاہتی ہو"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"میں کیسے یقین کر لوں"۔

"یہ تم پر منحصر ہے"۔

"خیر چلو کم از کم تم مجھے ایسی جگہ دکھاؤ اگر تم مجھے کسی جال میں بھی پھنسانا چاہتی ہو تو میں خوشی سے اس جال میں پھنسنے کے لئے تیار ہوں"۔ اور لڑکی آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی اور عمران عقب سے اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ پراسرار لڑکی نجانے کون تھی لیکن چہرے سے بری نہیں معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس کا پوری زندگی کا تجربہ تھا کہ جرائم پیشہ لوگ اگر معصوم صورتیں بنا کر سامنے بھی آتے ہیں تو کم از کم

کوئی بات ہو ہی جاتی ہے جس سے ان کی اصلیت کا پتہ چل جاتا ہے کیونکہ عمران کا تجربہ بے حد وسیع تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ کسی ایسی شخصیت کا پتہ باآسانی چلا سکتا تھا لیکن لڑکی کے انداز میں اور اس کی گفتگو میں کوئی بات ایسی نہیں تھی۔ پھر یہ پراسرار لڑکی آخر کون ہے۔ بہرحال عمران اس کے ساتھ چلتا رہا کچھ دیر کے بعد وہ اس آبشار کے پاس بنے ہوئے ایک ایسے راستے پر پہنچ گئی جو خاصا پیچیدہ تھا۔ اس نے مڑ کر کہا۔

" ذرا احتیاط سے "۔ عمران نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن چند ہی لمحوں کے بعد اسے آبشار کے پانی کی دھار کے پیچھے غار کا ایک ایسا دہانہ نظر آیا جو واقعی دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ لڑکی اسی دہانے سے اندر داخل ہو گئی تھی۔ عمران اس کے پیچھے پیچھے اندر پہنچ گیا۔ لڑکی چونکہ پہلے چلی گئی تھی اس لئے عمران بعد میں داخل ہوا اور جب وہ اس کشادہ غار کے دہانے پر پہنچا تو لڑکی اسے آس پاس نظر نہیں آئی۔

" کہاں ہو تم، میں یہاں کے راستے کو نہیں جانتا "۔ عمران نے کہا لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا البتہ چند ہی لمحوں کے بعد غار سے منسلک ایک اور غار کے دہانے سے کچھ افراد باہر نکلتے ہوئے نظر آئے ان میں ایک بوڑھا شخص آگے آگے تھا۔ عمران ٹھٹھک کر رک گیا۔ یہاں وہ بری طرح گھر گیا تھا ایک لمحے کے لئے اس کے دل میں احساس پیدا ہوا کہ واقعی لڑکی جل دے گئی ہے لیکن صورتحال ایسی

تھی کہ عمران اگر پستول نکالنے کی کوشش بھی کرتا تو اسے ان لوگوں پر قابو پانے میں کامیابی نہیں ہو سکتی تھی اور پھر وہ نئی جگہ تھی اگر واپسی کے لئے پلٹتا تو راستہ اتنا خوفناک تھا کہ ذرا سی لغزش اسے موت سے ہمکنار کر سکتی تھی۔ چنانچہ وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔ بوڑھا آدمی آگے آیا اور اس نے کہا۔

"آؤ"۔ اس کے انداز میں بڑا اطمینان تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے عمران کی یہاں آمد ان لوگوں کے لئے اجنبی نہ ہو۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور اس کے بعد اس نے اپنے قدم آگے بڑھا دیئے۔ بوڑھا اور اس کے ساتھی واپسی کے لئے پلٹ گئے تھے اور وہ اسی دہانے سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ جس سے ابھی ابھی نمودار ہوئے تھے پھر عمران خود ہی دوسرے دہانے سے اندر داخل ہو گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ تو بہت ہی کشادہ غار تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جس پہاڑ کے اندر یہ غار ہے وہ اندر سے بالکل کھوکھلا ہو۔ چھت کی بلندی بے پناہ تھی اور غار کی زمین ایسی صاف وشفاف جیسے انسانی ہاتھوں نے تراشا ہو۔ یہاں سامان بھی نظر آرہا تھا۔ کپڑوں کے انبار، اسلحہ اور نہ جانے کیسی کیسی چیزیں۔ دوسرے لمحے عمران کے ذہن میں ایک خیال گزرا کہ یہ کوئی گوریلا چھاؤنی ہے۔ تنظیم آزادی فلسطین کے نمائندوں کی ایسی پوشیدہ پناہ گاہ جہاں وہ لوگ پناہ لئے ہوئے ہیں اور دوسرے لمحے عمران کے ذہن میں خوشی کا ایک احساس بیدار ہوا اگر واقعی وہ لوگ ہیں تو اس کا مقصد ہے کہ عمران کو اس

سے کافی مدد مل سکتی ہے۔ وہ یہ سوچ کر خاصا خوش ہو گیا تھا۔ پھر چند ہی لمحوں کے بعد بوڑھے شخص نے کہا۔

"بیٹھو۔ براہ کرم بیٹھ جاؤ"۔ عمران خاموشی سے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ وہ ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا اور اپنا طریقہ کار بھی منتخب کر رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہو گا۔ بوڑھے نے پوچھا۔

"کیا نام ہے تمہارا......"

"اب چونکہ صورتحال ایسی ہے کہ مکمل طور پر آپ کے قبضے میں ہوں اس لئے بتانے سے گریز نہیں کر سکتا"۔

"تم اپنے آپ کو ہمارے قبضے میں نہ سمجھو بلکہ یوں سمجھو کہ تم ایک محفوظ جگہ آ گئے ہو"۔

"میرا نام علی عمران ہے"۔ عمران نے جواب دیا۔ بوڑھے نے اس انداز میں عمران کو دیکھا جیسے وہ عمران کا شناسا ہو۔ بڑی عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی اس کے چہرے پر پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم ٹھیک جگہ پہنچے ہو"۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"شاید تمہارے مشن سے مجھے واقفیت حاصل ہے"۔

"کیا مطلب"...... عمران چونک کر بولا۔

"کیا تم میزائل اسٹیشن کی تباہی کے لئے یہاں نہیں آئے کیا تمہارا تعلق پاکیشیا سے نہیں ہے کیا تم پاکیشیا کے اہم عہدے دار نہیں ہو"۔ عمران سناٹے میں رہ گیا تھا۔ پاکیشیا سے دور یہاں ایک

عجیب و غریب جگہ کوئی شخص ایسا کیسے ہو سکتا ہے جو عمران کے بارے میں سب کچھ جانتا ہو اچانک ہی عمران کو شدید سنسنی کا احساس ہوا۔ بوڑھا جیسے اس کے دماغ کی گہرائیوں میں جھانک رہا ہو۔ اس نے پھر کہا۔

" تمہارے وسوسے بے سود اور بے مقصد ہیں۔ تم اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دو کہ ہم تمہارے بارے میں کسی غلط انداز میں سوچ سکتے ہیں یا جو کچھ تمہارے بارے میں ہمیں معلوم ہے وہ کسی طور تمہارے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے "۔

" اور اگر اب میں یہ جاننا چاہوں معزز بزرگ کہ آپ کون ہیں تو کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے "۔

" صرف اتنا کہ جس مشن کے لئے تم نے انسانی ہمدردی کے تحت یا مذہب کے پختہ رشتے کے تحت یہ مشکلات اٹھائی ہیں وہ مشن ہمارا ہے "۔

" یہ اندازہ تو میں لگا چکا ہوں کہ آپ فلسطینی ہیں "۔

" ہاں یہی اندازہ کافی ہے تمہارے لئے اس سے زیادہ میرے بارے میں جاننے کی کوشش یا ان لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش بے مقصد ہی ہوگی یہ الگ بات ہے وقت آنے پر میں خود تمہیں اس بارے میں بتادوں "۔

" آپ کون سے وقت کی بات کر رہے ہیں محترم بزرگ "۔

" وقت، وقت ہوتا ہے آتا ہے اور جو وقت پر ہو وہی مناسب بھی

ہوتا ہے"۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی"۔

"پہلے میری بات کی تصدیق کر دو تمہارے بارے میں جو کچھ میں نے کہا کیا وہ غلط ہے"۔

"بالکل نہیں اسی لئے میں خود بھی حیران ہوں"۔

"لیکن اس بات کا بھی یقین کر لو کہ میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ میری معلومات کا ایک حصہ ہے ہم ایک ہی مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اگر میں اپنی معلومات میں کچھ اضافے کر لوں تو تمہیں اعتراض تو نہیں ہو گا"۔

"بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔

"میزائل اسٹیشن کی تباہی تمہاری اس مہم کا مقصد ہے"۔

"میں واقعی حیران ہوا ہوں"۔ عمران نے مدھم لہجے میں کہا۔

"لیکن جو کچھ میں نے کہا وہ بھی اپنی جگہ سچ ہے"۔

"کیا"۔

"یہی کہ تم انتہائی مناسب جگہ پہنچے ہو میرا خیال ہے تمہارے لئے یہاں آنا بے حد ضروری تھا"۔

"آپ کس لحاظ سے یہ بات کر رہے ہیں"۔

"جس مشن کی تکمیل کے لئے تم نکلے ہو، میرے ساتھی اس مشن میں تمہاری بہترین مدد کر سکتے ہیں"۔ عمران خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں آنکھیں بند کر کے آپ پر بھروسہ کرنے پر بالکل تیار ہوں"۔

"تھوڑا سا وقت یہاں گزارو اپنی ضروریات پوری کرو اور پھر بالکل بے فکر ہو جاؤ ہم تمہیں اس پراجیکٹ پر پہنچا دیں گے"۔ عمران نے واقعی ان پر بھروسہ کر لیا تھا اس کے بعد اسے یہاں تقریباً چوبیس گھنٹے گزارنا پڑے۔ اس دوران اس کی ملاقات کسی سے نہیں ہوئی تھی۔ یہ ویران غار تھا اور وہاں ضروریات کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ پھر چوبیس گھنٹے کے بعد بوڑھے نے اس سے ملاقات کی اور بولا۔

"وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہو چکی ہے"۔

"کون......"

"وہی لڑکی جس سے تمہاری پہلی ملاقات ہوئی تھی"۔

"آپ مجھے اپنا نام بتانا کیوں پسند نہیں کرتے جبکہ آپ نے مجھ سے میرا نام پوچھ لیا"۔

"ناموں کو رہنے دو بیٹے، ہم جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں اور کر رہے ہیں یوں سمجھ لو میری مجبوری ہے"۔

"ٹھیک ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے"۔ پھر عمران کی ملاقات اس لڑکی سے ہوئی۔ لڑکی نے ایک مخصوص قسم کا لباس پہنا ہوا تھا جو مقامی طرز کا تھا وہ معمول کے مطابق سنجیدہ نظر آ رہی تھی اس نے عمران سے کہا۔

"اب آپ کو میرے ساتھ چلنا ہے"۔

"ہمیں کچھ ضروری چیزیں درکار ہیں"۔

"آپ کو جو کچھ بھی درکار ہو گا بابا اسے فراہم کر دیں گے"۔ لڑکی نے کہا۔

"لیکن کہاں......"

"جہاں آپ کو اس کی ضرورت ہو گی"۔ عمران ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ خاصا فاصلہ طے کر کے وہ لوگ وہاں سے کافی دور نکل آئے۔ قرب و جوار میں پہاڑی قلعے بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جگہ کچھ دیر رک کر عمران نے کہا۔

"کیا تم بھی مجھے اپنا نام بتانا پسند نہیں کرو گی"۔

"جو بات بابا نے نہیں بتائی وہ میں کیسے بتا سکتی ہوں"۔

"اوہو ایک منٹ"۔ عمران نے کہا اور دبک سا گیا لڑکی بھی گردن اٹھا کر دیکھنے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"وہ اسرائیلی فوجی ہیں"۔

"ہاں، ایک فوجی ٹرک سامنے سے گزر رہا ہے میرا خیال ہے وہ کسی خاص مقام کی جانب جا رہا ہے"۔ وہ دیر تک اس ٹرک کو دیکھتے رہے اور اس سمت کا اندازہ لگاتے رہے جس سمت وہ ٹرک جا رہا تھا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے"۔

"میرے ساتھ چلو"۔ لڑکی نے کہا اور اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے آگے بڑھنے لگے۔ سورج چھپنے کو تھا۔ لڑکی عمران کی رہنمائی کرتی ہوئی آگے جا رہی تھی وہ بے حد پھرتیلی اور مضبوط تھی۔ ابھی تک

عمران نے اس کے جسم میں کمزوری کا احساس محسوس نہیں کیا تھا طویل راستے وہ آسانی سے طے کر رہی تھی پھر انہوں نے خاصا سفر طے کر لیا اچانک ہی عمران کے کانوں میں کسی مشین کے چلنے کی سرسراہٹ ہوئی غالباً وہ ٹرک ہی تھا۔ لیکن ٹرک ایک ایسی چٹان سے نکل کر آیا تھا جس کا عمران کو اندازہ نہیں تھا۔ مدھم اندھیروں میں اچانک ہی تیز روشنیاں عمران پر پڑیں اور عمران اچھل پڑا۔ بھاگنے کا راستہ سامنے تھا لیکن فوراً ہی کرخت آواز میں کہا گیا۔

"اپنی جگہ ساکت ہو جاؤ اگر ہلنے کی کوشش کی تو زندگی سے محروم ہو جاؤ گے، ہاتھ اٹھا لو"۔ عمران نے لڑکی کی جانب دیکھا وہ بھی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی اور اس کے بعد عمران نے دونوں ہاتھ بلند کر لئے۔ روشنیوں کے دائرے عمران کو گرفت میں لئے ہوئے تھے اور عمران دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ درست نہیں ہوا اس نے عقب میں اسرائیلی سپاہیوں کو دیکھا جو اسٹین گنیں سیدھی کئے اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ تیز روشنیوں کی وجہ سے آنکھوں میں چکاچوند بھی پیدا ہو گئی تھی اور وہ آنکھیں کھول نہیں پا رہا تھا۔ سپاہی اس کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے عمران کو جکڑ لیا۔ عمران نے ایک بار پھر آنکھیں سنبھال کر اپنے ساتھ موجود لڑکی کو دیکھا لیکن اس کے قرب وجوار میں لڑکی موجود نہیں تھی۔ غالباً اسرائیلی سپاہیوں نے اسے بھی گرفتار کر لیا تھا لیکن وہ قرب وجوار میں نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک اسرائیلی سپاہی نے اسے دھکا دیتے ہوئے

کہا۔

"چلو آگے بڑھو"۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جیپ کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے عمران کو جیپ میں بٹھایا۔ لڑکی اب بھی اس کے ساتھ نہیں تھی۔ سپاہی عمران کو گرفتار کر کے بہت خوش تھے وہ بڑی روانی سے اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے لیکن لڑکی کا تذکرہ ایک بار بھی نہیں آیا تھا پھر عمران کو کافی فاصلے پر لے جا کر ایک جگہ پہنچایا گیا۔ جو عجیب وغریب کیفیت کی حامل تھی۔ فاصلہ خاصا طے ہوا تھا اس وقت غالباً صبح کے چار بجے تھے جب عمران کو خاردار باڑوں کے احاطے سے گزار کر اس عمارت میں پہنچایا گیا۔ عمران لڑکی کے لئے سخت پریشان تھا وہ لوگ عمران کو پوری طرح ہنتا کرنے کے بعد وہاں سے چلے گئے تھے۔ جس کمرے میں اسے بند کیا گیا تھا اس کے عقب میں ایک کھڑکی لگی ہوئی تھی اور مدھم مدھم پھیلتے ہوئے اجالے میں عمران اس عمارت کا اندرونی منظر دیکھ سکتا تھا۔ اس کا دل حیرت سے اچھل پڑا تھا کم از کم اپنی زندگی میں لتنے تجربات اسے حاصل ہوئے تھے اس سے بہت سے اندازے وہ آسانی سے لگا سکتا تھا اور اس عمارت کو دیکھ کر اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ درحقیقت یہ میزائل اسٹیشن کی عمارت ہی ہو سکتی ہے۔ بہت سی ایسی چیزیں نظر آ رہی تھیں وردی پوش لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے وہ ابھی سے اپنے

کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ غالباً یہاں دن رات کام ہوا کرتا تھا۔
عمران اس تمام منظر کو دیکھتا رہا۔ سب سے زیادہ دکھ اسے لڑکی کی
گرفتاری کا ہوا تھا۔ بے چاری نوجوان لڑکی تھی نجانے اس کے ساتھ
کیا سلوک کیا جا رہا ہو۔ واقعہ اس طرح اچانک پیش آیا تھا کہ عمران
اپنی مدافعت میں کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔ اب اس کے ذہن میں ہیجان
برپا ہوتا جا رہا تھا اس نے اس کھڑکی پر غور کیا اور اسے یہ اندازہ ہو گیا
کہ اگر تھوڑی سی کوشش کی جائے تو اس کھڑکی سے باہر نکلا جا سکتا
ہے لیکن اس عظیم الشان پراجیکٹ میں وہ تنہا کیا کر سکتا ہے۔ بہرحال
تھوڑا سا وقت تو یہاں گزارنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ وہ ایک جگہ
بیٹھ گیا۔ پھر سورج نکل آیا روشنی پھیل گئی۔ اسرائیلیوں نے اسے
نظرانداز ہی کر دیا تھا۔ دن کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے اسے ناشتہ دیا گیا
جو چائے سلائس وغیرہ پر مشتمل تھا جو شخص ناشتہ لے کر آیا تھا عمران
نے اس سے سوال کیا۔

"میرے ساتھ ایک لڑکی بھی گرفتار ہوئی ہے وہ کہاں ہے"۔
لیکن آنے والا خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔ پورا دن اسی طرح گزر گیا۔
ضروریات پوری کی گئیں تھیں غالباً ان لوگوں کو اتنی فرصت نہیں
تھی کہ وہ عمران سے کچھ سوالات کرتے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ
عمران کے دوسرے ساتھیوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ عمران
جانتا تھا کہ اس سے پوچھ گچھ کا سلسلہ کیا جائے گا یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا
اس نے کہ رات کو وہ اپنی کمین گاہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا۔

اس کے لئے اس نے اپنے طور پر مناسب بندوبست بھی کر لیا تھا۔ یہ رات گزارنے کے بعد ہی یا گہری رات کے ہونے کے بعد ہی وہ اپنے کام کا آغاز کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت غالباً رات کے ساڑھے نو بجے تھے اچانک ہی ایک دھماکہ سنائی دیا۔ دھماکہ اس طرح اچانک ہوا تھا کہ خود عمران اپنے اعصاب پر قابو نہ پا سکا اور اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ تیز رفتاری سے کھڑکی کی جانب دوڑا اور باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ چاروں طرف سرچ ٹاور لگے ہوئے تھے جن پر سنتری جاگ رہے تھے۔ تیز روشنیاں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ ہر متحرک شے پر نگاہ ڈالی جا رہی تھی عمران کو وہ جگہ نظر آ گئی جہاں آگ اور دھوئیں کا ایک بادل آسمان کی جانب بلند ہو رہا تھا اور دوسرے ہی لمحے بے پناہ چیخیں اور کراہیں سنائی دینے لگیں اور ذرا سی دیر میں خطرے کے سائرن چیخ اٹھے۔ عمران نے مسلح سپاہیوں کو ادھر ادھر دوڑتے دیکھا، غالباً وہاں کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا۔ سرچ ٹاور پر سنتری حیران و پریشان چاروں طرف دیکھ رہے تھے پھر اچانک ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی اور سرچ ٹاوروں پر لگی ہوئی روشنیاں بجھنے لگیں۔ ساتھ ہی سنتریوں کی بھیانک چیخیں سنائی دینے لگیں تھیں۔ اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا اب اسرائیلی سپاہیوں نے اندھا دھند چاروں طرف گولیاں برسانا شروع کر دیں غالباً وہ بھی ناسمجھی کا شکار تھے اور ان گولیوں کا بھی خطرناک نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ چاروں طرف دوڑتے ہوئے اسرائیلی سپاہی اپنے ہی ساتھیوں کی چلائی ہوئی گولیوں کا شکار ہو گئے تھے۔ بچنے

والوں نے بھی دوسروں کی طرح گولیاں چلانا شروع کر دی تھیں وہ سمجھ رہے تھے کہ دشمن ان کے سامنے موجود ہے۔ اس طرح تاریکی میں اسرائیلی سپاہی آپس میں خوفناک جنگ لڑنے لگے اور عمران حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔ یہ ایک مناسب موقع تھا اس وقت اس جگہ سے نکلنا انتہائی موزوں تھا۔ وہ برق رفتاری سے دروازے کی جانب دوڑا۔ ابھی یہ فیصلہ تو نہیں کر پایا تھا کہ دروازے سے نکلنے کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے لیکن اس نے یہی سوچا تھا کہ دروازہ بجائے گا اور ہو سکتا ہے کوئی دروازہ کھول کر یہ دیکھنے کی کوشش کرے کہ اندر والا قیدی کیا چاہتا ہے لیکن دروازے پر پہلا ہاتھ مارتے ہی اسے احساس ہوا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ سب کچھ ناقابل یقین تھا لیکن بہرحال وہ کمرے سے نکل کر اس راہداری میں دوڑنے لگا جو سامنے نظر آئی تھی۔ اس کے سامنے کوئی نظریہ نہیں تھا۔ وہ بے تحاشا دوڑ رہا تھا اور چاروں طرف گولیوں کی خوفناک تڑتڑاہٹ سنائی دے رہی تھی۔ پھر اچانک ہی ایک انتہائی خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی فضاء میں اتنی تیز روشنی پھیلی جیسے اچانک ہی زمین سے سورج طلوع ہو گیا ہو۔ ہر چیز اپنی جگہ چھوڑ رہی تھی۔ عمران خود بھی دوڑتے دوڑتے اتنی زور سے گرا کہ اسے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اس نے اپنے عقب میں بھی دھماکے سنے اور یہ دھماکے یقیناً اسی عمارت کے درودیوار کے گرنے کے تھے۔ جس میں عمران خود موجود تھا۔ عمران نے زمین پر بیٹھ کر کھسکنا شروع کر دیا وہ ہاتھوں پیروں کے بل

تیز رفتاری سے چل رہا تھا۔ باہر قیامت برپا تھی۔ دفعتاً ہی عمران نے ایک گولہ زمین سے آسمان کی جانب بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر دوسرا، تیسرا اور چوتھا۔ اس کے ساتھ ہی پھر ایک خوفناک دھماکہ ہوا اس وقت عمران اس عمارت کے دروازے کے باہر تھا۔ لوگ چیخ رہے تھے چلا رہے تھے۔ ہر طرف ایک قیامت برپا تھی۔ سرچ ٹاور گر رہے تھے۔

الیکٹرک شارٹ ہو رہے تھے اور جگہ جگہ بجلی کے تار ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ اس خوفناک افراتفری میں لاتعداد انسان موت کا شکار ہو رہے تھے۔ عمران حتی الامکان دوڑتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا پھر اچانک ہی اس نے ایک ٹرک اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ چاروں طرف گاڑیاں اسٹارٹ ہو رہی تھیں۔ غالباً یہاں موجود لوگ یہاں سے نکل بھاگنا چاہتے تھے۔ عمران ایک لمحے کے اندر سنبھل گیا۔ دوسرے لمحے اس نے برق رفتاری سے دوڑ لگائی۔ صورتحال کچھ بھی تھی وہ اپنے آپ کو توازن میں کئے اس ٹرک کی جانب بڑھ رہا تھا جس کی عقبی روشنیاں ایک لمحے کے لئے جلی تھیں اور پھر بجھ گئی تھیں اور دوبارہ پھر جل گئیں۔ پھر ٹرک آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ عمران نے ایک لمبی چھلانگ لگائی۔ اندازے کی ذراسی بھی غلطی ہو جاتی تو اس وقت نجانے اس کا کیا حشر ہوا ہوتا۔ لیکن وہ اچھل کر ٹرک کے عقبی حصے میں چڑھ گیا جو کھلا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کئی اور افراد نے اسی طرح دوڑ کر ٹرک میں چڑھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ ٹرک آندھی

اور طوفان کی طرح آگے بڑھا اور پھر خاردار تاروں کی باڑ توڑتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔ تاروں کے سرنے ان کے سروں پر سے گزر گئے تھے اور اگر ٹرک کا اگلا حصہ محفوظ نہ ہوتا تو یقینی طور پر یہ تار بھی انہیں شدید زخمی کر دیتے۔ اسی طرح دوسرے ٹرک بھی باہر نکل رہے تھے اور فضاء میں بار بار روشن لکیریں بلند ہو رہی تھیں۔ یقینی طور پر یہ وہ میزائل تھے جنہیں فائر کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ لیکن اب وہ اپنے طور پر فائر ہو رہے تھے۔ عمران جانتا تھا کہ قرب وجوار میں کتنی خوفناک افراتفری پھیلے گی اور کس طرح کی تباہی ہو گی اور ایسا ہو رہا تھا۔ میزائل فضاء میں بلند ہو کر زمین کی جانب آتے۔ خوفناک دھماکے ہوتے اور روشنی کا طوفان امڈ آتا۔ ٹرک ڈرائیور اپنی زندگی بچانے کے لئے ٹرک کو ان دھماکوں سے بچاتے ہوئے دوڑ رہا تھا لیکن دوسری کئی گاڑیوں پر عمران نے میزائل گرتے ہوئے دیکھے۔ لوگوں کی چیخیں سنائی دیتیں اور گاڑیاں فضا میں بلند ہو جاتیں پھر دھماکوں کے ساتھ پھٹ جاتیں اور شعلے دور دور تک بکھر جاتے۔ یہ منظر چاروں طرف سے نگاہوں میں آ رہا تھا۔ کسی ایسے ویران علاقے میں ایک ایسی جگہ کی تباہی سوچنے کے لئے نہیں تھی کہ یہ کیا ہے۔ یقینی طور پر یہ وہی خفیہ میزائل اسٹیشن تھا لیکن یہ سب کیسے ہوا اور کیوں کر ہوا اس کا عمران کو کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس وقت تو یہ سب کچھ سوچنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ ٹرک ڈرائیور اگر اپنی زندگی بچانے کے لئے سرگرداں نہ ہوتا تو اس بے جگری سے ڈرائیونگ نہ کرتا۔ جگہ جگہ ٹرک کئی کئی

فٹ اچھل جاتا تھا اور اس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ پہلے ہی بڑے جھٹکے میں ٹرک کے پچھلے حصے میں سوار دو افراد اچھل کر نیچے گرے تھے اور پھر ان کی چیخوں کی لکیریں سی پھیلتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ ٹرک تو آن کی آن میں اس سے دور نکل گیا تھا۔ عمران نے بھی مضبوطی سے ٹرک کا ایک حصہ پکڑ لیا اور صرف اپنے جسم کو متوازن کرنے کی کوششوں میں مصروف رہا۔ اس وقت کوئی اور بات ذہن میں آنے کے قابل نہیں تھی۔ فضا میں عجیب گڑگڑاہٹیں ہو رہی تھیں۔ میزائل ادھر سے ادھر شوں شوں کر کے آ جا رہے تھے۔ وہ زمین پر گرتے تو آتش بازی کا سا سماں ہوتا اور فضا میں دھوئیں کے بادل پیدا ہو جاتے اور بھی کئی گاڑیاں اور ٹرک دوڑ رہے تھے۔ جس کو موقع ملا تھا نکل بھاگا تھا۔ پھر اچانک ہی ایک میزائل اس ٹرک کے اگلے حصے پر آ کر لگا اور خوفناک دھماک ہوا۔ عمران نے پھرتی سے زمین پر چھلانگ لگا دی تھی۔ ٹرک شعلوں میں گھر گیا تھا اور عمران بے تحاشا دوڑ رہا تھا اس کے بعد وہ دوڑتا ہی رہا۔ رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس علاقے سے نکل جانا ہی زندگی کی ضمانت تھا۔ چنانچہ وہ دوڑتا رہا سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو گئی تھیں۔ جدھر منہ اٹھا نکل بھاگا تھا اور اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ نجانے کس رفتار سے دوڑتا ہوا وہ کافی آگے نکل آیا اور اس کے بعد وہ منظر اور وہ ماحول پیچھے رہ گیا۔ کئی جگہ ٹھوکریں لگی تھیں اور وہ گرتے گرتے بچا تھا۔ پھر ایک پہاڑی چٹان کی آڑ میں اس نے پناہ لی۔ تاحد

نظر پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ رات کے مدھم اجالوں میں قرب و جوار کے ماحول سائے کی شکل میں نظر آرہے تھے۔ عمران یہاں رک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس کے بعد اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور ایک طویل سانس لے کر چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ کیا کہا جا سکتا تھا کہ کون سی جگہ ہے۔ آس پاس کون لوگ موجود ہیں ہو سکتا ہے وہ خالص اسرائیلی علاقے ہی میں نکل آیا ہو۔ کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ پھر بہت دیر اسی طرح اپنے آپ کو پر سکون کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے کسی قدر حیرانی سے اس واقعے کے بارے میں سوچا۔ ساری کی ساری باتیں ہی ناقابل فہم تھیں۔ وہ لڑکی اسے یاد آرہی تھیں اور اب اس کے ذہن میں افسوس کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ وہ پر اسرار فلسطینی باشندے اس وقت کے بعد سے نگاہوں سے اوجھل تھے۔ پتا نہیں سارا سلسلہ کیا تھا۔ وہ چٹان کی آڑ میں بیٹھا ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ اب سب سے پہلا مسئلہ یہ تھا کہ صبح کی روشنی نمودار ہو جائے تو ماحول کا اندازہ لگائے۔ کون سی جگہ ہے کیا چکر ہے۔ یہاں سے نکلنے کے لئے اسے کیا جدوجہد کرنا ہو گی۔ نجانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر صبح کا اجالا آہستہ آہستہ پھوٹنے لگا۔ رات چٹکیوں میں گزر گئی تھی اور وہ حیران ہو رہا تھا بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے رات سکڑ گئی ہو۔ اب دھماکے یا آتش بازی بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ پروجیکٹ تباہ ہو گیا تھا اور لازمی بات ہے اس خوفناک تباہی کی خبر قرب و جوار کے تمام

علاقوں کو ہو جائے گی اور اس پراسرار میزائل اسٹیشن کا راز فاش ہو جائے گا۔اس کے نتیجے میں بین الاقوامی صورتحال کیا کہتی ہے یا قرب و جوار کے عرب ممالک اسرائیل کے اس خفیہ پروجیکٹ کے بارے میں کیا مؤقف اختیار کرتے ہیں یا اسرائیل اس کے لئے کیا کہتا ہے۔ یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔لیکن یہ کامیابی غیر متوقع طور پر حاصل ہوئی تھی اور خاص طور سے اس وقت جب عمران خود بھی اس میزائل اسٹیشن میں موجود تھا غرضیکہ روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی چلی گئی اور پھر اس نے کچھ آہٹیں سنیں۔وہ ایک دم چوکنا ہو گیا تھا اس وقت بالکل خالی ہاتھ تھا کوئی ہتھیار وغیرہ موجود نہیں تھا۔کیا یہاں اس کی موجودگی کا کسی کو علم ہو گیا ہے وہ یہ سوچتا رہا۔آہٹیں قریب آتی جا رہی تھیں۔عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور زمین پر پڑے ہوئے دو پتھر اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں لے لئے۔اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اپنے تحفظ کے لئے ہتھیاروں کے حصول کے لئے کوشش کرے۔پھر قدموں کی یہ آہٹیں اس سے کچھ فاصلے پر آکر رک گئیں اور عمران نے تھوڑا سا اپنی جگہ سے ہٹ کر باہر جھانکا اور پھر جو کچھ اس نے دیکھا اسے دیکھ کر وہ سکتے کے عالم میں رہ گیا تھا۔وہی بوڑھا شخص وہاں موجود تھا اس کے ساتھ پانچ افراد بھی تھے اور چھٹی شخصیت جو عمران کو نظر آئی اس پر اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ وہ لڑکی تھی جو بوڑھے کے ساتھ پہلے نظر آئی تھی اور جس نے عمران کی اس پراجیکٹ تک رہنمائی کی تھی۔عمران کے دل میں خوشی کا اک طوفان برپا ہو

گیا۔ لڑکی کی زندگی سے اسے بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔ ایک لمحے تک سوچنے کے بعد اس نے پتھر زمین پر پھینکے اور اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ وہ سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ ان کے انداز میں ایسی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی جیسے وہ عمران کو یہاں دیکھ کر حیران ہوئے ہوں۔ بوڑھا آسودہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" اللہ تمہاری نگہبانی کرے۔ تمہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گئی "۔ عمران حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

" نہیں محترم بزرگ۔ میں نے بھلا کیا کیا ہے "۔ جواب میں بوڑھے کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

" تم نے جو کچھ کیا ہے وہ شاید تم کبھی نہ سمجھ سکو۔ سمجھ رہے ہو ناں آؤ یہاں رکنا مناسب نہیں ہے "۔ عمران نے لڑکی کی جانب دیکھا اور بولا۔

" ہر چند کہ مجھے تمہارا نام معلوم نہیں ہے لیکن بہر حال مجھے خوشی ہے کہ تم بھی زندہ بچ گئیں۔ ویسے کیا تم مجھے بتا سکو گی کہ پراجیکٹ کی تباہی کس طرح ممکن ہوئی "۔ لڑکی نے بوڑھے کی جانب دیکھا اور بوڑھا گردن ہلاتا ہوا بولا۔

" کچھ باتیں صیغہ راز میں رہنی چاہئیں ۔ میرا خیال ہے بس یوں سمجھو کہ تمہارے قدم وہاں پہنچے اور وہ ہو گیا جو ہونا چاہیئے تھا اور وہ

جس کے لیئے بڑی قربانیاں دی گئی ہیں "۔ عمران خاموش ہو گیا وہ لوگ سفر کرتے رہے۔ سورج روشن ہو گیا تھا اور زمین پر سفیدی پھیل گئی تھی۔ تب عمران نے دور سے اس آبشار کو دیکھا اور ششدر رہ گیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پہلی بار بوڑھے سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ عمران ان کا ساتھ دیتا رہا اور یہاں تک کہ وہ آبشار کے عقب میں اپنے غار میں داخل ہو گئے۔ بوڑھے نے کہا۔

" معزز مہمان کی خاطر مدارت کا بندوبست کرو "۔

" میری سب سے بڑی خاطر یہ ہے محترم کہ براہ کرم آپ مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتلیئے۔ اب کم از کم آپ کو بھی مجھ پر اعتبار ہو گیا ہو گا اور یہ احساس باقی نہ رہا ہو گا کہ میں کوئی غلط شخص ہوں "۔

" نہیں میرے بچے تم بالکل غلط نہیں ہو کچھ کھا پی لو، اس کے بعد باتیں کریں گے "۔ بہرحال یہاں پھر عمران کی خاطر مدارت کی گئی۔ عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ یہاں مستحکم ہیں اور بہتر طریقے سے وقت گزار رہے ہیں۔ کھانے پینے سے فراغت حاصل ہوئی اور اس کے بعد وہ سب اس کے قریب آ گئے۔ عمران سوالیہ نگاہوں سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے نے کہا۔

" میں تمہیں اب یہاں سے واپسی کا راستہ بتا دیتا ہوں۔ یہ راستہ محفوظ رہے گا اور ہم سب تمہیں ایک ایسی جگہ چھوڑیں گے جہاں سے تم اپنی منزل کو روانہ ہو سکو "۔

" ٹھیک ہے۔ بہرحال ایک مقصد جو ہم سب کی خواہش تھی پورا

ہو گیا ہے۔ اگر مجھے آپ کے بارے میں نہ بھی معلوم ہو سکا تو میں خاموشی اختیار کر لوں گا"۔ بوڑھا خاموش ہی رہا تھا۔ پھر سورج ڈھلے تک انہوں نے وہاں رک کر انتظار کیا اور جب شام کے سائے پھیلنے لگے تو بوڑھے نے عمران سے کہا۔

"اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسرائیلی سپاہی بہت جلد اعلیٰ پیمانے پر یہاں پہنچیں گے اور اس بات کی چھان بین کریں گے کہ وہ کون تھے جنہوں نے یہ پراجیکٹ تباہ کیا"۔

"ٹھیک ہے"۔ پھر اس کے بعد انہوں نے پیچ در پیچ پہاڑی دروں اور سرنگوں کا سفر کیا تھا۔ پھر آخری سرنگ سے باہر نکلنے کے بعد عمران کو وہ جگہ نظر آئی جہاں سے وہ شیران جا سکتا تھا۔ ناقابل یقین سی بات تھی۔ یہ فاصلے اس طرح طے ہوئے تھے کہ عقل کی زد میں نہیں آتے تھے۔ ایک جگہ بوڑھا رک گیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"مغرب کا وقت ہونے والا ہے اور میرے خیال میں یہ ہمارے اور تمہارے درمیان آخری ہی ملاقات ہو گی۔ تعارف حاصل کرنا چاہتے ہو۔ ہم سب سرزمین فلسطین سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں بھی یہاں ایک سرگرم مجاہد تھا۔ یہ میری بیٹی عمارہ ہے اور یہ احتشام ثانی ہے"۔ بوڑھے نے ایک ایک شخص کا تعارف کرایا لیکن عمارہ کا نام سن کر عمران کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ سفیان عزیزی کی کہانی میں عمارہ کا ذکر تھا۔ عمران حیران نگاہوں سے ان سب کو گھورنے لگا۔ تب اسے احساس ہوا کہ اس کہانی میں یہ تمام کردار تو موجود

تھے۔ لیکن سفیان عزیزی نے ساری کہانی مختلف انداز میں لکھی تھی۔
عمران نے کہا۔

"لیکن محترم بزرگ آپ......"

"ہاں تم ٹھیک سوچ رہے ہو۔ یہ میری بیٹی عمارہ ہے ہم سب اپنے فرض کی ادائیگی میں زندگی سے محروم ہو چکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم تمہاری تھوڑی بہت رہنمائی کرنے میں کامیاب ہوئے اور عالم اسلام کو ایک بھیانک منصوبے سے نجات مل گئی۔ کیا اب بھی تمہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ ہم لوگ اب زمین کے باسی نہیں ہیں"۔ عمران پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا۔ بوڑھا مسکرایا اور اس نے ہاتھ بلند کیا پھر بولا۔

"تو پھر خدا حافظ۔ مغرب ہونے والی ہے اور اس کے بعد ہم کسی ذی روح کے سامنے نہیں رہ سکتے۔ خدا حافظ۔ خدا حافظ"۔ اچانک ہی عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے فضاء میں ارتعاش پیدا ہو گیا ہو۔ ان لوگوں کے جسم ٹیڑھے میڑھے ہو رہے تھے اور ان کے وجود دھندلاتے جا رہے تھے۔ لڑکی کی آنکھوں میں افسردگی کے آثار تھے۔ عمران کی نگاہ آخری بار اس سے ملی اور اس کے بعد وہ سب فضاء میں تحلیل ہو گئے ان کے وجود گم ہو گئے۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس جگہ کو دیکھنے لگا۔ جہاں وہ سب کھڑے تھے۔ لیکن اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کافی دیر تک عمران پر ایک سحر سا طاری رہا اور اس کے بعد وہ بوجھل قدموں سے اس راستے کی جانب چل پڑا جہاں سے وہ سڑک نظر آ رہی

تھی جو شیران شہر میں داخل ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کے ذہن پر ایک ایسا عجیب تاثر تھا جو زندگی میں اس پر کبھی قائم نہیں ہوا تھا۔ عجیب ہوا ہے یہ سب کچھ، عمران نے سوچا۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے۔ ان کی زندگی، ان کی موت آزادی وطن کے لئے سرگرداں تھی۔

**ختم شد**

مصنف : ایم اے راحت
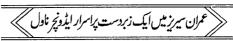
لیکسی لینڈ کے پراسرار ویرانوں میں آباد ایک روایتی قبیلہ جو قدیم روایتوں کا امین تھا۔
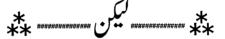
اس میں پی ایچ ڈی لوگ ننگ دھڑنگ رہتے تھے۔

دیوی کا جھومر، جو نجانے کتنے افراد کی جان لینے کا باعث بنا۔

خوفناک ویرانوں میں عمران 

اس کی ٹیم کے شاندار کارنامے


اشرف بک ڈپو پاک گیٹ ملتان

مکمل ناول

مصنف

ایم اے راحت

- پاکیشیا کی سرحدوں میں ایک اور مذموم سازش۔
- شیر قلی کی دو شیر دل لڑکیاں۔ جو شیروں سے زیادہ خونخوار تھیں۔
- اور قبیلہ جابری کا شیر دل جابر فرزان ایک خوفناک جنگ کے لئے تیار لیکن مقابلے پر ہے

**ٹی۔ ایم۔ اودبلاؤ**

یعنی ٹلو میاں عرف اودبلاؤ

عمران نے غیر ملکی سازش کا اس طرح قلع قمع کیا کہ دشمن عرصہ تک نہیں بھول سکتا۔

اسمگلنگ کا سب سے سنسنی خیز پروجیکٹ

ایک ہزار ایک سو اکیس قہقہے

اشرف بک ڈپو پاک گیٹ ملتان